DAMAGE BOOK

DAMAGE BOOK

188548

UNIVERSAL LIBRARY

OU_188548

UNIVERSAL LIBRARY

عہد حکومت

حضرت امیر المومنین امام المسلمین خلیفۂ روی
زمین حامی الفقرا والمہاجرین محب العلما والصالحین
سائق الحجاج من البرین والبحرین خادم الحرمین
الشریفین الا وہو السلطان ابن السلطان الملک
المظفر والمنصور من قبل الرحمن مولانا السلطان

الغازی عبد الحمید خان ثانی

لا زال بازغتہ الی انتہا الدوران آمین

در ۱۸۹۳ء مطابق ۱۳۱۱ ہجری المقدس

مطبع خادم التعلیم پنجاب لاہور میں باہتمام منشی محمد ...

عرض حال

انگلستان کی ایک شاہزادی صاحبہ نے حال ہی میں ایک کتاب انگریزی زبان میں بنام "دوازدہ سالہ عہد حکومت حضرت سلطان عبد الحمید خان ثانی" شائع کی۔ جسمیں ایک سچی انگریزی لیڈی کیطرح شہزادی لوسگینا نے حضور سلطان المعظم و خاقان المفخم کے عہد حکومت کے حالات معتبر اور چشم دید بالکل بلا رو و رعایت لکھکر "مسئلہ مشرقی" کو سلجھانے کی کوشش کی ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہندوستان میں بہت لوگ اس اسلامی سلطنت کے حالات کو نہایت شوق سے مطالعہ کرینگے اور دیکھیں گے کہ انیسویں صدی مسیحی کے اس آخری دور میں ترکوں کی یہ سلطنت دنیا کے دول عظام کے پولیٹیکل تھیٹر میں کیسا ضروری پارٹ لے رہی ہے اور خوش نصیبی سے جو سلطان اس ایسے ضروری ملک کو ایسے پرشور زمانہ میں چلا رہے وہ کیسا مدبر اور دانشمند ہے کہ یورپ کے بڑے سے بڑے پولیٹیشن اسکی تعریف کرنیکے سوا نہیں رہ سکتے جب یہ کتاب میری نظر سے گذری تو بخیال اسکی منصفانہ تحریرات اور معقول نکتہ چینی کے سبب مناسب سمجھا کہ اپنے اردو داں اہل ملک کیخاطر اسکا اردو ترجمہ شائع کردوں۔ چنانچہ میں نے اپنے عزیز دوست مولوی انشاء اللہ صاحب زمیندار انعام آباد وہہارٹ سے درخواست کی کہ وہ اسے عام فہم اردو زبان میں ترجمہ کردیں کیونکہ بخیال اس عام واقفیت معاملات ٹرکی کے کہ جو انہیں اس خاص مسئلہ میں حاصل ہے کوئی شخص ان سے زیادہ لائق مجھے نظر نہ آیا۔ میں انکی اس عنایت کا مشکور ہوں کہ انہوں نے اسکا ترجمہ بہت جلد کر دیا اور جابجا بعض جدید اور مفید مضامین کے حاشیے بھی چڑھا دیے اور چونکہ یہ کتاب میں نے اپنی خاص نگرانی میں چھپوائی ہے میں نے بھی کہیں کہیں حواشی بڑھا دئیے ہیں۔ لہذا مجھے امید ہے کہ اسکے ذریعہ ناظرین سلطنت عثمانیہ سے بہت پولیٹیکل مسائل و حالات اور حضرت سلطان المعظم کے احوال سے واقف ہو جائیں گے اور مجھ اور میرے دوست کو دعا خیر سے یاد کرینگے۔ بہت سی تصویریں اور نقشے اصل کتاب کے علاوہ ایزاد کیے گئے ہیں۔

محبوب عالم ایڈیٹر پیسہ اخبار - لاہور

ایک ترک افسر کی چٹھی

مندرجہ ذیل ایک محبت اور عنائت نامہ کی نقل ہے جو ہمارے کرمفرمائے جناب عزتلو کرنل ڈاکٹر حاجی شاکر ابراہیم بک آفندی میر آلائی سپیشل کمشنر تحقیقات اسباب انتشار ہیضہ در ہندوستان منجانب بابعالی نے لاہور سے رخصت ہونے کیوقت ترکی زبان میں ہمارے پاس بھیجا تھا ۔ جسمیں آپنے کتاب "عہد حکومت سلطان المعظم" کے بعض حالات سُن کر اظہار مسرت فرمایا ہے ۔ میں اس خط کو بطور دوستانہ یادگار اس کتاب کے ساتھ چھاپ دیتا ہوں ۔ پہلے ارادہ تھا کہ اسکا ترجمہ بھی چھاپ دیا جاوے مگر آخر اس لئے اسکا چھاپنا ملتوی کیا گیا کہ صاحب راقم خط نے مجھ خاکسار ایڈیٹر پیسہ اخبار کی نسبت چند کلمات میں بزرگانہ حسن ظن کا اظہار فرمایا ہے کہ جسکے میں حقیقت میں لائق نہیں ہوں ۔

خاکسار محبوب عالم

دولت علیۂ عثمانیہ جانب عالیسندن هندوستانده
ظهور ایدن هیضه نك اسباب سرایت وانتشارینی
تحقیق وتدقیق خصوصنده مامور هیئت مخصوصۂ طبیه
ایله کوندریلن طبیب میرآلای عزتلو حاجی
شاکر ابراهیم بك افندی طرفندن کوندریلان
ورقه سی یادگار اولمق اوزره عیناً طبع اولندی ۔

پیسه اخبار صاحب امتیازی محب عزیزم
محبوب عالم افندی حضرتلرینه .

کچنلرده برای زیارت مطبع عالیلرینه وصول بندگانه ملك "عهد سلطنت سلطان عبد الحمید خان ثانی" ویاخود "جلوس همایون میمنت مانوس شاهانه‌لری" عنوانیله جمع وتالیفنه موفق اولدقلری کتابك مسوداتیله بعض تصویرلرینی چشم افتخار ایله کورمش ایدم. بوبابده مساعئ جمیله‌لرینی من غیر حدٍ تبریك ایدرم ذات سامئ عزیزانه‌لری کرك پنجاب ولایتی داخلنده وکرك هندوستانك سائر قطعه‌لرنده بولنان اهل اسلامك حقوق دینیه وتعرضات سائره‌لرینی قلماً محافظه اوغورنده مهم بندلر نشر ایدرك حسن وقایه‌یه چالشدقلرندن طولایی خدمات مشکوره وطنپرورانه‌لری عموم اهل ایمان وایقانك لسان تحمیل وتحت تصدیقده طوریورکه بوکا قارشو نقلرم عرض تشکر اولسنه اولقدر آزدر .

بناءً علی هذا بو بابده تطویل مقالدن صرف نظر ایله یالکز "عهد سلطنت سلطان عبد الحمید خان ثانی" سرلوحه سیله اوراق وتصاویری منظور افتخارم اولان کتاب کزیده‌ی ولی نعمت بیمنتم شوکتلو مهابتلو قدرتلو مرحمتلو پادشاه عالی تبار وشهنشاه عظیم الاقتدار افندمز حضرتلرینك جلوس همایون اقدسلرندن برو اون اوچ سنه‌لك ترقیات سابقه‌یه دائر انکلیزجه ودها سائر اوراق حوادثدن جمع وانتخاب ایدرك برماه صکره عالم

مطبوعاته عرض ایتمسی قویاً مأمول اولان تألیف محبانه لرینی تکرار بتکرار تبریك و تسعید ینه مسارعت ایلرم.

امید ایلرم که ایلروده یعنی بومبای و ولایات ممالك محروسهٔ شاهانه نك بغداد جهتلرنده بولنه جغم اثنالرده انشاءالله تعالی برنسخه سنه موفق اولورم امیدنده یم .

گرچه اردو لسانینی مع التأسف بیلمز ایسمده لکن یاراندن بو لسانه واقف اولان برینه ترجمه ایتدرمك آرزوسنده یم.

ذاتاً ترجمه اولنمز ایسه ده نه باس وار در ذات حمیتمندانه لری عموم عثمانلولکرك محب صادقی و محبوب القلوبی اولدقلری نبشنقه حقوق مقدسهٔ حضرت خلافت پناهینك خیرخواهی اولدقلری جهتله نقمرده گوسته ریلان بوتجه مساعیٔ مشکوره لری البته " ان الله لا یضیع اجر المحسنین " نص جلیلی موجبنجه اصلا و قطعا ضایع اولمز فکر و اعتقادنده یم.

یادین صباح ارکن تربیله دهی جهتنه عزیمت عاجزانه م الطاف آلهیه دن مأمول اولمغله بالخاصه ذات سامیٔ فاضلانه لرینی زیارت ایتمکه وقتمك عدم مساعده سندن طولایی عرض اعتذار ایله برابر اشبو وداعنامهٔ عاجزانه می طرف محبانه لرینه ارسالیله فخر و مباهات ایلرم افندم .

عن صیفیه دوقتور   امضا

آلبریك افندي المعروف به یوك دار شكوه } طبیب میرالای الحاج محمد شاکر

لاهور   ۱ تشرین ثانی رومی ۳۰۸

عرض حال

انگلستان کی ایک شاہزادی صاحبہ نے حال ہی میں ایک کتاب انگریزی زبان میں بنام "دوازدہ سالہ عہد حکومت حضرت سلطان عبد الحمید خان ثانی" شائع کی۔ جسمیں ایک سچی انگریزی لیڈی کیطرح شہزادی لوسگینا نے حضور سلطان المعظم و خاقان الافخم کے عہد حکومت کے حالات معتبر اور چشم دید بالکل بلا رو و رعایت لکھکر "مسئلہ مشرقی" کو سلجھانے کی کوشش کی ہے۔ اسخیال سے کہ ہندوستان میں بہت لوگ اس اسلامی سلطنت کے حالات کو نہایت شوق سے مطالعہ کرینگے اور دیکھینگے کہ انیسویں صدی مسیحی کے اس آخری دور میں ترکوں کی یہ سلطنت یورپ کے دول عظام کے پولیٹیکل تھیٹر میں کیسا ضروری پارٹ لے رہی ہے اور خوش نصیبی سے جو سلطان اس ایسے ضروری ملک کو ایسے پُرشور زمانہ میں ملا ہے وہ کیسا مدبّر اور دانشمند ہے کہ یورپ کے بڑے سے بڑے پولیٹیشن انکی تعریف کرنیکے سوا نہیں رہ سکتے۔ جب یہ کتاب میری نظر سے گذری تو بخیال اسکی منصفانہ تحریرات اور معقول نکتہ چینی کے سبب سمجھا کہ اپنے اردو دان اہل ملک کیخاطر اسکا اردو ترجمہ شائع کر دوں۔ چنانچہ میں نے اپنے عزیز دوست مولوی انشاء اللہ صاحب زمیندار انعام آباد جہاڑتے درخواست کی کہ وہ اسے عام فہم اردو زبان میں ترجمہ کر دیں کیونکہ بخیال اس عام واقفیت معاملات ترکی کے کہ جو انہیں اس خاص مسئلہ میں حاصل ہے کوئی شخص ان سے زیادہ لائق مجھے نظر نہ آیا۔ میں انکی اس عنایت کا مشکور ہوں کہ انہوں نے اسکا ترجمہ بہت جلد کر دیا اور جا بجا بعض جدید اور مفید مضامین کے حاشیے بھی چڑھا دئے۔ اور چونکہ یہ کتاب میں نے اپنی خاص نگرانی میں چھپوائی ہے میں نے بھی کہیں کہیں حاشیے بڑھا دئے ہیں۔ لہذا مجھے امید ہے کہ اسکے ذریعے ناظرین سلطنت ترکی کے بہت سے پولیٹیکل سوشل اور مذہبی حالات اور حضرت سلطان المعظم کے احوال سے واقف ہو جائینگے اور مجھے اور میرے دوست کو دعائے خیر سے یاد کرینگے۔ بہت سی تصویریں اور نقشے اصل کتاب کے علاوہ ایزاد کئے گئے ہیں۔

محبوب عالم ایڈیٹر پیسہ اخبار - لاہور

ایک ترک افسر کی چٹھی

مندرجۂ ذیل ایک محبت اور عنایت نامہ کی نقل ہے جو ہمارے کرمفرمائے جناب عزتلو کرنل ڈاکٹر حاجی شاکر ابراہیم بک آفندی میر آلائی سپیشل کمشنر تحقیقات اسباب انتشار ہیضہ در ہندوستان منجانب باب عالی نے لاہور سے رخصت ہونے کیوقت ترکی زبان میں ہمارے پاس بھیجا تھا۔ جسمیں آپنے کتاب "عہد حکومت سلطان المعظم" کے بعض حالات سُن کر اظہار مسرت فرمایا ہے۔ میں اس خط کو بطور دوستانہ یادگار اس کتاب کے ساتھ چھاپ دیتا ہوں۔ پہلے ارادہ تھا کہ اسکا ترجمہ بھی چھاپ دیا جاوے مگر آخر اس لئے اسکا چھاپنا ملتوی کیا گیا کہ صاحب راقم خط نے مجھ خاکسار ایڈیٹر پیسہ اخبار کی نسبت چند کلمات میں بزرگانہ حسن ظن کا اظہار فرمایا ہے کہ جسکے میں حقیقت میں لائق نہیں ہوں ۔

خاکسار محبوب عالم

دولت علیۂ عثمانیہ جانب عالیسندن هندوستانده
ظهوره کلان هیضه نك اسباب سرایت وانتشارینی
تحقیق وتدقیق خصوصنده ماموریت مخصوصۂ طبیه
ایله کوندریلان طبیب میرآلای عزتلو حاجی
شاکر ابراهیم بك افندی طرفندن کوندریلان
ورقه سی یادگار اولمق اوزره عیناً طبع اولندی۔

پیسه اخبار صاحب امتیازی محب عزیزم
محبوب عالم افندی حضرتلرینه .

کچنلرده برای زیارت مطبع عالیلرینه وصول بندکانه ملک "عهد سلطنت سلطان عبد الحمید خان ثانی" ویاخود "جلوس همایون میمنت مانوس شاهانه لری" عنوانیله جمع وتألیفنه موفق اولدقلری کتابک مسوداتیله بعض تصویرلرینی چشم افتخار ایله کورمش ایدم.
بوبابده مساعی جمیله لرینی من غیر حد تبریک ایده رم.

ذات سامیئ عزیزانه لری کرک پنجاب ولایتی داخلنده وکرک هندوستانک سائر قطعه لرنده بولنان اهل اسلامک حقوق دینیه وتعرضات سائره لرینی قلماً محافظه اوغورنده مهم بندلر نشر ایده رک حسن وقایه یه چالشدقلرندن طولایی خدمات مشکوره وطنپرورانه لری عموم اهل ایمان وایقانک لسان تحمید وتحت تصدیقده طوریبورکه بوکا قارشو نقلر عرض تشکر اولسنه اولقلر آزدر .

بناءً علی هذا بوبابده تطویل مقالدن صرف نظر ایله یالکز "عهد سلطنت سلطان عبد الحمید خان ثانی" سرلوحه سیله اوراق وتصاویری منظور افتخارم اولان کتابکزده ولی نعمت بیمنتم شوکتلو مهابتلو قدرتلو مرحمتلو پادشاه عالی تبار وشهنشاه عظیم الاقتدار افندمز حضرتلرینک جلوس همایون اقدسلرندن بروادن ایج سنه لک ترقیات سابقه یه دائر انکلیزجه ودها سائر اوراق حوادثده جمع وانتخاب ایده رک برماه صکره عالم

مطبوعاته عرض ایتمسی قویاً مأمول اولان تالیف محبانه لرینی
تکرار بتکرار تبریک وتسعیده مسارعت ایلرم ..

امید ایلرم که ایلروده یعنی بومبای ویاخود ممالک محروسهٔ
شاهانه نک بغداد جهتلرنده بولنه جغم اثنالرده انشاءالله تعالی
برنسخه سنه موفق اولورم امیدنده یم ..

کرچه اردو لسانینی مع التأسف بیلمز ایسه مده لکن یاراندن بولسانه
واقف اولان برینه ترجمه ایتدرمک آرزوسنده یم ..

ذاتاً ترجمه اولنمز ایسه ده نه باس واردر ذات حمیتمندانه لری عموم عثمانلولرك ..

محب صادقی ومحبوب القلوبی اولان قدرشناسه حقوق مقدسهٔ
حضرت خلافت پناهینک خیرخواهی اولدقلری جمله‌ٔ حضراتده
کوسترلان بونجه مساعی مشکوره لری البته " ان الله لا یضیع
اجر المحسنین " نص جلیلی موجبنجه اصلا وقطعا ضایع اولمز
فکر واعتقادنده یم ..

یارین صباح آزکون ترنیله دهلی جهتنه عزیمت عاجزانه م
الطاف الهیه دن مأمول اولمغله بالخاصه ذات سامیٔ
فاضلانه لرینی زیارت ایتمه وقتمک عدم مساعده سندن طولایی
عرض اعتذار ایله برابر اشبو وداعنامهٔ عاجزانه می طرف
محبانه لرینه ارسالیله فخر ومباهات ایلرم افندم ..

عن صیفیه دوقتور	امضا
اکبر بک افندی المعروف به چوکر دال اشکوه	طبیب میرالای الحاج محمد شاکر
لاهور	۱ تشرین ثانی رومی پنجشنبه

مطبع خادم التعلیم پنجاب انارکلی لاہور میں چھپا

امیر المومنین - امام المسلمین - خلیفهٔ روی زمین - حامی الفقرا
والمهاجرین - محب العلما والصالحین - سائق الحجاج من البرین
والبحرین - خادم الحرمین الشریفین - الا وهو السلطان ابن السلطان
الملک المظفر والمنصور من قبل الرحمن - مولانا السلطان
الغازی عبد الحمید خان " لازال شموس اقباله بازغة
الی انتهاء الدوران آفندمز حضرتلرینک تصویر شهنشاهیلری
تبرکاً و تیمناً درج صحیفهٔ افتخار قیلندی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مصنفہ شہزادی صاحبہ کا دیباچہ

انگریزی طرز زندگی کے موجودہ تغیر و تبدل میں پارٹی طرفداریوں اور شریفانہ تنازعات کے دائرے کا رفتہ رفتہ بہت وسیع ہو جانا نہایت ہی قابلِ افسوس ہے۔ یہ میلان ۱۸۶۸ء سے پولیٹکس (تدبیرِ سلطنت) میں خالص جمہوریہ یا لانس کی پارٹی کی شمولیت سے ظاہر ہو رہا ہے۔ مگر یہ امر مختلف پارٹیوں کے صرف زمانہ حال ہی کے سرغناؤں پر موقوف تھا کہ وہ ان پارٹی تنازعات کو فارین پالیسی (تعلقاتِ بیرونی کی حکمتِ عملی) تک بڑھا کر بڑے بڑے قومی تعلقات اور اغراض کو معرضِ خطر میں ڈالیں زمانہ حال کے پارٹی پولیٹشن (ایک فریق کے مدبر) کے نزدیک (ایک پرانے فرانسیسی گیت کے کان کن کی طرح) کوئی چیز مقدس نہیں۔ اور جبکہ فریقِ مخالف کے کسی ممبر کو کسی محکمے سے نکالنے اور اپنے پیرؤوں میں سے کسی ایک کے لئے اس عہدے کو

حاصل کرنے کا مسئلہ پیش ہو۔ تو نہایت ہی قدیم اور باوقعت پالیسی ایسی بے پروائی سے توڑ دی جاتی ہے۔ جس طرح امریکن سیّاح نے اُس مقدس[1] لیمپ کو جو ہزار سال سے برابر جل رہا تھا گُل کر دیا۔

سلطنت عظمیٰ روم سے انگریزی حکومت کی راہ و رسم کے تغیر کا باعث یہی میلان ہے۔ نہ کہ وہ دلائل اور اسباب جن کو لارڈ بیکنسفیلڈ ہائی پالیسی یعنے تدبر اعلیٰ کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ اتفاق سے جبکہ سلطنت روم میں ایک نازک موقع در پیش ہوا تو اُس وقت کنسرویٹو فریق انگلستان میں حکمران تھا۔ اور اس گورنمنٹ نے قدیم الایام کی روایتوں کے مطابق انگریزی خارجہ پالیسی کو قائم رکھنے کی نسبت سے ایسا رویّہ اختیار کیا جو کم و بیش باب عالی کی رعایت میں تھا۔ لبرل فریق کے سرگروہ نے یہ خیال مدِ نظر رکھ کر کہ دوست کی مخالفت کرنا فریق مخالف کا ایک لازمی فرض ہے" فی الفور ترکی کے سخت جانی دشمنوں کے پلڑے میں جا چڑھے۔ اور عام لوگوں میں حالتِ اضطراری پیدا کر کے کنسرویٹو گورنمنٹ کو جو ایسی بڑی مستقل مزاج نہ تھی، اُس کی تاریخی مضبوط بندشوں سے

[1] کہا جاتا ہے کہ قدیم روما والوں نے بعض قبروں میں اس صنعت سے چراغ رکھے تھے۔ جو صدیوں تک برابر خود بخود جلتے رہے۔ چنانچہ پوپ پال سوم کے عہد میں ایک اسی قسم کا چراغ ٹلیہ دختر سیسرو کی قبر میں پایا گیا تھا۔ جو اس میں پندرہ سو پچاس برس تک بند اور برابر جل رہا تھا۔ روما کی خانقاہوں اور مزاروں کے منہدم ہونے پر ایک چراغ ملا جو لگاتار بارہ سو سال سے جل رہا تھا۔ اس قسم کے دو چراغ لیڈن واقع ہالینڈ کے ایک مشہور شہر کے عجائب خانے میں موجود ہیں۔ کشمیر میں بھی حکیم بو علی سینا کا اسی صنعت کا ایک چراغ تیار کیا ہوا ملا تھا۔ مگر اس میں یہ اور طرہ تھا کہ اس کی حرارت سے ایک حمام بھی ہر وقت گرم رہتا تھا۔ دو صدی کے بعد ایک احمق شخص کے قبضے میں آ گیا۔ جس نے اس طلسم کے معلوم کرنے کے لئے حمام کو کھودنے کا حکم دیا۔ لیکن چراغ کو جس وقت خارجی ہوا پہنچی فوراً گُل ہو گیا۔ اور پھر روشن نہ ہو سکا۔ حساب لگایا گیا تھا۔ کہ اگر حمام اُکھاڑا نہ جاتا۔ تو یہ چراغ کئی صدیاں ابھی اور جلتا رہتا۔

ہٹا دینے میں کامیاب ہوئے۔ اور اُس کو مجبور کیا کہ وہ اپنے آپکو بجائے دولت
عثمانی کے مضبوط مددگار ہونے کے صرف اُس کے ایک سچے دوست ہونے کی وضع
میں رکھے جیسا کہ اِن حالتوں میں اکثر واقع ہوتا ہے پلیٹ فارم کے نوزائیدہ ٹک
اور موم کی بتیاں (کہ جن سے طنزاً مقرر اور سپیکروں کی مراد ہے) اور مُلک کے اخبارات
بقول ؎ اگر شه روز را گوید شب است این   بباید گفت اینک ماه و پروین ؏
اپنے پولیٹیکل آقاؤں کے حقوقِ خدمت بجالانے میں از سرتاپا غرق ہوگئے۔ یہاں
تک کہ ہر ایک ٹرکی چیز پر طرفدارانہ حقارت اور خلاف بیانی کے دھوکے دینے والی
روشنی ڈالی گئی۔ اور اِس شعلہ داجمکارے میں ٹرکی مدبروں کا ہر ایک قول اور عمل بدنما
اور بیجا ظاہر کیا گیا۔ جس سے یہ نتیجہ پیدا ہوا۔ کہ آج اِس زمانے میں بھی ایک ایسی
سلطنت کے حالات واقعی معلوم کرنا جو وسعت میں بہت بڑی اور رعب وداب میں
عظیم الشان ہے۔ اور جس کی قسمت کے ساتھ خود ہماری اپنی قوم کے نہایت ہی
عزیز اور قیمتی تعلقات وابستہ ہیں۔ قریب ناممکن کے ہے۔ ایک خاص نامہ نگار
جس نے واقعی امور لکھے ہوں۔ اگر دوسرے وقت اُس پارٹی کے فوری فوائد کے
نامناسب ہو کہ جسپر اُس کا آقا اِس وقت گرویدہ ہو رہا ہے۔ تو وہ اپنے مضمون کی
نقل کو بالکل مُسنح یا تراشا ہوا بلکہ کبھی بالکل ہی نظر انداز کیا ہوا پائیگا۔ اور اپنے آپ کو
ملازمت سے برطرف دیکھ لیگا۔ اِن حالات کے ایسا ہونے اور اپنے ملک کے بہت ہی
بڑے تجارتی اور مالی تعلقات کو جو اِس وقت سلطنت عُثمانیہ میں نازک حالت میں
ہیں۔ مدِنظر رکھ کر یہ خیال میرے دل میں پیدا ہوا ہے۔ کہ صداقت کی ایک تھوڑی سی
خشک روشنی اِن آنکھوں کو جو ابھی فرنگیانہ اسلحہ حرب کی چمک چونا سے ماند نہیں پڑگئیں
بُری نہ معلوم ہوگی۔ اِس لئے مَیں نے یہ اپنا فرض جانا ہے کہ نوجوان نسل کو وہ حالات
اور سچے واقعات بتاؤں جو مَیں نے ٹرکی میں بہت سال رہ کر حاصل کئے ہیں۔ اور

ساتھ ہی اُس الطافِ کریمانہ اور عنایاتِ خسروانہ اور اُس عزت و امتیاز کے شکر و امتنان کے خیالات ظاہر کروں جو مجھے اِس مُلک میں نصیب ہوئے ہیں۔ خاصکر اُس نامور شہنشاہ کے ہاتھوں جو اِس وقت اسلامبول کے تختِ قیصری پر جلوہ افروز ہے؛

فصلِ اوّل

تخت نشینی۔ جنگ

ترکی تواریخ میں ایسے تھوڑے ہی صفحے ہونگے جو حیرت انگیز واقعوں سے مُعَنون اور تعجب خیز کیفیتوں سے مُزین نہوں۔ خواہ میدانِ جنگ یا ایوانِ شوریٰ میں۔ خواہ وائنا٭ کی دیواروں کے نیچے یوُرپ کی چیدہ افواج کے ساتھ نبرد آزمائی کر رہے

٭ وائنا دارالخلافہ آسٹریا پر ترکوں نے دو دفعہ حملہ کیا پہلی دفعہ سلطان سلیمان اعظم صاحبقران نے ۱۵۲۹ء میں ہنگری اور اُس کے ملحقہ ممالک کو فتح کر کے وائنا کا محاصرہ کیا۔ اِس وقت اِسلامی طاقت یوُرپ میں درجہ کمال تک پہنچ گئی ہوئی تھی عیسائی بادشاہ اور فرمانروا سلطان المعظم کو مخاطب تک کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔ بلکہ سلطان المعظم کے صدر اعظم ابراہیم پاشا کے بھائی ہونے کو اپنے لئے باعثِ سعادت اور موجبِ فخر سمجھتے تھے۔ یہ محاصرہ چالیس دن تک رہا۔ لیکن بارشوں کی کثرت دریائے ڈینیوب کی بحید طغیانی اور افواج قاہرہ میں وبا پھیل جانے کے باعث فخرِ خاندانِ عثمان اعلیحضرت سلطانِ سلیمان اعظم قانونی کو واپس آنا پڑا۔ بارِ دوم سلطان محمد چہارم کے عہد میں اُس کے وزیرِ اعظم قرہ مصطفےٰ نے ۱۶۸۳ء میں ممالکِ جرمن کا بہت سا حصہ فتح کر کے وائنا پر حملہ کیا۔ مگر اُس نے اپنی (بقیہ نوٹ دیکھو صفحہ آئندہ پر)

ہوں۔ یا باسفورس کے کنارے پر مغربی سفرا سے حکمت عملی میں سبقت لیجاتے ہوں اُن آدمیوں نے جن کے ہاتھوں میں اسلام کی قسمت کی باگ رہی ہے۔ اُن تمام دلوں کی توجہ کو جنہیں بہادرانہ اور حیرت افزا چنرل سے ذرا بھی مس ہے اپنی طرف مصروف رکھا ہے۔ صرف اِس قسم کے ہی دل نہیں ہیں جنہوں نے ہلال اور صلیب کے مقابلے میں اپنے آپ کو اوّل الذکر کی طرف کھینچتے ہوئے پایا ہے۔ بلکہ ڈریپر[۵۳] (Draper) جیسے مورخانہ طبیعتوں اور کنگڈم کلفرڈ[۵۴] (Kingdom Clifford) جیسے علمی دماغوں نے بھی تابعین اسلام کی حمایت کرنے کے سوائے کوئی چارہ نہ پایا۔ کتاب "مذہب و علم کے مقابلے میں" ہم بار بار یہی پڑھتے ہیں کہ ترقی و تنزل کے باہمی جنگ و جدل میں سلطانوں کی تلواریں[۵۵] ہمیشہ سابق الذکر کی

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) افسران فوج کے مشورہ اور صلاح پر عمل نہ کیا۔ اور آخر کار آسٹریا والوں سے ہزیمت اُٹھا کر واپس لوٹ آیا۔ جن کی امداد کے لئے پولینڈ کا مشہور بادشاہ جان سوبی اسکی جو اپنے زمانے کا اوّل درجے کا بہادر بادشاہ اور سپہ سالار مانا گیا ہے اپنی کل چیدہ فوج سے وانا کی امداد کے لئے آیا تھا۔ اور اُسی کی اعانت اور دلاوری کے باعث محاصرہ توڑا گیا؛

۵۳ جان ولیم ڈریپر عالم علم کیمیا بمقام سینٹ ہیلنز من مضافات لیورپول ۱۸۱۱ء میں پیدا ہوا۔ اس نے علم کیمیا۔ نیچرل فلاسفی اور تواریخ وغیرہ میں کئی کتابیں لکھی ہیں۔ اس کی کتاب "تاریخ مجادلہ فی ما بین المذہب و العلم" (History of the conflict between Religion and Science) ۱۸۷۴ء میں شائع ہوئی؛

۵۴ آرتھر کلفرڈ ۱۸۴۵ء میں پیدا ہوا۔ اور ۱۸۷۹ء میں مرگیا؛

۵۵ جب یورپ جہالت کے قعر عمیق و تاریک میں ڈوبا ہوا تھا۔ تو ترک اُسی زمانے میں ترقی و تہذیب و تمدن کے مدارج اعلیٰ کو حاصل کر چکے ہوئے تھے۔ انسائیکلوپیڈیا یعنے قاموس العلم سب سے اوّل ترکی زبان میں ہی سولھویں صدی میں تحریر ہوا۔ اُس وقت ترکی علم ادب کل یورپ میں (بقیہ نوٹ دیکھو صفحہ آئندہ پر)

حاصل کرنے کا مسئلہ پیش ہو۔ تو نہایت ہی قدیم اور باوقعت پالیسی ایسی بے پروائی سے توڑ دیجاتی ہے۔ جس طرح امریکن سیاح نے اُس مقدس[۱] لمپ کو جو ہزار سال سے برابر جل رہا تھا گل کر دیا۔

سلطنت عظمٰی روم سے انگریزی حکومت کی راہ و رسم کے تغیر کا باعث یہی میلان ہے۔ زکہ دو دلائل اور اسباب جن کو لارڈ بیکنسفیلڈ ہائی پالیسی یعنے تدبر اعلٰی کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ اتفاق سے جبکہ سلطنت روم میں ایک نازک موقع درپیش ہوا تو اُس وقت کنسرویٹو فریق انگلستان میں حکمران تھا۔ اور اِس گورنمنٹ نے قدیم الایام کی روائتوں کے مطابق انگریزی خارجیہ پالیسی کو قائم رکھنے کی نسبت سے ایسا رویہ اختیار کیا جو کم و بیش باب عالی کی رعائت میں تھا۔ لبرل فریق کے سرگروہ نے یہ خیال مدِ نظر رکھ کر کہ "دوستی مخالف کرنا فریق مخالف کا ایک لازمی فرض ہے" نی الفور ٹرکی کے سخت جانی دشمنوں کے پلڑے میں جا چڑھے۔ اور عام لوگوں میں حالتِ اضطراری پیدا کر کے کنسرویٹو گورنمنٹ کو دجو ایسی بڑی مستقل مزاج نہ تھی) اُس کی تاریخی مقبوضہ شوں سے

---

[۱] کہا جاتا ہے کہ قدیم روما والوں نے بعض قبروں میں اس صنعت سے چراغ رکھے تھے۔ جو صدیوں تک برابر خود بخود جلتے رہے۔ چنانچہ پوپ پال سوم کے عہد میں ایک اسی قسم کا چراغ ٹلیہ دختر سسرو کی قبر میں پایا گیا تھا۔ جو اس میں پندرہ سو پچاس برس تک بند اور برابر جل رہا تھا۔ روما کی خانقاہوں اور مزاروں کے منہدم ہونے پر ایک چراغ ملا جو لگاتار بارہ سو سال سے جل رہا تھا۔ اس قسم کے دو چراغ لیڈن دہالینڈ) کے ایک مشہور شہر کے عجائب خانے میں موجود ہیں۔ کشمیر میں بھی حکیم بوعلی سینا کا ایسی صنعت کا ایک چراغ بند کیا ہوا ملا تھا۔ مگر اس میں یہ اوز طرہ تھا کہ اس کی حرارت سے ایک حمام بھی ہر وقت گرم رہتا تھا۔ دو صدی کے بعد ایک احمق شخص کے قبضے میں آگیا۔ جس نے اُس طلسم کے معلوم کرنے کے لئے حمام کو کھودنے کا حکم دیا۔ لیکن چراغ کو جس وقت خارجی ہوا پہنچی فوراً گل ہوگیا۔ اور پھر روشن نہ ہو سکا۔ حساب لگایا گیا تھا۔ کہ اگر حمام اُکھاڑا نہ جاتا۔ تو یہ چراغ کئی صدیاں ابھی اور جلتا رہتا۔

ہٹا دینے میں کامیاب ہوئے - اور اس کو مجبور کیا کہ وہ اپنے آپکو بجائے دولت عثمانی کے مضبوط مددگار ہونے کے صرف اُس کے ایک سچے دوست ہونے کی وضع میں رکھے جیساکہ ان حالتوں میں اکثر واقع ہوتا ہے - پلیٹ فارم کے نوزادمینڈک اور مومی بتیاں (کہ جن سے طنزاً مقررا اور سپیکروں کی مراد ہے) اور مُلک کے اخبارات بقول سے اگر شہ روز را گوید شب است ایں بباید گفت اینک ماہ و پروین ؛ اپنے پولیٹیکل آقاؤں کے حقوقِ خدمت بجالانے میں ازسرتاپا غرق ہوگئے - یہاں تک کہ ہر ایک ٹرکی چیز پر طرفدارانہ حقارت اور خلاف بیانی کے دھوکے دینے والی روشنی ڈالی گئی - اور اس شعلہ دار چمکارے میں ٹرکی مدبروں کا ہر ایک قول اور عمل بدنما اور بیجا ظاہر کیا گیا - جس سے یہ نتیجہ پیدا ہوا - کہ آج اس زمانے میں بھی ایک ایسی سلطنت کے حالات واقعی معلوم کرنا جو وسعت میں بہت بڑی اور رعب و داب میں عظیم الشان ہے - اور جس کی قسمت کے ساتھ خود ہماری اپنی قوم کے نہائت ہی عزیز اور قیمتی تعلقات وابستہ ہیں - قریب ناممکن کے ہے - ایک خاص نامہ نگار جس نے واقعی امور لکھے ہوں - اگر دوسرے وقت اُس پارٹی کے فوری فوائد کے نامناسب ہو کہ جس پر اُس کا آقا اس وقت گرویدہ ہو رہا ہے - تو وہ اپنے مضمون کی نقل کو بالکل مُسخ یا تراشا ہوا بلکہ کبھی بالکل ہی نظر انداز کیا ہوا پائیگا - اور اپنے آپ کو ملازمت سے برطرف دیکھ لیگا - ان حالات کے ایسا ہونے اور اپنے ملک کے بہت ہی بڑے تجارتی اور مالی تعلقات کو جو اس وقت سلطنت عثمانیہ میں نازک حالت میں ہیں - مدِ نظر رکھ کر یہ خیال میرے دل میں پیدا ہوا ہے - کہ صداقت کی ایک تھوڑی سی خشک روشنی ان آنکھوں کو جو ابھی فرنگیانہ اسلحہ حرب کی چکا چوند سے ماند نہیں پڑ گئیں بُری نہ معلوم ہوگی - اس لئے میں نے یہ اپنا فرض جانا ہے کہ نوجوان نسل کو وہ حالات اور سچے واقعات بتاؤں جو میں نے ٹرکی میں بہت سال رہ کر حاصل کئے ہیں - اور

ساتھ ہی اس الطافِ کریمانہ اور عنایاتِ خسروانہ اور اس عزت و امتیاز کے شکر و امتنان کے خیالات ظاہر کروں جو مجھے اس ملک میں نصیب ہوئے ہیں۔ خاصکر اس نامور شہنشاہ کے ہاتھوں جو اس وقت اسلامبول کے تختِ قیصری پر جلوہ افروز ہے۔

فصلِ اوّل

تخت نشینی۔ جنگ

ترکی تواریخ میں ایسے تھوڑے ہی صفحے ہونگے جو حیرت انگیز واقعوں سے مُعنون اور تعجب خیز کیفیتوں سے مُزیّن نہوں۔ خواہ میدانِ جنگ یا ایوانِ شوریٰ میں۔ خواہ وائنا کی دیواروں کے نیچے یورپ کی چیدہ افواج کے ساتھ نبرد آزمائی کر رہے

ن۵ وائنا دارالخلافہ آسٹریا پر ترکوں نے دو دفعہ حملہ کیا۔ پہلی دفعہ سلطان سلیمان اعظم صاحبقران نے ۱۵۲۹ء میں ہنگری اور اس کے ملحقہ ممالک کو فتح کر کے وائنا کا محاصرہ کیا۔ اس وقت اسلامی طاقت یورپ میں درجہ کمال تک پہنچ گئی ہوئی تھی۔ عیسائی بادشاہ اور فرمانروا سلطان المعظم کو مخاطب تک کرنے کی جرات نہیں کر سکتے تھے۔ بلکہ سلطان المعظم کے صدرِ اعظم ابراہیم پاشا کے بھائی ہونے کو اپنے لئے باعثِ سعادت اور موجبِ فخر سمجھتے تھے۔ یہ محاصرہ چالیس دن تک رہا۔ لیکن بارشوں کی کثرت و دریائے ڈینوب کی جدید طغیانی اور افواج قاہرہ میں وبا پھیل جانے کے باعث فخرِ خاندانِ عثمان اعلیحضرت سلطانِ سلیمان اعظم قانونی کو واپس آنا پڑا۔ بارِ دوم سلطان محمد چہارم کے عہد میں اس کے وزیرِ اعظم قرہ مصطفےٰ نے ۱۶۸۳ء میں ممالکِ جرمن کا بہت سا حصہ فتح کر کے وائنا پر حملہ کیا۔ مگر اس نے اپنی (بقیہ نوٹ دیکھو صفحہ آئندہ پر)

ہوں۔ یا باسفورس کے کنارے پر مغربی سفراسے حکمت عملی میں سبقت لیجاتے ہوں
اُن آدمیوں نے جن کے ہاتھوں میں اسلام کی قسمت کی باگ رہی ہے۔ اُن تمام
دلوں کی توجہ کو جنہیں بہادرانہ اور حیرت افزا جنرل سے ذرا بھی مس ہے اپنی طرف
مصروف رکھا ہے۔ صرف اس قسم کے ہی دل نہیں ہیں جنہوں نے ہلال اور
صلیب کے مقابلے میں اپنے آپ کو اول الذکر کی طرف کھینچتے ہوئے پایا ہے۔ بلکہ
ڈریپر[53] (Draper) جیسے مورخانہ طبیعتوں اور کنگڈم کلفرڈ[54] (Kingdom
Clifford) جیسے علمی دماغوں نے بھی تابعین اسلام کی حمایت کرنے کے
سوائے کوئی چارہ نہ پایا۔ کتاب "مذہب و علم کے مقابلے میں" ہم بار بار یہی پڑھتے
ہیں کہ ترقی و تنزل کے باہمی جنگ و جدل میں سلطانوں کی تلواریں[55] ہمیشہ سابق الذکر کی

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) افسران فوج کے مشورے او صلاح پر عمل نہ کیا۔ اور آخر کار آسٹریا والوں سے ہزیمت
اٹھا کر واپس لوٹ آیا۔ جن کی امداد کے لئے پولینڈ کا مشہور بادشاہ جان سوبی اسکی جو اپنے زمانے کا اول
درجہ کا بہادر بادشاہ اور سپہ سالار مانا گیا ہے اپنی کل چیدہ فوج سے ان کی امداد کے لئے آیا تھا۔ اور اسی
کی اعانت اور دلاوری کے باعث محاصرہ توڑا گیا:

[53] جان ولیم ڈریپر عالم علم کیمیا مقام سینٹ ہیلنز من مضافات لیورپول ۱۸۱۱ء میں پیدا ہوا۔
اس نے علم کیمیا۔ نیچرل فلاسفی اور تواریخ وغیرہ میں کئی کتابیں لکھی ہیں۔ اس کی کتاب "تاریخ مجادلہ فی
مابین المذہب والعلم" (History of the conflict between
Religion and Science) ۱۸۷۴ء میں شائع ہوئی:

[54] آرتھر کلیفرڈ ۱۸۴۵ء میں پیدا ہوا۔ اور ۱۸۷۹ء میں مر گیا:

[55] جب یورپ جہالت کے قعر عمیق و تاریک میں ڈوبا ہوا تھا۔ تو ترک اسی زمانے میں ترقی و تہذیب
و تمدن کے مدارج اعلیٰ کو حاصل کر چکے ہوئے تھے۔ انسائیکلوپیڈیا یعنے قاموس العلم سب سے اول ترکی زبان
میں ہی سولھویں صدی میں تحریر ہوا۔ اس وقت ترکی علم ادب کل یورپ میں (بقیہ نوٹ دیکھو صفحہ آئندہ پر)

تائید میں میان سے نکالی گئی ہیں۔ اور وہی مشہور عالم حکیم اپنے عمدہ مضامین میں سے ایک نہایت ہی بڑھے چڑھے ہوئے مضمون میں تصدیق کرتا ہے کہ زمانہ وسطی کی شرارت کی تاریکی میں صداقت اور نورانیت پھر مسلمانوں ہی کی تلواروں کی دھار سے یورپ میں چمکی ۔

مگر آجکل کے لوگ کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ تو بڑے ہی قدیم زمانے میں واقع ہوا تھا۔ بہرحال فی زمانہ **مرد بیمار** مر رہا ہے۔ وہ حیرت زا نورانی ہالہ جو کبھی خلیفہ کی مُرصع

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) نہایت ہی بڑھا ہوا تھا۔ اور کلبی آفندی ہی کی تصنیفات سے ڈالامبرٹ (Dulambert) کو انسائیکلوپیڈیا کا خیال پیدا ہوا۔ کمسریٹ۔ رسد رسانی اور فوجی شفاخانوں کا انتظام پہلے پہل ترکوں نے ہی کیا۔ فوجی باجا کل یورپ نے ترکوں ہی سے سیکھا۔ توپخانے کو بہ حد کمال انہوں نے ہی پہنچایا۔ فوج پیدل صرف انہوں نے ہی کل دنیا میں سب سے پہلے قائم کی۔ انجنیرنگ میں کل زمانے پر فوقیت رکھتے تھے۔ کہ اُس وقت کی عمارات اور قلعہ بندیوں کو دیکھ کر آجکل کے انجنیر دنگ رہ جاتے ہیں۔ اشاعتِ تعلیم، ترقی صنعت وحرفت اور آزادی تجارت میں تو جو کچھ اُنہوں نے کر دکھایا تھا۔ اب تک بھی دوسرے ملکوں کو نصیب نہیں ہوئی۔ مفصل کیفیت کے لئے دیکھو تاریخ روم مصنفہ ایڈورڈ کریسی صاحب صفحہ ۹۹۔ وذکر سلطان محمد ثانی الفاتح۔ (اس کے بعد دیکھو ضمیمہ اول آخر کتاب میں ۔)

ے ۱۸۵۳ء میں جنگ کریمیا سے کچھ عرصہ پہلے زار نکلس (زار حال کے دادا نے) لارڈ سٹیورٹ فورڈ سفیر انگلستان متعینہ دربار سینٹ پیٹرزبرگ کو اثنائے گفتگو میں کہا تھا۔ کہ ترکی اب ایک مرد بیمار ہے۔ اور لازمی ہے کہ ہم اُس کے مرنے سے پہلے ہی اُس کی جائداد کے حصے بخرے کر لیں کیونکہ اُس کے یکلخت اور اچانک مر جانے سے کل دنیا میں ایک ابتری واقع ہو جائیگی اور ایک عظیم تہلکہ برپا ہو جانیکا نہایت ہی قوی اندیشہ ہے۔ اُس وقت سے روم کے معاندین و مخالفین نے اِس کا یہ نام طنزاً رکھ دیا ہوا تھا۔ مگر بفضلِ ایزد متعال وبکرم عنایت ذوالجلال مرد بیمار نہ مرا ہے۔ اور نہ ہی اُس کی حالت کچھ زیادہ ردی ہوئی ہے۔ بلکہ اب صحیح و سالم۔ تندرست اور چاق چوبند ہو کر اپنے دشمنوں کا قافیہ بند کرنے کو بالکل تیار ہے ۔

دستار کے گرد بڑی آب و تاب سے چمکتا تھا۔ اب صرف ایک پھیکی سی بے نور روشنی دیتا ہے۔ وہ ہاتھ جو اسلام کا جھنڈا پکڑے ہوئے ہے اب بمقتضائے عمر کمزور ہو گیا ہے۔ اب مغرب کی وضع اس کبھی زمانے میں عظیم الشان مہیب چمکنے والی سلطنت کے ساتھ جس کے نام کے "تذکرے" پر مدبرانِ مغرب کے رنگ فق ہو جاتے تھے۔ اور اُس کے سپاہی اپنے اسلحوں کو دیکھنے لگ جاتے تھے ایسی ہے کہ پاؤں اُٹھائے ہوئے آخری لات مارنے کو تیار ہے۔ جس سے وہ بمعہ اپنی "گٹھڑی بقچہ" کے آبنائے باسفرس سے پار جا پڑے گی ؂

کیا ایک مرتے ہوئے شیر کو لات مارنا بخطر امر ہے؟ میں اس بات کو انہیں کی رائے پر چھوڑتی ہوں جن کی انگلیاں اس شیر ببر کی وراثت لینے کو کھجلا رہی ہیں۔ اگرچہ میں خیال کرتی ہوں کہ وہ آخری سلطنت (یعنے روس) جس نے اس تجربے کو آزمایا تھا تسلیم کریگی کہ یہ اس کے حق میں بہت گراں اور تباہی بخش خرچ تھا۔ مگر میں امید کرتی ہوں کہ میرے وہ ہموطن جو ان صفحوں کو پڑھنے سے مجھے عزت بخشینگے جان جائینگے کہ نہ ہی ذار **نکلس کا مرد بیمار** اور نہ ہی میرا مندرجہ بالا استعارہ۔ ٹرکی

ع ۱۸۷۶ء میں جنگ روم و روس سے پہلے مسٹر گلیڈسٹون نے مذہبی تعصب یا کسی اور خیال سے بہت کچھ زہر اُگلا تھا۔ ہرچند کہ مسٹر گلیڈسٹون پالٹیکس کے لحاظ سے لبرل یعنے آزاد خیال آدمی ہیں مگر ٹرکی کے پالٹیکس میں اُنہوں نے جتنی تنگ خیالی دکھلائی ہے اس سے ظاہر ہے کہ وہ ٹرکوں کی طرف سے بہت برانگیختہ ہیں۔ اُسی سال ۱۸۷۶ء کے ماہ ستمبر میں انہوں نے ایک رسالہ شائع کیا جس میں حضور تحریر فرماتے ہیں کہ "بس اب ٹرکوں کو درست کرنے کے لئے صرف ایک ہی علاج باقی رہ گیا ہے کہ (وہ اب یورپ سے چلتے بنیں) یعنے وہ اپنے ضابطیوں (پولیس) مدیروں (حکام ضلع یا کمشنر) بم باشیوں (صد باشی) یوز باشیوں (یک ہزاری) قائم مقاموں اور پاشاؤں سب کو فرداً فرداً اور بالاجمال بمعہ اپنے گٹھڑی بقچہ لیکر آبنائے باسفورس سے پرے (یعنے ایشیا میں) جا بسیرا کریں" اور اسی طرح کا بہت سا ہذیان لکھا تھا۔

حکومت۔ یورپ کی حالت موجودہ کا درست خاکہ ہے ؛

اعلیٰ حضرت سلطان عبد الحمید خاں ثانی کے ظلِ عاطفت میں ٹرکی کی حالت بجائے بیماری یا تنزل کے ہونے کے ایک بہت ہی مضبوط۔ تندرستی اور قیام کی بیان کیجا سکتی ہے۔ یہ بیان کرنا امر واقعی سے ذرا بھی زیادہ نہیں کہ کل دنیا میں کسی اور طاقت نے گزشتہ دس سال میں سنبھلنے اور درستی کے رستے میں اس قدر ترقی نہیں کی۔ اور جبکہ ہم اُن مہیب اور سخت رکاوٹوں اور تکالیف کا خیال کرتے ہیں جن کا منتظمانِ سلطنت کو مقابلہ کرنا پڑا۔ تو یہ امر اَور بھی حیرت افزا اور قابلِ تعریف ثابت ہوتا ہے ؛

اِس مرد بیمار کے استعارے کو تھوڑی دیر کے لئے اَور رہنے دیجئے (جس کو انگریزی سپیکر اور مضمون نگار ٹرکی کے معاملات کو بیان کرتے وقت سخت نفرت انگیز طور سے استعمال کرتے ہیں) ایک بیمار کی خطرناک حالت میں ہر وقت طلبی حکماء کے (ان کے تشخیص مرض میں خواہ کیسی ہی غلطی کیوں نہو) عموماً بہرحال نیک نیتی سے یہی کوشش ہوتی ہے کہ مریض کی قوت بڑھائی جائے اور اُسے صحت کی دوا پلائی جائے۔ اور اگر قطع عضو جیسے زبردست معالجے کی بھی ضرورت آپڑے۔ تو وہ کم ازکم کسی خطرناک سوزش اور مُہلک ورم کے دور کرنے کے لئے یا باقیماندہ اعضا کو قوت اور صحت بخشنے کی غرض سے استعمال میں لایا جاتا ہے۔ مگر ٹرکی کے بارے میں ہر ایک منصف مزاج کو اِس بات کے معلوم کرنے میں کوئی دقت نہیں۔ کہ سفارتی طبیبوں نے ہر حال میں جب کبھی اُن سے استمداد کی گئی۔ بیمار کو پہلے سے بھی بدتر اور قریب مرگ حالت میں چھوڑنے پر اپنی تدبیر اور کوشش کو مبذول رکھا ہے۔ ہر ایک نسخہ جو عہدنامے یا پروٹوکل کی شکل میں تحریر ہوا۔ ہوش وحواس کے سلب کرنے اور مرگ سے پیشتر حالتِ سکتہ پیدا کرنے کے لئے تجویز ہوتا رہا۔ وُہی استعارہ جاری رکھ کر یہ کہنا

بیجا نہ ہوگا کہ مختلف کانفرنسیں اور کانگریسیں جو باب عالی کے معاملات کی درستی کے لئے منعقد ہوتی رہی ہیں اُس مجمع متعدد اطبا سے بالکل مشابہ ہیں۔ جو ایک کروڑپتی کے معالجہ کے لئے طلب ہوں۔ مگر بجائے بیچارے بیمار کے معالجہ کرنیکے اُس کے لالچی وارثوں اور حقداروں کے لئے حصہ بخرے کے انتظام میں مشغول ہوگئے ہوں۔ اِن نامور تمغے پوش اطبا اور سرجنوں یعنے سفرائے ممالک غیر کی ہمت جو قسطنطنیہ میں مرد بیمار کے بستر کے گرد اکٹھے ہوتے ہیں بجائے اُس کو رو باصلاح لانے کے اُس کے خاتمہ بالخیر کرنے پر مبذول رہی ہے ؛

یہ سلطان عبدالحمید ہی کا کام تھا۔ کہ اُس نے اِن مشیخت پناہ بزرگوں کی چالبازیوں کے ایما اور مکاریوں کی ادا کو اچھی طرح سے پالیا۔ اور اُن کو اپنی حضوری سے نکال کر علاج و معالجے کو اپنے لائق ہاتھوں میں لیا۔ جس سے مدبرانِ یورپ کو ذرا رنجش اور بدگمانی پیدا ہوگئی۔ مگر اپنی عیسائی اور مسلمان کُل رعایا کی سچی وفاداری اور اُن کا پورا اعتماد حاصل کر لیا ؛

اِن علاج معالجوں کو جو آج تک کامیابی کے ساتھ استعمال میں لائے جا رہے ہیں مفصل بیان کرنے سے پہلے اِس شخص کے کیرکٹر اور اخلاق پر کہ جس کے دماغ میں وہ پیدا ہوئی ہیں۔ اور نیز اُن واقعات پر کہ جو اُس کے اِس عظیم الشان اور بڑی ذمہ داری کے رتبے اور درجے کو حاصل کرنے کے باعث ہوئے ہیں۔ اور اُن مصیبتوں اور مشکلوں کی کُنہ پر کہ جن کے مقابلے اور بیخکنی کرنے کو وہ کمرِ ہمت باندھی ہوئے ہے غور کرنا ضروری ہے ؛

سنہ ۱۸۷۶ء بھی کہ جس کے ماہِ اگست میں سلطان عبدالحمید اپنے آبا و اجداد کے تخت پر جلوہ افروز ہوئے اِن تعجب خیز واقعات سے خالی نہ رہا۔ کہ جن سے ہلال کی تواریخ جیسا کہ میں اوپر بیان کر آئی ہوں۔ ہمیشہ سے بھری چلی آئی ہے ؛

۴ - جون سنہ مذکورہ کی صبح کو باسفرس کے کنارے پر جبکہ اُس کے جہاز عیسائی تیوہار وہٹسن ٹائڈ (Whitsuntide) کی خوشی میں پھریروں اور جھنڈیوں سے خوب آراستہ تھے۔ ایک محل میں ایک ایسا دردانگیز اور رقت خیز سانحہ واقع ہوا۔ کہ اُس کی نظیر شاہانِ معزول کی تواریخ میں بہت کم ملیگی ؎

آئینے کے سامنے۔ بظاہر اپنی حجامت میں مشغول ایک آدمی کھڑا ہے۔ جس کا غمگین اور اُداس چہرہ زندگی سے بیزاری ظاہر کر رہا ہے۔ گاہ بگاہ اُس کی نظر آئینے سے ہٹ کر اُس دریچے پر جا پڑتی ہے۔ جس میں سے وہ ممالکِ غیر کے جہازوں کی دلفریب آراستگی اور چھوٹی چھوٹی کشتیوں کا بڑے بڑے لنگر انداز جہازوں کے بیچ میں اِدھر اُدھر لہراتے پھرنا۔ اور دوسری طرف کے ساحل کی رونق و بھیڑ و بنگاہ کو دیکھ سکتا ہے۔ دفعتاً ایک دروازے سے جو اُس کے داہنیں ہاتھ پر ہے ایک ذرا سی آواز اُس کی توجہ کو اُدھر سے ہٹا دیتی ہے۔ وہ اپنے سر کو پھیرتا ہے۔ اور حرم کی ایک عورت کو دیکھتا ہے جو سہمی ہوئی آنکھوں سے آمد و رفت والے دروازے کے شیشے میں سے اُس کی طرف جھانک رہی ہے۔ ایک مضطربانہ انداز اور وضع سے وہ اُس طرف جاتا ہے۔ اور دروازے کا قفل بند کر دیتا ہے۔ اور محافظہ غائب ہو جاتی ہے۔ وہ پھر آئینے کے پاس آکر قینچی سے اپنی چھوٹی سی گھنی ڈاڑھی درست کرنی شروع کرتا ہے۔ مگر بار بار اپنے شانے پر سے دروازے کی طرف دیکھتا جاتا ہے۔ کہ اب تو کوئی اُس کی نگرانی نہیں کر رہا۔ ایک گھنٹے کے بعد پھر وُہی آنکھیں دروازے پر نمودار ہوتی ہیں۔ مگر وہ آئینے کے سامنے کوئی صورت نہیں پاتیں۔ اور اُس متحیرہ کے منتظر کان اندر سے کوئی آواز بھی نہیں سُنتے۔ وہ کمرے کو اچھی طرح دیکھنے کے لئے گردن ذرا اونچی کرتی ہے۔ اور ایک سوفا دپلنگ پر جو دیوار کے ساتھ لگا ہوا ہے ایک ایسا نظارہ دیکھتی ہے کہ مارے خوف کے چیختی ہوئی ساتھ کے کمرے میں اپنی ہمجولیوں کے پاس دوڑ جاتی ہے ؎

سلطان عبدالعزیز مرحوم

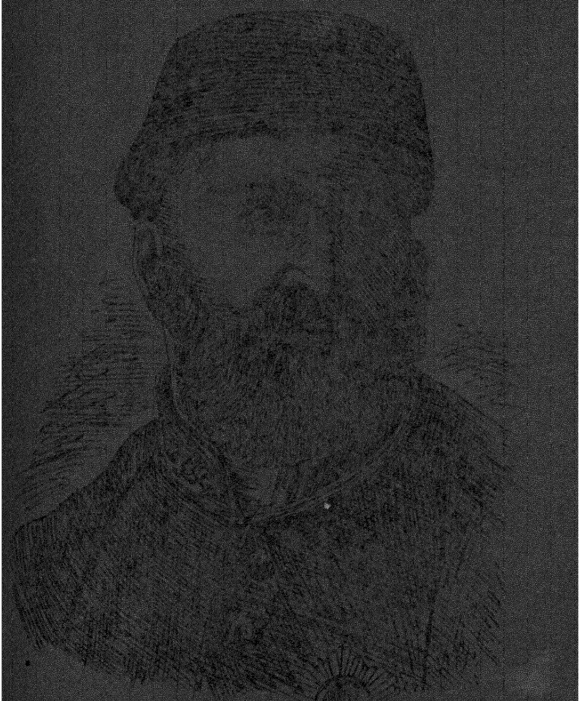

دوسرے لمحے میں حرم روتا اور چلاتا ہوا آہ وزاری تمام روا رکھ کر گزرتا ہے۔ اور کمرے کے دروازے کو توڑتا ہے۔ دروازہ کھل جاتا ہے اور خوف زدہ مستورات اُسکے پاس پہنچ جاتی ہیں جو چند منٹ پہلے اِن کا مالک تھا۔ با ایں ہیئت کذائی کہ ایک کوچ پر لیٹا ہوا۔ چہرے پر مُردنی چھائی ہوئی۔ آنکھیں بند جیسے کہ خوابِ ناز میں ہے۔ ایک بازو ننگا اُس کی ایک طرف لٹکتا ہوا۔ وہ شخص ہے جو چند لمحے پیشتر اِن کی جانوں اور قسمتوں پر قادر تھا۔ اُس کے ایک ہاتھ کی اُنگلی ابھی وہ قینچی پکڑے ہوئے ہے کہ جس سے وہ اپنی ڈاڑھی تراش رہا تھا۔ چند عورتیں لاش پر گر پڑتی ہیں۔ مگر فوراً خوف وہراس سے پیچھے ہٹ جاتی ہیں۔ اُن کے ہاتھ سُرخ ہو گئے ہیں۔ کیونکہ کوچ خون سے تر ہے۔ تاہم جسم پر کوئی نشان جبر وتعدی کا نہیں پایا جاتا۔ اِن دُکھی پریشان حال عورتوں میں ایک ضبط کئے ہوئے خاموش بھی ہے جو سب سے ضعیف ہے اور جو قانونِ قدرت کے مطابق آج تک اِس صدمے سے جل رہی ہے۔ یہ سلطان متوفی کی بڑھیا ماں ہے۔ وہ ایک حاکمانہ وضع سے ذجس کے سامنے اِس جگہ کوئی شخص چون وچرا نہیں کر سکتا، سب کو کمرے سے نکال دیتی ہے۔ تب وہ اپنے فرزند کی موت کا باعث معلوم کرتی ہے۔ دوسرے بازو پر جو جھکے ہوئے جسم سے چھپا ہوا تھا۔ ایک چھوٹا سا سوراخ قینچی سے بنا ہوا ہے اور کہنی کے اندر کی طرف عین اُس جگہ جہاں بڑی رگ سطح پر اُبھری ہوئی ہوتی ہے۔ اِس ذرا سے سوراخ کے رستے سے اُس کی بیزار سوح پرواز کر گئی ہے ؛

تب محل کے خواجہ سرا طلب کئے جاتے ہیں۔ اور تھوڑی دیر کے بعد معزول سلطان عبد العزیز کا جسم فانی ایک دود آلود غیر مستعمل پست کمرے میں ایک سوتی کمبل میں ایک ہی سپاہی کے پہرے میں پڑا ہے۔ آہ! جو شخص ایک ہفتہ پہلے دنیا کی ایک عظیم الشان اور اوّل درجے کی سلطنت کا خود مختار حاکم اور مذہب اسلام کا سرتاج اور صدر

اعلیٰ تھا۔ جس کے جیب میں مشرق کی کنجیاں تھیں۔ اور جس کے اشارے پر ایک لاکھ دلیرانِ جنگ آزما مغربی دنیا کی حدود پر خوفناک اور مہیب تباہی ڈال سکتے تھے آج وہ ایسی کس مپرسی حالت میں پڑا ہے۔

اس روز کل دنیا میں ہر ایک بری اور بحری تار برقی اس خوفناک حادثے کی کہانی سے بھرا ہی تھی۔ کوچہ و بازار میں ہر کہ ومہ کے لب پر لفظ "مقتول" تھا بلکہ اخبار ٹائمز (Times) نے بھی کہ جس نے چند مدت پہلے اپنے ناظرین کو مژدہ سنایا تھا کہ اب روم کا سلطان بغیر کسی فساد ہونے یا کوئی ناجائز طریقہ عمل میں لانے کے معزول کیا جا سکتا ہے۔ کسی قسم کی تصدیق کرنے کے بغیر ہی عام رائے سے تطابق اور توافق کیا تھا۔

لیکن اکثر سرسری رائے بہ نسبت اُن فیصلوں کے جو نامکمل اور فریب دہ شہادتوں پر قائم کئے جاویں۔ زیادہ تر درست ہوتی ہے۔ اور ہر فرد بشر جو اُس وقت کے معاملات با سفیر سے پوری آگاہی رکھتا ہے۔ یا جو اس وقت قسطنطنیہ میں موجود تھا جبکہ آخر کار باغیوں کا مقدمہ ہوا۔ فوراً مان جاویگا۔ کہ البتہ اس معاملے میں پرنٹنگ ہوس سکوئیر Printing house square یعنی کارخانہ ٹائمز کی فوری رائے بیشک درست تھی۔ اور تمام مشتہر کردہ افسانہ نما کہانی قابل اصلاح ہے۔

میں نہیں جانتی کہ اس مسئلہ خودکشی یا قتل کو میں یہاں کبھی اتنی جگہ دیتی۔ اگر سر ہنری ایلیٹ روم کے فرمانروائے حال پر اعتراض کرنے اور الزام لگانے کی موجودہ کوشش سے ملک کی توجہ کو اس بحث کی طرف مبذول نہ کرتا۔

اپنے دوست مدحت پاشا کے کیریکٹر کو اجلا ثابت کرنے کے تردد نے سفیر سابق کو اس بات پر مجبور کر دیا کہ وہ انگریزی قوم کو واقعات الٹ پلٹ کر بتا دے۔

سر ہنری ایلیٹ

ذاتی مشاہدے کو وہ اپنی داستان میں اِتنے تکرار سے بیان کرتا ہے کہ گو میرے ناظرین اِس بحث سے اُکتا جاویں۔ تاہم میں اِس واردات کو بے کم و کاست جس طرح مجھے معلوم ہے بیان کرونگی۔ اور اِس شہادت کا لب لباب بیان کرکے جسپر ایک باقاعدہ عدالت کے روبرو باغی مجرم گردانی گئی تھی۔ یہ بات ناظرین پر حصر رکھونگی کہ وہ فریقین کو جانچ کر اپنی رائے خود قائم کرلیں۔ اگرچہ میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ میرا بیان اُن اشخاص کی رائے پر کچھ اثر رکھے گا جو پالیٹکس (Politics) کے اِن نئے خیالات کی روشنی لیتے ہیں۔ کہ "وہ لوگ جو بہر حال بحیثیت عہدہ یا مواقع اطلاعیابی کے کُل واقعات (کی کیفیت) سے بیخبر ہوں۔ اکثر اُن لوگوں کی نسبت جو موقع واردات پر موجود ہوں۔ زیادہ درست نتیجہ نکال لیتے ہیں۔ جیسا کہ نظیراً برمنگھم کا ایک شہری کونسل انتظام ہند کے کسی مسئلے کے حل کرنے میں بہ نسبت اُس عہدہ دار کے جس نے اپنی عمر کا بہت بڑا حصہ ہندوستانی ملازمت میں خرچ کیا ہو زیادہ قابلیت رکھتا ہے"۔ مگر میں اِس بارے میں شک کرنے کی جُرأت کرتی ہوں (اگر مسٹر گلیڈسٹون فرمائیں) کہ کیا میرے ہموطنوں کا بہت سا حصہ اِس فیشن ایبل مغالطے کی تقلید کرنے کے لائق ہو گیا ہے؟ یعنی ہرگز نہیں اور اِسی لئے میں یہ بیان کرنا مناسب خیال کرتی ہوں کہ باوجودیکہ میں نے اپنی زندگی کے گزشتہ دس سالوں کا بہت بڑا حصہ مشرق میں صرف کیا ہے۔ اور ایسے اکثر اشخاص سے رشتہ اتحاد اور مودت رکھتی ہوں جن کے ہاتھوں میں سلطنت عظمیٰ عثمانیہ کا انتظام ہے۔ تاہم میں آج تک کسی ایک ترک سے بھی نہیں ملی۔ جسے سلطان عبدالعزیز کے قتل ہونے میں ذرا سا بھی شبہ ہو۔ تھوڑا ہی عرصہ گزرا ہے۔ کہ اُس کی ایک بیوہ نے۔ جو آج آدریانوپل کے ایک بڑے عہدہ دار سے بیاہی ہوئی ہے اثنائے گفتگو میں جب اِس حادثے پر بحث چھڑ پڑی۔ بیان کیا۔

کہ اس تمام جھگڑے اور مغز زنی سے کیا فائدہ۔ ہم سب اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ وہ (عبدالعزیز) قتل کیا گیا؛

سلطان عبدالعزیز کی زندگی کے آخری گھنٹوں میں جو کچھ اُس کے کمرے میں درحقیقت واقع ہوا۔ ہمیشہ کے لئے ایک بحث طلب امر رہیگا۔ اور اس قدر متضاد شہادتوں کے وقوع کے باعث امر واقعی معلوم کرنے کے لئے نتائج پر نظر کرنے کے بجائے اسباب و اغراض پر غور کرنا چاہئے۔ اور اسی طریقے کو سر ہنری ایلیٹ نے باوجود ان اطبا کے سرٹیفکیٹ کے ذکر کرنے کے جنہوں نے سلطان کے مُردہ جسم کا معائنہ کیا تھا۔ پسند کیا ہے۔ کیونکہ اس نے مقتول کے پاگل ہونے اور اُس کے قتل کئے جانے کی کسی طرح کی غرض نہ موجود ہونے کو ثابت کرنے میں بڑی بیقراری اور اضطراری ظاہر کی ہے؛

اوّل سلطان کی دلی (دماغی) کیفیت اور خودکشی کی اَپرادری (A priori) ممکنات کو لیجئے۔ ہنری نہایت ہی سرسری اور بیہودہ امور کی طرف جھک کر اُن سے بہت ہی بے اندازہ اور عموماً غلط نتائج نکالنے سے نہیں جھجکا۔ جیسے وہ لکھتا ہے۔ کہ "بعض اوقات وہ (سلطان) کسی چیز پر جو سیاہ روشنائی سے تحریر کی گئی ہو نظر تک نہ ڈالتا تھا۔ اور اس لئے ہر ایک کاغذ اُس کے سامنے پیش کئے جانے سے پہلے سُرخ سیاہی سے نقل کیا جاتا تھا۔ سفیر متعینہ ممالک غیر اپنے اپنے مقام پر نہ جا سکتے تھے۔ اور اُن کو بہت عرصے تک انتظار کرنا پڑتا تھا۔ کیونکہ سفارت ناموں کا بجانب شاہانِ ممالکِ غیر سُرخ سیاہی سے تحریر کرنا بیقاعدہ تھا۔ اور وہ کسی چیز پر دستخط نہ کرتا تھا جو سرخ روشنائی سے تحریر نہ کی گئی ہو"۔ اب کیا یہ بات قابل تسلیم ہے کہ سر ہنری ایلیٹ جو قسطنطنیہ میں اتنے عرصہ دراز تک اپنے مُلک کا معتبر ایلچی رہا ہو۔ اس امر سے ناواقف ہو کہ ترکی سفراء اور ایلچیوں کے معتبر سفارت ناموں پر

سلطان کبھی دستخط نہیں کرتا۔ بلکہ بابِ عالی کی طرف سے دئیے جاتے ہیں۔ اور سُرخ
سیاہی ہی سرکاری نوشتوں میں برتی جاتی ہے۔ (کیونکہ سُرخی ہی شاہی خاندانِ
بائی زنیٹائن کا رنگ ہے) اور ہمیشہ سے شاہانِ مشرق اور پیغمبرانِ اعظم اسی کا استعمال
کرتے ہیں۔ اگر بادشاہوں کی ایک ذرا سی نامناسب ہٹ تفصیلی بحث میں ان کے
پاگل پننے کے ثبوت میں لیجا سکتی ہے تو بتاؤ تو سہی کہ اس وقت یورپ کے تاجداروں
میں سے کتنے ایک پاگلخانوں کی دیواروں سے باہر رہیں گے؟

اور سلطان کی مفروضہ مایوسی کے بارے میں جو لکھا گیا ہے۔ سو اس وہم کے
ہونے کی ذرا سی وجہ بھی نہیں پائی جاتی۔ تقدیر کے مسئلے کو جو ہر ایک ترک کے کیریکٹر
میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اور جس کے باعث وہ تکالیف اور مصائب کے پیش
آنے پر پکارتا ہے "قسمت"! اور فلسفیانہ سنجیدگی کے ساتھ آنے والے امور کا منتظر
رہتا ہے۔ الگ رہنے دو۔ سلطان اپنے سے پہلے بادشاہوں کی تواریخ اور قسطنطنیہ
میں معاملات کی اصلی کیفیت سے بیعلم نہ تھا۔ وہ بخوبی جانتا تھا کہ عثمانی سلطنت کی
تواریخ میں یہ امر نادر نہیں کہ اُس کا ایک بادشاہ آج امورِ سلطنتی کے کسی تغیر سے معزول
کیا گیا ہو۔ اور بعد ازاں یا تو دوبارہ تخت پر بٹھلایا گیا۔ یا اُسے اپنی بقیہ زندگی یا شان و
شوکت تنہائی میں گزارنے کی اجازت مل گئی ہو۔ مصطفےٰ اول۔ ابراہیم اول۔ محمد چہلم
مصطفےٰ ثانی اور سلیم ثانی کی تواریخ کو جانتے ہوئے "بیجانہ گزشتہ واقعات مایوسی کی سر
گوشیوں کے اُسپر غالب آجانے کے برخلاف تھے...... نہ ہی پولیٹیکل حالت
اُس وقت کوئی ایسی بڑی مایوسی دہ تھی۔ اگرچہ **جوان ترکی** ایک اچانک حکمت
عملی (چالبازی) سے غالب ہو گئی تھی۔ تاہم عبدالعزیز خوب جانتا تھا کہ **قدیم ترکی**
کسی طرح ابھی بالکل ہی مر نہیں گئی۔ اور نیز یہ کہ باایں ہمہ اُس کی اغراض و مقاصد کی
روسی سفارت بڑے زور سے معاون ہے۔ اور یہ باور کرنے کی بھی اُس کے پاس

کافی وجہ تھی کہ سپاہ کا بہت بڑا حصہ اُس کا دلی خیر خواہ ہے جن کی بہتری اور اصلاح
کا وہ ہر وقت نگران و خواہاں رہا تھا۔ اِن دلائل پر یہ اَور زیادہ کرو کہ اُسے مراد کی
صحت کا حال پورا معلوم تھا۔ اور بایں وجوہ وہ جانتا تھا۔ کہ اس کی معزولی کوئی
ہفتوں کی بات ہے۔ اور یہ امر مجھے اور ہر ایک شخص کو جو اُس وقت اسلامبول
میں تھا۔ بخوبی واضح ہے۔ کہ خودکشی کے اسباب و اغراض بالکل مفقود تھے میں
یہ بھی بتا دینا چاہتی ہوں کہ اسلام میں مذہب عیسوی کی طرح خودکشی ممنوع ہے۔
اور سلطان اپنے احکامِ شرعی کا سخت پابند تھا ؛

ہاں البتہ وہ سب امور جو عبد العزیز کو اپنا وقت نگاہ رکھنے اور خاموش رہنے
پر آمادہ کرتے۔ اُس کے مخالفین کے لئے بھی کافی وجوہ تھیں کہ وہ پولیٹیکل دورہ
گردی کے دائرے سے دور کر دیا جاوے۔ وہ روسی سفارت (Diplomacy)
کے اَن تھک استقلال اور اِس امر کو کہ جب تک مادۂ سازش موجود ہے سازش
رفع نہوگی۔ بخوبی جانتے تھے۔ اُنہیں معلوم تھا کہ نئے سلطان کی صحت کا راز
مدت تک مخفی نہیں رہ سکتا۔ وہ سپاہ کے بغاوت کر دینے سے ڈرتے تھے جس کا
بہت سا حصہ (جیسا کہ بیان ہوا) اپنے قدیم آقا سے دلی اُلفت رکھتا تھا۔ اُن کو
معلوم تھا کہ دورہ گردی کی پالیسی کا اُدھرجانا کامیاب سازشیوں کے لئے صرف
پولیٹیکل تباہی ہی نہیں بتلاتا۔ بلکہ جلاوطنی اور سُولی۔ اور تاریخ ہمیں سکھلاتی ہے
کہ وہ اشخاص جو انقلابِ سلطنت کے قضیئے کے صُغریٰ و کبریٰ کو قبول کر لیتے ہیں
اِس کے نتیجے پر کاربند ہونے سے کم جھجکتے ہیں ؛

اپراوری (Apriori.) شہادتوں کے لئے اِسی قدر کافی ہے۔ اور
اب اِس انقلاب کے کرنے والوں کے مقدمے کی طرف رجوع کرنے سے پیشتر
میں ایک دو لفظ سر ہنری ایلیٹ کے مضمون پر لکھتی ہوں جس کی ہی وجہ سے

سرٹ میں اس واقعہ کو بطور کہانی کے لکھنے کے بجائے دلیل کی طرز میں تحریر کرنے پر مجبور ہوئی ؛

جب کوئی مصنف پبلک کے سامنے گزشتہ دس سال کے واقعات کی داستان بیان کرے جس میں اس نے ان زندہ اشخاص پر جو بحیثیت اپنے منصب کے اس کے ساتھ بحث کرنے یا اس کی تردید میں شہادت پیش کرنے پر معذور ہوں۔ سخت ناقابل برداشت حملے کئے ہوں اور تہمتیں باندھی ہوں ناظرین کے لئے جن کو اس نے مخاطب کیا ہو۔ اس کی ذاتی سچائی اور معتبری کا سوال عائد ہوتا ہے دریافت کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اور اگر یہ ثابت ہو جاوے۔ کہ اس نے وہ واقعات چھوڑ دئے ہیں جو اس کے پیش نہاد منصوبے کے برخلاف تھے۔ تو اس سے واضح ہو جائیگا۔ کہ اس نے اس کتاب کو کم از کم اگر بڑی رعایت سے کہا جاوے) ایک طرفداری کی پرجوش حالت میں لکھا ہے۔ اور اگر یہ بھی ثابت ہو جاوے کہ اس نے واقعات کے تفصیل بیان میں عمداً غلطی کی ہے۔ تو ہر ایک منصف مزاج جج کو اس کے اصلی اور بڑے مقولوں اور مسائل سے اگر کمال بے اعتباری نہ سہی۔ تو پوری بدگمانی تو ضرور ہو جائیگی۔ خلاصتاً اور عاماً یہ کہا جائیگا کہ وہ ناقابل اعتبار۔ غیر معتبر بے وزن شہادت ہے۔ اور یہ دونوں باتیں سر ہنری ایسٹ کے بارے میں ثابت کیجا سکتی ہیں۔ جس کا مضمون مورخانہ طور پر واقعات بتلانے کو نہیں۔ بلکہ بظاہر کسی مقدمے کو ابھارنے اور تقویت دینے کے لئے ایک وکیل کی سی تقریر معلوم ہوتی ہے ؛

سرخ سپاہی کے بڑے مسئلے میں ابھی میں بیان کر چکی ہوں کہ سر ہنری اپنے مقدمے کو تقویت دینے کے لئے ایسے امور کو بھی جن کی اصلی کیفیت بالکل دوسری طرز پر ہے کیا جلد شہادت میں شامل کر لیتا ہے۔ لیکن اس قسم کی ایک

اَور بھی بہت بڑی نظیر اِس مضمون کے اُس حصّے میں موجود ہے۔ جس میں نوجوان سرکیشین افسر چرکس پاشا کا حسین عونی پاشا کو مجلسِ شوریٰ میں قتل کرنے کا ذکر ہے حسین عونی اُس فوج کا جو متوفی سلطان کے مرنے کے وقت اُس کے محل کی محافظ تھی افسر تھا۔ (اِس رات کو محل کا پرانا گارڈ ہٹایا جا کر نئی رجمنٹ مقرر کی گئی تھی جس سے عبدالعزیز کا کوئی ذاتی تعلق نہ تھا) اور جیسا کہ آخرکار تفتیشِ مقدمہ میں ظاہر ہوا کہ سلطان عبدالعزیز کی جان لینے کی تجویزوں کو پورا کرنے میں باغیوں کا بڑا بھاری آلہ وہی تھا۔ سلطان کے مرنے کے دس دن بعد جبکہ حسین مجلس وزراء میں موجود تھا چرکس نے ایوانِ شوریٰ میں داخل ہو کر اُس کو جس طرح بیٹھا ہوا تھا ویسے ہی گولی سے مار دیا۔ پھر اُس کے ساتھی سازشی رشید پاشا کو قتل کیا۔ اور وزیر صیغہ بحریہ کو علاوہ اُن تُہتوں کے قتل و مجروح کرنے کے جنہوں نے اِسے پکڑنا چاہا زخمی کیا۔ اب سرہنری ایلیٹ اِس کہانی کو بڑی تشریح سے لکھتا ہے۔ اور میں مانتی ہوں بڑی ہُنرمند لیاقت اور چالبازی سے۔ اسی افسانہ نویسی میں مشق کرنی چاہیئے اِس معزول سفیر کو۔ وہ یہ صریحاً ظاہر کرتا ہے کہ "میں اُس وقت کے تمام واقعات سے بخوبی واقف ہوں۔ اور میرے قوی حافظے کی یادداشت میں وہ اب تک برابر تازہ رہے ہیں"۔ وہ اِس ماجرائے قتل کے افسانہ نما بیان کے اخیر پر لکھتا ہے۔ "کہ وہ سوائے اُس ذاتی کاوش کے جو چرکس کو وزیر جنگ سے تھی کسی اَور پولیٹیکل خیال نے اُسے برانگیختہ نہ کیا تھا"۔ اب غور کرو کہ سرہنری یہ بتلانے سے معذور ہے کہ اگر چرکس کی ذاتی کاوش صرف حسین عونی کے ساتھ تھی۔ تو اُس نے بڑی ثابت قدمی اور اِستقلال سے عمداً وزیر صیغہ خارجیہ کو کیوں قتل کیا۔ اور وزیر صیغہ بحریہ کی جان لینے کے درپئے کس لئے ہوا۔ مگر میں اپنے ناظرین کو خاصکر اِس امر کی طرف متوجہ کرتی ہوں۔ کہ وہ یہ بیان کرنا بالکل چھوڑ جاتا ہے کہ عبدالعزیز چرکس کا بہنوئی

حسن بے

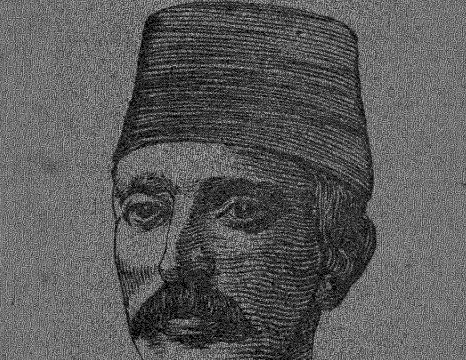

تھا۔ اب یہ خیال کرنا سر ہنری کی صریح ہتک ہوگی۔ کہ وہ اِس شنبیہ بخش حسرت افزا وقوعی کے دیگر سب جزو کُل حال سے تو آگاہ ہو۔ لیکن نوجوان سرکیشین اور سلطان کے اِس رشتۂ قرابت کے علم سے نابلد ہو۔ اِس لئے باوجود جاننے کے (جیساکہ وہ اِس سے بہرحال واقف تھا اور اب بھی ہے) اُس کا اِس کو چھپانے بیں کیا مدعا تھا۔ اگر یہ نہ تھا۔ کہ اِس سے چرکس کے وزیر پر حملہ کرنے کی اصلی غرض جو یوں پوشیدہ تھی۔ ظاہر ہوتی ہے۔ یعنی اپنے مقتول رشتہ دار کا عوض لینا؛

سر ہنری الیئٹ نے شہادت کی قدر و منزلت کا اندازہ ایسا لگایا ہے جس سے ایک مُفقن کے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اِس بات کی تائید میں۔ کہ حسین خونی کو قتل کرنے میں چرکس حسن کی کوئی خاص غرض نہیں تھی۔ بلکہ وہ ایک "ہندوستانی خونی[۵۸] کی مانند" اپنے آپ کو بنگ[۵۹] سے بالکل مدہوش کئے ہوئے تھا۔ وہ ہمیں بتلاتا ہے کہ چرکس حسن نے پہلے وزیر کو اُس کے مکان پر تلاش کیا۔ اور اُس کو وہاں نہ پاکر مجلس شوریٰ تک اُس کے پیچھے آیا۔ بالتحقیق شہادت کے اِس حصے کا کُل وزن پاگل خونی کی کیفیت کے ثابت کرنے کے بالکل متضاد ہے۔ سر ہنری اپنی طرفداری کے جوش میں بالکل کھُلم کھُلا ہے (یعنی وہ اُسے چھپاتا تک نہیں چاہتا)؛ اِس کے حافظے کی کوتاہی کا ایک اَور بڑا ظاہر و باہر ثبوت تاریخوں کے اندراج کے

۵۸ جزائر ملایا وغیرہ واقع مجمع الجزائر ہند میں یہ عام واقع ہوتا ہے کہ کوئی شخص اپنی جان سے بیزار ہو جانے پر تلوار یا کوئی اَور ہتھیار لے کر بے تحاشا شارع عام میں دوڑتا پھرتا ہے۔ اور جو سامنے نظر پڑے اُسی کا کام تمام کر دیتا ہے حتیٰ کہ وہ خود مقتول یا سخت مجروح نہ ہو جاوے کہ طاقتِ حرکت بھی سلب ہو جاوے؛

۵۹ ہنری صاحب کو علمِ طب سے ذرا واقفیت حاصل کرنا چاہئے۔ یہ عام مُسلّم مسئلہ ہے کہ بنگ کے نشے سے متہور سے متہور بھی پہلے سرے کا ڈرپوک ہو جاتا ہے۔ اور دوسروں کو قتل کرنا تو بجائے خود رہا وہ اپنے سائے سے ڈرا کانپتا ہے؛

بارے میں ہے۔ وہ کہتا ہے کہ کانسٹیٹیوشن کا اشتہار ۵ جون کو ہوا۔ مگر یہ غلطی احاطہٗ عقل سے خارج ہے۔ کیونکہ وہ خود اُس کانفرنس کا جو ماہ دسمبر ۱۸۷۶ء قسطنطنیہ میں منعقد ہوئی ممبر تھا۔ اور جس کی پہلی نشست میں اُس ایک سو ایک توپ کی سلامی سے ہلچل پڑ گئی تھی۔ جو نئی کانسٹیٹیوشن کی یادگار میں سر کی گئی تھی۔ اگر اُس کو توپوں کی شلک بھول گئی ہے تو کیا اُسے مدحت پاشا کے معاونین کی وہ چھیڑ زا اور خوشامدی ستائشیں بھول گئی ہیں جو کانفرنس کو ناکامیاب کرنے میں اس کی مفروضہ کوششوں کے صلے میں دی گئی تھیں؛

اب کچھ تھوڑا سا بیان اُس تحقیقات کا جس کو سر ہنری ایلیٹ نقلی تحقیقات کے نام سے پکارتا ہے جس میں قاتلانِ عبدالعزیز اپنے کیفر کردار کو پہنچے سُنئے۔ ہاں البتہ یہ خیال کرنا شاید حب الوطنی ہو۔ کہ وہ کُل تحقیقاتیں جو اولڈ بیلی Old Bailey کی حدود سے باہر کیجاتی ہیں۔ انصاف کی صرف جھوٹی نقلیں ہیں۔ اور وہ کُل جج جن کو انگلستان کے وزیر اعظم نے مقرر نہ کیا ہو صرف ظلم پرست اور ستم کے غلام ہیں۔ لیکن ماسوائے اس کے کہ یہ انگریزی وہم ہمیشہ کے لئے درست مانا جاوے۔ نقلی ہونے کی صفت اُس تحقیقات پر جس نے ۲۷ جون ۱۸۸۱ء کو قسطنطنیہ میں نشست کی تھی۔ عائد نہیں ہو سکتی۔ ملزم معمولی عدالت میں ان الزامات کی تحقیقات کی جوابدہی کے لئے جو اُنپر لگائے گئے تھے پیش کئے گئے۔ اس تحقیقات میں ہر فرد بشر کو بارِ عام تھا اور عدالت کا پریسیڈنٹ ایک عیسائی تھا۔ اور کارروائی عدالت کے وقت کُل سفرائے دُوَلِ خارجہ کے وکیل اور نائب موجود ہوتے تھے سب کچھ معمولی قانون کے مطابق کیا گیا۔ اور کوئی قانون جبریہ قید کرنے میں سہولیت پیدا کرنے کے واسطے پہلے ہی سے نہ پاس کیا گیا تھا؛

فردِ جرم بہت لمبی تھی جس کے پڑھنے میں اڑھائی گھنٹے صرف ہوئے۔

اس میں سب سے بڑھ کر مطلب خیز فقرہ یہ تھا جس میں یہ بیان کیا گیا۔ کہ سلطان مراد کی معزولی کے بعد سلطان عبد الحمید کی تخت نشینی پر محلِ سلطانی کے اخراجات کو کم کر دئیے جانے کا فیصلہ ہوا۔ اور اس غرض کے لئے کُل عہدوں اور ملازمتوں کی پڑتال کی گئی۔ اس کے دوران میں معلوم ہوا کہ تین شخص جو نہایت ہی ادنیٰ کاموں پر مامور ہیں۔ ایک ایک سو پونڈ (ہزار روپے) ماہوار تنخواہ پاتے ہیں۔ عند التحقیقات ظاہر ہوا کہ یہ تنخواہیں اُن کو بمعاوضہ اُن خدمات کے۔ جو اُنہوں نے سلطان عبد العزیز کے قتل کرنے میں کیں ملتی ہیں۔ قصہ کوتاہ اُنہوں نے اقبال کیا کہ ہم تینوں سے نوری پاشا نے حلفِ رازداری لیا تھا۔ جو کانسلِ وُزرا کا رجوار اوۂ سلطانی سے مقرر کی گئی تھی۔ اور جس کے حکم اور اجازت بغیر کچھ نہ ہو سکتا تھا) بمنزلہ ایک کا رکن اَوزار کے تھا۔ عبد العزیز کو قتل کر دینے کے علاوہ کونسلِ وُزرا نے باقی کل شہزادگان کو مار ڈالنے کی ٹھان لی تھی۔ جن کو اسی غرض کے لئے ناسپاتی کوشک میں مدعو کیا گیا تھا۔ مگر اس سازش کے قدرے فاش ہو جانے پر شہزادگان نے دعوت قبول نہ کی ؛

پہلی شہادت مصطفےٰ پہلوان کی تھی۔ جس نے بیان کیا کہ "مجھے محمد جلال نے بلا کر اقرار کیا کہ وہ مجھ کو اور دو اور شخصوں کو ایک ایک سو پونڈ ماہوار دیگا۔ اگر ہم عبد العزیز کو اس چاقو سے جو محمد جلال ہمیں دیگا رگ کھول کر ہلاک کر دیں۔ پھر نوری پاشا نے اس وعدے اور ان ہدایات کی تصدیق کی اور ہم سے حلفِ رازداری لیا۔ اور ہم میں سے ہر ایک کو علاوہ سو سو پونڈ ماہوار کے تیس ۳۰ تیس پونڈ یکمشت بطور انعام کے ملے۔ گارڈ روم میں ایک رات بسر کرنے کے بعد ہم کو افسران نجیب بے و علی بے نے متوفی سلطان کے محلِ سکونت میں داخل کیا۔ جرم کا ارتکاب فہری بے کے عین زیرِ نظر مطابق اس کی ہدایات کے ہوا جس نے سلطان کو شانوں سے پکڑے رکھا۔ اور جلال و آغالاتوں کو قابو کئے رہے۔ میں نے خود دونوں بازوؤں کی رگوں کو کاٹا۔ اور نجیب و

علی کمرے کے دروازے پر نگراں رہے۔ تب لاش کو ململ میں لپیٹ کر گارڈ روم میں لے گئے۔ جہاں اُسے ایک بوریئے پر رکھ دیا گیا"۔ سوال از جانبِ عدالت۔ "کیا یہ سچ ہے۔ کہ گارڈ روم کو لیجاتے وقت سُلطان میں ابھی تک علاماتِ زندگی پائی جاتی تھیں"۔ جواب "مجھے نہیں معلوم۔ مگر میرے خیال میں وہ بالکل مرچکا تھا محض مُردہ"۔

دوسرے گواہ حاجی محمد آغا نے مسبوق الذکر کے بیانات کی جُزو کُل میں تصدیق کی؛

جگنتی مصطفےٰ نے۔ جو سُلطان کے قتل کرنے میں معاون ہونے کا پہلے اقبال کرچکا تھا۔ اب اپنا اقبال واپس لے لیا۔ اُس نے یہ تسلیم کیا۔ کہ "میں نے یہ بیان کیا تھا کہ نوری پاشا نے مجھ سے اور میرے ساتھیوں سے حلف لے کر ہمیں سُلطان کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ مگر یہ بیان درست نہیں۔ مجھ سے غلطی ہوگئی تھی۔ بلکہ برخلاف اِس کے نوری پاشا نے ہم کو سُلطان کی بغایت درجہ خبرداری کرنے کا حکم دیا تھا۔ اور ہم نے ویسا ہی کیا۔ لیکن بدقسمتی سے سُلطان عبدالعزیز نے دوسرے ہی دن خودکشی کرلی"۔ سوال۔ "کیا تم سُلطان کے قتل میں شامل تھے؟" جواب "نہیں میں نیچے تھا۔ مگر شور سُنتے ہی اوپر دوڑ آگیا۔ اور اُس وقت اِس حادثہ جانکاہ کو معلوم کیا"۔ سوال "مگر تم اِس کے عین برعکس اقبال کرچکے ہو"۔ جواب "مجھ سے غلطی ہوئی"؛

مدحت پاشا کے داخل ہونے پر ایک حالت سی طاری ہوئی۔ اِس نے بڑی متانت سے گفتگو کی۔ اور بار بار نوٹوں سے حوالہ لیتا جاتا تھا۔ اُس نے ہجو کہا۔ کہ مجھے پیش از تحقیقات مجرم گردانا گیا ہے۔ مگر ساتھ ہی اُس نے سُلطان کی اُس انصفت پسندی پر داد دی۔ کہ اُس نے میری تحقیقات عام پبلک میں کئے جانے کا حکم دیا ہے۔ اُس نے کسی ایسی کونسلِ وُزرا کے ہونے سے جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ اور بغیر جس کے حکم کے کچھ نہیں ہوسکتا تھا۔ بالکل لاعلمی بیان کی۔ اُس نے انکار کیا کہ سُلطان کے قتل کے لئے کوئی حکم دیا گیا تھا۔ ہاں یہ مان لیا کہ اُس سے ہر قسم کے اسلحے لئے جانے کا

مدحت پاشا

حکم دیا گیا تھا۔ اُس نے یہ بھی بیان کیا۔ کہ "جوں ہی سلطان کی خودکشی کی خبر میں نے سُنی مجھے ڈر تھا کہ مجھ پر شک کیا جاویگا"۔ سوال "وہ تم نے باضابطہ تحقیقات کرانے کا کیوں نہ حکم دیا"۔ جواب "اور وزیروں سے بڑھ کر یہ صرف میرا ہی کام نہ تھا۔ اگر مجھ پر الزام عائد ہو سکتا ہے تو ویسا ہی دوسرے وزراء پر ہے"۔

مارتیل آفندی نے۔ جو اُن اطبا میں سے تھا جنہوں نے عبدالعزیز کے جسم کا معائنہ کیا۔ حلفاً بیان کیا کہ "میں نے اور میرے ساتھیوں نے متوفی سلطان کے صرف بازو۔ ہاتھوں اور چہرے کا ملاحظہ کیا۔ کوئی تحقیقات سرکاری مقرر نہ کی گئی اور نہ ہی پوسٹ مارٹم (مُردے کے اعضا کا امتحان) ہوا"۔

ابراہیم آفندی محلِ سلطانی کے ایک افسر نے۔ جو مراد کی طرف سے عبدالعزیز کے پاس پیغام لے کر گیا تھا اُن تظلم اور بدسلوکیوں کی شہادت دی۔ جو علی بے کے ہاتھوں سے عبدالعزیز برداشت کرتا تھا۔ اُس نے بیان کیا۔ کہ "طعامِ چاشت تک بھی کونسل وزراء کی اجازت کے بغیر معزول سلطان کو نہ ملتا تھا"۔ اور حلفاً کہا کہ "قتل عمد کے مرتکب کونسل وزراء سے خفیہ طور پر ملے تھے"۔

میجر احمد آفندی اور جرنیل عثمان پاشا نے قسم اُٹھائی کہ صبح قتل کی ماقبل رات کو علی بے سلطان کے محلِ سکونت میں تھا"۔

اس مقدمے میں نہایت ہی نمایاں امور شائد ملزمان کے وکلا کی تقریریں تھیں۔ رفیعہ آفندی مصطفیٰ پہلوان کے وکیل نے تو آخر میں خودکشی کی بحث ہی کو الگ رکھ دیا۔ اور گو اُس نے قتل کا صاف صاف اقبال تو نہ کیا۔ مگر اس بات پر زور دیا۔ کہ اگرچہ میرے موکل فعلاً مجرم ہیں لیکن قانوناً نہیں۔ کیونکہ اُنہوں نے صرف احکامِ مصدرہ کی پابندی کی ہے۔ اور بمنزلہ ایک شخص کے تھے جو کسی ظالمانہ حکم کی تعمیل کرتا ہو"۔

اقبالی ملزم کے وکیل نے بیان کیا کہ اُس کا موکل اقبال کر دینے کی وجہ سے۔

گو مجرم قتل ہی ہو۔ لیکن بریت کا مستحق ہے۔ مگر وہ ساتھ ہی اِس پر بھی زور دیتا تھا۔ کہ قتل وقوع میں نہیں آیا۔ اور اُس نے اپنے بچاؤ کا زیادہ انحصار اقبالی ملزموں کی شہادت کے اِس امر میں خلاف ہونے پر رکھا۔ کہ درانحالیکہ وہ سب بیان کرتے ہیں کہ قتل بذریعہ ایک چاقو کے واقع ہوا۔ لیکن ڈاکٹروں نے کہا ہے کہ زخم قینچی کی نوک سے کئے گئے تھے ؛

کوئی شخص جو بچاؤ کی ان تقریروں کو پڑھے۔ یہ جانے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ یہ تقریریں بڑے لائق اور چالاک آدمیوں کی ہیں جو ایک بڑی زبردست شہادت کے مقابلے میں ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ شہادت کا خاصکر بڑا زبردست حصہ اطبا کا حلفاً اظہار ہے جنہوں نے قسم اُٹھا کر کہا۔ کہ جس آدمی نے اپنے ایک ہاتھ کی رگ کو کاٹ دیا ہو۔ ہرگز دوسرے ہاتھ کی رگ نہیں کاٹ سکتا۔ کیونکہ زخمی بازو بالکل ناکارہ ہو جاویگا ؛

تحقیقات کا سب سے دلچسپ ماجرا عدالت اور مدحت پاشا کا مباحثہ تھا۔ جس نے اپنے بچاؤ کے لئے بڑی متانت اور سلیقے سے کوشش کی۔ مگر اُس کا مفصل بیان بالضرور بہت سی جگہ لیگا۔ اِس لئے میں مجبور اُسے چھوڑ دیتی ہوں۔ اختتامِ تحقیقات پر کل ملزم مجرم ثابت ہوئے مگر جُرم کے مختلف درجوں کے۔ جب عدالت نے اپنا فیصلہ صادر کیا۔ تو محمود کے وکیل نے پھر زور دیا کہ میرا مؤکل قانوناً مجرم نہیں۔ کیونکہ یہ صاف ظاہر ہے کہ وہ اپنے سے بالادست حُکام کے احکام کی تعمیل کر رہا تھا ؛

میں یہ اوپر کہہ آئی ہوں کہ تحقیقات ایک معمولی عدالت کے روبرو ہوئی تھی۔ گو یہ امر ایک انگریز کو ایسا قابلِ غور نہ معلوم ہو۔ لیکن یہ جتا دینے سے اُس کی اَور بھی قدرومنزلت بڑھ جاویگی۔ کہ روم کی تواریخ میں یہ پہلا ہی مرتبہ ہے۔ کہ سنگین پولیٹیکل جرائم کے ملزموں کی اِس طرح عام قانونِ مروجہ کی پابندی سے خاص و عام کی حاضری

اور ڈکلاء و نامہ نگارانِ ممالکِ غیر کی موجودگی میں تحقیقات کی گئی ہو۔

اب صرف یہی بیان کرنا باقی تھا۔ کہ یہ تحقیقات متوفی عبد العزیز کے بیٹے یوسف عزیز الدین کے دلسوز الحاح و منت پر شروع کی گئی تھی۔ جس نے اپنے آپ کو عبد الحمید کے قدموں پر گرا کر اپنے باپ کے قاتلوں سے قصاص چاہا تھا۔

چند عرصہ پہلے ترکی وزراء نے ٹھان لی ہوئی تھی۔ کہ سلطنت کی بڑی بڑی اغراض پولیسی میں اچانک اور فیصلہ کن تغیر کی مقتضے ہیں۔ ہر ایک محبِ وطن ترک پر یہ ظاہر تھا۔ کہ ایک خاص زہریلا رسوخ بڑی تیزی اور سُرعت سے سلطنت کے شوریٰ میں بے انداز اور خطرناک حد تک بڑھ رہا ہے۔ خلاصۂ مطلب روس کا دباؤ روم میں بہت بڑھ گیا تھا اور بڑھ رہا تھا جسے روکنا ضروری تھا۔ ایک عرصہ دراز سے روم کا حکمران در اصل محمود پاشا تھا۔ لیکن اس کو بھی ہم مشکل سے یہ (در اصل حکمران ہونے کا) خطاب دے سکتے ہیں۔ کیونکہ اگرچہ اس مدبر نے اپنے آقا عبد العزیز پر پورا قابو پایا ہوا تھا۔ مگر وہ

ف سلطان عبد العزیز خاں مرحوم پر جنرل اغناطیف سفیر روس متعینہ دربار قسطنطنیہ نے بڑا قابو پایا ہوا تھا۔ کُل امورِ سلطنت اسی کی صلاح و مشورے سے طے ہوتے تھے۔ اور یہ بدباطن شریر النفس اِدھر تو سلطان مرحوم اور محمود پاشا کو فضول خرچیوں اور بے جا ظلموں کی پٹی پڑھاتا تھا۔ اور سلطان مغفور کو عیش و آرام میں بسر کرنے کی ترغیب دیتا تھا۔ اور اُدھر دوسری طرف عیسائی رعایا کو برانگیختہ کرتا۔ جس کے ہی باعث ابتداءً بلگیریا اور ہرزیگو نیا میں فساد برپا ہوئے۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ روس کا ایک عرصے سے معاملاتِ ترکی میں اسی طرح بے ایمانی سے دخل دیتے آنا تاریخ سے ثابت ہے۔ اگر سوائے میدانِ جنگ کی لڑائی کے روس بہ لطائف الحیل اور انواع و اقسام کی مکاریوں سے ترکی کے پولیٹکس کو زیادہ پیچیدہ بنانے میں اپنی بہت سی عقل اور محنت صرف نہ کرتا تو ترکی کو موجودہ صورت سے آدھا نقصان بھی نہ پہنچا سکا ہوتا۔

بھی اپنی باری میں فی الحقیقت روسی سفیر کے ہاتھ میں صرف ایک کھلونا تھا۔ پس جو رسیاں باسفرس کے کنارے کی کٹ پتلیوں کو ہلاتی تھیں۔ اصل میں سینٹ پیٹرز برگ میں کھینچی جاتی تھیں ؂

لہٰذا محبِ وطن پارٹی کے متفقہ حملے کا پہلا مدعا وزیر اعظم محمود تھا۔ جس حملے میں بظاہر اُن کو کامیابی حاصل ہوئی۔ محمود اپنے عہدے سے برطرف کیا گیا۔ اور روسی سازشوں کے معاندین اب اپنے روبرو کچھ روشنی دیکھنے لگ پڑے۔ لیکن روسی رعب و رسوخ کے تغلیظ الجرات۔ جو عرصہ مدید سے جمع ہو رہے تھے۔ ایک وزیر کی موقوفی ایسے سیدھے سادے ذریعے سے کب ہٹ سکتی تھی۔ روسی ڈپلومیسی (سفارتی چالبازی) صرف اتنی ہی مکار اور دلیر نہیں۔ کہ وہ ایک مزاحمت کے یکلخت آ پڑنے کو شکست یا ناکامیابی سمجھ بیٹھے۔ وہ جہاں دلیری ممکن اور مناسب ہو وہاں تو بیدھڑک ہے۔ لیکن جس جگہ سُرنگ لگانے اور خفیہ کارروائی کرنے سے زیادہ امید ہو تو وہ وہاں تہِ زمین اپنی خفیہ سازشوں کو چلانا خوب جانتی ہے ؂

اور نیشنل پارٹی کو۔ اپنے ملک کو نئی اُمیدیں دلانے کی عین خوشی ہی میں یہ معلوم ہو گیا۔ کہ اگرچہ محمود اپنے عہدے سے اُتار گیا ہے۔ تاہم اُس کے رسوخ و اقتدار میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ اب تک اُس کی آہستہ اور کم آواز سرگوشیاں سلطان کے کان تک برابر پہنچتی ہیں۔ اور اُن کو تلخ تجربے سے یہ معلوم ہو چکا ہوا تھا۔ کہ جو کچھ وہ آج سلطان کو صلاح دیتا ہے۔ کل ہی پٹی روس نے اسے پڑھائی تھی۔ پس اُنھوں نے یہ رائے قائم کی۔ اور وقائع مابعد نے ثابت کر دیا۔ کہ اُن کا فیصلہ درست اور مناسبِ حال تھا۔ کہ اُن کے ملک کے واسطے امورِ سلطنتداری کی اخیری دلیل یا چارہ جوئی (یعنی بادشاہ گردی) ہی میں کچھ اُمید باقی ہے ؂

مگر یہ دکھلا دینا مسلمان مدبرانِ ملک ہی کا کام تھا۔ کہ وہ ایک ایسی بڑی

سلطان مراد

زبردست سلطان گردی لغیر ان کشت وخون کے ہنگاموں اور ارتکابِ جرائم کے کرسکتے ہیں۔ جو ان اقوام کے درمیان جنہیں اپنے پولیٹیکل انسٹیٹیوشنوں (قوانینِ ملکداری) کی بیحد خوبیوں اور فضیلتوں پر اس قدر ناز ہے۔ ہائی پولیسی (درجۂ اعلیٰ کی چالبازی) کے ایسے ہی کارناموں میں ہمیشہ واقع ہوتی ہیں؛

آخر کار وزراء کو لاچار ہوکر مجبوراً یہ آخری رائے قائم کرنی پڑی کہ انکا شہنشاہ ضعیف الصحت۔ دماغی اور جسمانی قویٰ میں بالکل کمزور اب اس مضر دباؤ کو جو مدت سے اُس پر ہے دفع کرنے کے ہرگز قابل نہیں رہا۔ اور بجائے اِن جزئی چارہ جوئیوں کے کچھ ذرا بڑھ کر کارروائی کرنی ضروری ہے کہ اُن کا ملک ایک روسی صوبے کی حیثیت میں جا پڑنے سے بچایا جاوے۔ چوٹ لگانی ضروری تھی۔ اور اُنہوں نے مستقل مزاجی سے بغیر جھجک کے وہ چوٹ لگا دی؛

۳۰۔ مئی ۱۸۷۶ء کو مرنے سے پانچ دن[۱] پہلے عبد العزیز نے وہ محل چھوڑ کر جس میں اُس نے فرمانروائی کی تھی۔ اُس محل میں سکونت اختیار کی جس میں وہ مر گیا۔ اور سلطانِ مراد پنجم روم کا فرمانروا ہوا؛

یہ تبدیلی اُس کُشت وخون کی بہ نسبت۔ جو دو سال گزرے لنڈن میں بازارِ ٹرافالگر سکوئر کی شورشوں کو دور کرنے پر ہوا بہت ہی کم ہنگامہ ہونے پر واقع ہوگئی۔ اور مابعد کی سرگزشت نے بالیضاح تمام ثابت کر دیا کہ ٹرکی اور انگلستان

---

[۱] وزیروں نے سلطان عبد العزیز خاں مرحوم کو معزول کرنے سے پہلے شیخ الاسلام سے یہ استفتا کیا تھا۔ اوّل۔ اگر امیر المومنین میں خبط۔ جنون اور امورِ ملکداری سے ناواقفیت ہونے کی علامات پائی جاویں۔ اور اپنے ذاتی مصارف کو وہ اتنا بڑھاوے۔ جس کی قوم متحمل نہ ہوسکے تو کیا وہ سلطنت کو تکالیف اور مصائب میں ڈالنے کا باعث نہ ہوگا؟ دوم۔ کیا اُسے معزول کیا جاوے؟ دونوں امور میں شیخ الاسلام نے اُن کی رائے سے اتفاق کیا؛

کی پولیٹیکل طرزِ حکومت کے برخلاف یا مؤید کتنی ہی دلائل اور براہین کیوں نہوں۔ تاہم اوّل الذکر کے وُزراء ایک زبردست بادشاہ کو بہت ہی آسانی سے معزول کر سکتے ہیں بہ نسبت اِس کے کہ آخر البیان کے وزیر صرف ایک پولیٹیکل مجمعے کو ہٹا سکیں ؛

وُزراء کی اِس اُمید میں سلطنت کے کُل ہمدرد شامل تھے کہ سُلطان مراد کی تخت نشینی سے مملکت اور قومی حلقت عملی میں ایک نئی جان پڑجاویگی۔ مشرق۔ مغرب۔ شمال۔ جنوب جہاں کہیں ہرکارے نئے سُلطان کی تخت نشینی کی خبر لے کر گئے۔ قوم نے بڑی خوشی اور خُرمی سے اُن کی آؤ بھگت کی۔ تمام اشخاص جو ۳۰۔ مئی ۱۸۷۶ء کو قسطنطنیہ میں موجود تھے میرے ساتھ شہادت دیں گے کہ شہر پر سے حُزن و ملال کا ایک بڑا بھاری بادل رفع ہوگیا ہو معلوم ہوتا تھا۔ مبارکباد کو اور اظہارِ وفاداری کا ایک مُسلسل دریا شاہی محل کے دروازے سے بہتا رہا۔ اور منجملہ ازیں سب سے زیادہ خوش آئند مگر نہایت ہی رِقت آمیز سُلطان عبدالعزیز کا خاص دستخطی خط تھا۔ جس میں اُس نے اپنے بھتیجے کو اپنی وفاداری اور اُس کی نئی بادشاہت کی قبولیت کا یقین دلایا ؛

مگر قوم اور وُزراء کی نئی اُمیدوں کی قسمت میں ناکامیابی لکھی ہوئی تھی۔ مراد کو تخت پر بیٹھے چند ہی ہفتے گزرے تھے جو ظاہر ہوگیا۔ کہ اُس کی صحت اِس قابل نہیں ہے کہ وہ اِس نازک اور پُرفتن زمانے میں کاروبارِ سلطنت کے اِس قدر بھاری بوجھ کو برداشت کرسکے جس کا متحمل ہونا سلطنت کے صدر کے لئے لازمی ہے۔ دماغی اور جسمانی امراض کی علامات جو حرم کی تنہائی اور باطنی میں پوشیدہ تھیں کونسل چیمبر (ایوانِ شوری) میں شدت سے نمایاں ہوگئیں۔ وُزراء پر یہ رنج دہ امر واضح ہوگیا کہ اُنہوں نے ابھی روس کو صرف اسی لئے شکست دی تھی کہ ایک نئی مصیبت کا

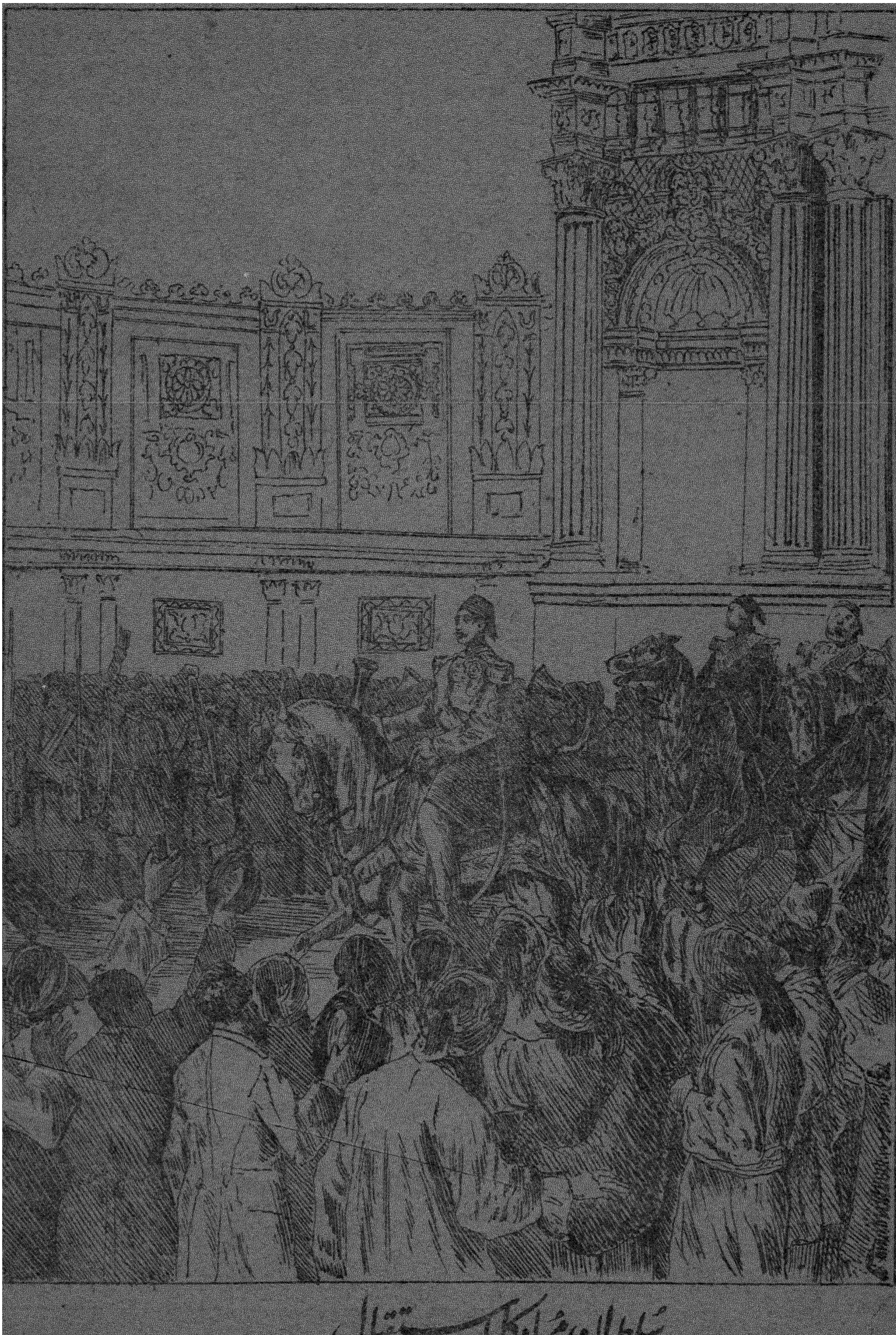

سلطان مراد کا استقبال

سامنا ہو۔ لیکن جس مصیبت کا مقابلہ کرنا اور اُسے زیر کرنا نہایت ضروری ہے۔ اور اُنھوں نے اِس مشکل کا مقابلہ کیا اور اُسے زیر بھی کیا۔ یعنے جس متانت اور مُستقل مزاجی سے وہ ایک معزولی کر چکے تھے۔ ویسے ہی اب دوسری معزولی کی تیاریوں میں مصروف ہوئے ؛

حکمران سُلطان کے سُقمِ صحت اور ناقابلیت کا کُل حال جتلا کر مذہب کے پیشوا شیخ الاسلام سے استصواب کیا گیا۔ اور اُس سے ایک اور بادشاہ گردی کی اجازت حاصل کی گئی ؛

تب ایک ڈیپوٹیشن مراد کے چھوٹے بھائی عبد الحمید[۱۵] کی خدمت میں یہ

---

[۱۵] خاندان امیر المومنین سُلطان المعظم عبد الحمید خاں ثانی الغازی یہ ہے :۔ دام امیر المومنین وخلیفہ سید المرسلین۔ خادم الحرمین الشریفین۔ سُلطان البرین وخاقان البحرین سُلطان عبد الحمید خاں ثانی الغازی اید اللہ بہ الدین خلف ثانی سُلطان المعظم عبد المجید خاں مرحوم ۲۲ ستمبر ۱۸۴۲ء مطابق ۵ شعبان ۱۲۶۵ھ منصۂ ظہور میں آئے۔ اور ۳۱۔ اگست ۱۸۷۶ء کو تختِ قیصری اور سندِ خلافتِ پیغمبری پر متمکن ہوئے ؛

(اولاد واحفاد امیر المومنین)

نام	تاریخ پیدائش	نام	تاریخ پیدائش
۱۔ محمد سلیم آفندی	۱۱۔ جنوری ۱۸۷۰ء	۲۔ زکیہ سُلطانہ	۱۲۔ جنوری ۱۸۷۱ء
۳۔ نعیمہ سُلطانہ	۵۔ اگست ۱۸۷۶ء	۴۔ عبد القادر آفندی	۱۳۔ فروری ۱۸۷۸ء
۵۔ احمد آفندی	۱۴۔ مارچ ۱۸۷۸ء	۶۔ ثاقب سُلطانہ	سنہ ۱۸۸۳ء
۷۔ محمد برہان الدین آفندی	.... سنہ ۱۸۸۵ء	"	"

(برادران وہمشیرگان امیر المومنین)

(۱) محمد مراد آفندی ۲۱۔ ستمبر ۱۸۴۰ء کو پیدا ہوئے۔ سلطان عبد العزیز۔ (بقیہ نوٹ دیکھو صفحہ آئندہ پر)

درخواست لے کر حاضر ہوا کہ وہ سلطنت کی اغراض و مقاصد کی بہتری کے لئے

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) مرحوم اپنے چچا کے عزل پر ۳۰ مئی ۱۸۷۶ء کو تخت پر بیٹھے۔ مگر ۳۱ — اگست ۱۸۷۶ء کو بسبب امراضِ دماغی معزول کئے گئے۔ (۲) فاطمہ سلطانہ۔ یکم نومبر ۱۸۴۰ء کو پیدا ہوئیں۔ ۱۱۔ اگست ۱۸۵۴ء کو علی طالب پاشا۔ رشید پاشا کے فرزند سوم کے ساتھ بیاہی گئیں۔ ۳۰۔ اکتوبر ۱۸۵۸ء کو بیوہ ہو گئیں۔ اور ۱۴۔ مارچ ۱۸۵۹ء کو محمد نوری پاشا سے دوبارہ بیاہی گئیں۔ (۳) رفیعہ سلطانہ۔ ۷ فروری ۱۸۴۲ء کو پیدا ہوئیں۔ اور ۲۱ جولائی ۱۸۵۷ء کو ادہم پاشا فرزند محمد علی پاشا سے بیاہی گئیں۔ (۴) جمیلہ سلطانہ۔ ۱۸۔ اگست ۱۸۴۳ء کو پیدا ہوئیں۔ اور ۳ جون ۱۸۵۸ء کو احمد فتحی پاشا کے بیٹے محمد جلال الدین پاشا کے ساتھ بیاہی گئیں۔ (۵) محمد رشید آفندی۔ (ولیعہد) ۳۔ نومبر ۱۸۴۴ء کو پیدا ہوئے۔ (۶) احمد کمال الدین آفندی ۳ دسمبر ۱۸۴۷ء کو پیدا ہوئے۔ (۷) سنیہ سلطانہ۔ ۲۱ نومبر ۱۸۵۱ء کو پیدا ہوئیں اور جلیل پاشا کے فرزند محمود پاشا سے بیاہی گئیں۔ (۸) نور الدین آفندی ۱۴۔ اپریل ۱۸۵۲ء کو پیدا ہوئے۔ (۹) سلیمان آفندی ۱۲ نومبر ۱۸۵۹ء کو پیدا ہوئے۔ (۱۰) فہیمہ سلطانہ ۲۶ جنوری ۱۸۶۱ء کو پیدا ہوئیں۔ (۱۱) نخیلہ سلطانہ۔ یکم مارچ ۱۸۶۱ء کو پیدا ہوئیں۔ (۱۲) وحید الدین آفندی ۱۲ جولائی ۱۸۶۲ء کو پیدا ہوئے ؛

امیر المومنین سلطان عبد الحمید خان ثانی الغازی خاندانِ عثمانیہ کے پینتیسویں اور فتح اسلامبول کے بعد اٹھائیسویں شہنشاہ ہیں۔ خاندانِ عثمانیہ میں سلطنت نسلاً بعد نسلٍ منتقل نہیں ہوتی۔ بلکہ خاندان کا سب سے بزرگ مسند خلافت پر متمکن ہوتا ہے۔ باپ کی جگہ اس ہی صورت میں وارثِ تاج و تخت ہوتا ہے جبکہ اس سے عمر میں بڑا کوئی اور شہزادہ خاندان میں موجود نہو۔ چنانچہ اعلیحضرت سلطان المعظم کے ولیعہد ان کے بڑے بیٹے محمد سلیم آفندی نہیں بلکہ امیر المومنین کے چھوٹے بھائی محمد رشید آفندی ہیں ؛ (اسمائے سلاطینِ آلِ عثمان مع سنہ جلوس)

نام	سنہ جلوس	نام	سنہ جلوس	نام	سنہ جلوس
۱۔ عثمان	سنہ ۱۲۹۹ء	۲۔ ارخان	سنہ ۱۳۲۶ء	۳۔ مراد اول (خداوندگار)	سنہ ۱۳۶۰ء

(بقیہ نوٹ دیکھو صفحہ آئندہ پر)

تخت و تاجِ روم کو قبول فرما کر سیفِ عثمانی کو زیبِ کمر کریں۔ جس نے تھوڑے ہی عرصے کو قومی زندگی کے بچاؤ کے جنگ و جدال میں کشیدہ ہونا تھا۔ لیکن یہاں وزراء کو ایک اور مشکل درپیش آئی کہ عبدالحمید نے اُسے کسرِ نفسی اور حیا کے ساتھ جو مضبوط صادق اور مستقل مزاجوں میں عموماً پائے جاتے ہیں رد کر دیا

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ)

نام	سنہ جلوس	نام	سنہ جلوس	نام	سنہ جلوس
۴۔ یلدرم بایزید	سنہ ۱۳۸۹ء	۵۔ سلیمان اول	سنہ ۱۴۰۲ء	۶۔ چلبی محمد اول جامع	سنہ ۱۴۱۳ء
۷۔ مراد ثانی	سنہ ۱۴۲۱ء	۸۔ محمد ثانی فاتح	سنہ ۱۴۵۱ء	۹۔ بایزید ثانی	سنہ ۱۴۸۱ء
۱۰۔ یاوز سلیم	سنہ ۱۵۱۲ء	۱۱۔ سلیمان ثانی صاحبقران	سنہ ۱۵۲۰ء	۱۲۔ سلیم ثانی	سنہ ۱۵۶۶ء
۱۳۔ مراد ثالث	سنہ ۱۵۷۴ء	۱۴۔ محمد ثالث	سنہ ۱۵۹۵ء	۱۵۔ احمد اول	سنہ ۱۶۰۳ء
۱۶۔ مصطفٰے اول	سنہ ۱۶۱۷ء	۱۷۔ عثمان ثانی	سنہ ۱۶۱۸ء	۱۸۔ مراد چہارم فاتح بغداد	سنہ ۱۶۲۳ء
۱۹۔ ابراہیم	سنہ ۱۶۴۰ء	۲۰۔ محمد چہارم شکاری	سنہ ۱۶۴۸ء	۲۱۔ سلیمان ثالث	سنہ ۱۶۸۷ء
۲۲۔ احمد ثانی	سنہ ۱۶۹۱ء	۲۳۔ مصطفٰے ثانی	سنہ ۱۶۹۵ء	۲۴۔ احمد ثالث	سنہ ۱۷۰۳ء
۲۵۔ محمود اول	سنہ ۱۷۳۰ء	۲۶۔ عثمان ثالث	سنہ ۱۷۵۴ء	۲۷۔ مصطفٰے ثالث	سنہ ۱۷۵۷ء
۲۸۔ عبدالحمید اول	سنہ ۱۷۷۴ء	۲۹۔ سلیم ثالث	سنہ ۱۷۸۹ء	۳۰۔ مصطفٰے چہارم	سنہ ۱۸۰۷ء
۳۱۔ محمود ثانی	سنہ ۱۸۰۸ء	۳۲۔ عبدالمجید	سنہ ۱۸۳۹ء	۳۳۔ عبدالعزیز	سنہ ۱۸۶۱ء
۳۴۔ مراد پنجم	۳۰ مئی سنہ ۱۸۷۶ء	۳۵۔ امیرالمومنین عبدالحمید خاں ثانی الغازی	۱۳۔ اگست سنہ ۱۸۷۶ء		

خلد اللہ ملکہٗ و سلطانہٗ ؂

ہر ایک سلطان کی اوسط ایام حکومت سترہ سال ہے ؂

سلطان سلیم اول عظیم الشان نے سنہ ۱۵۱۷ء میں مصر فتح کیا۔ اور اسی سال میں محمد دوازدہم خلیفہ بنو عباسیہ نے خلافت سلطان سلیم کے سپرد کر دی۔ اور تلوار۔ علم اور تبرکات آں حضرت صلے اللہ علیہ و بارک وسلم اس کو عطا کی ؂

کُل صفات اُس کے تمام پبلک لائف کے کاروبار میں پائی جاتی ہیں۔ بادشاہی کی اِن وزنی ذمہ داریوں اور فرائض کے بوجھ کو قبول کرنے سے انکار کیا۔ تاوقتیکہ حکومت کرنے میں اُس کے بھائی کی بالکل عدم لیاقت کا قاطع ثبوت نہ پیش کیا جاوے۔ ۴۴۔ سال تک وہ تنہائی میں رہا تھا جس کو وہ تختِ قیصری کے جاہ وجلال اور شور وشغب کے ساتھ مبدل کرنا پسند نہ کرتا تھا۔ اُن اشخاص کو جنہوں نے پیش کئے ہوئے تاج وتخت سے انکار کیا ہو۔ نسلِ مابعد نے ہمیشہ عزت وقدر کی نظر سے دیکھا ہے۔ ہم اُمید کرتے ہیں کہ جب کبھی عبد الحمید کے مدت العمر* کے کارناموں پر اندازہ لگانے کا وقت آویگا تو اُس کی پبلک لائف کا یہ پہلا سانحہ فراموش نہ کیا جاویگا۔ مگر وہ آدمی جو ایک طاقتور دشمن کی سازشوں پر غالب آچکے تھے۔ ایک باحیا شرمیلے شہزادے کے عُذرات سے کب رُک جانے والے تھے۔ اُسی مذہب اور مُلک کے نام پر واسطہ ڈالا گیا۔ جو آخر کار کامیاب ہوا۔ اور ماہ اگست ۱۸۷۶ء کے آخری دن کو عبد الحمید ثانی اپنے بزرگوں کے تخت پر متمکن ہوا۔ اور اُس فلاح اور اصلاح کا دَورہ شروع کیا جس کا مختصر خاکہ کھینچ کر ناظرین کے پیش کرنا اِن صفحوں کا مدّعا ہے۔

کسی یورپین مُدبّر کو آج تک ایسے تاریک منظر اور دُھندلے مطلعے کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ جیسا اِس نئے سُلطان کے پیشِ نظر ہوا۔ اور نہ ہی کبھی ایسا دھندلا ہوا سماں ویسی ہی نڈر اور ثابت قدم نظر سے دیکھا گیا ہے۔ خزانہ جو ہر ایک سلطنت کی پُشت پناہ ہے ایسی حالت میں تھا۔ کہ یہی ایک لفظ اُس کے ٹھیک مناسب حال ہے = برباد = حال ہی کے دیوالہ پن نے روم کے ساتھ ممالک یورپ کی ہمدردی کو بالکل زائل کر دیا تھا۔ اور ضمناً ہم سرسری طور پر یہ ذکر کئے دیتے ہیں کہ مغرب کی ہمدردی اور دوستی کا بہت بڑا حصہ اِسی بات پر منحصر ہے

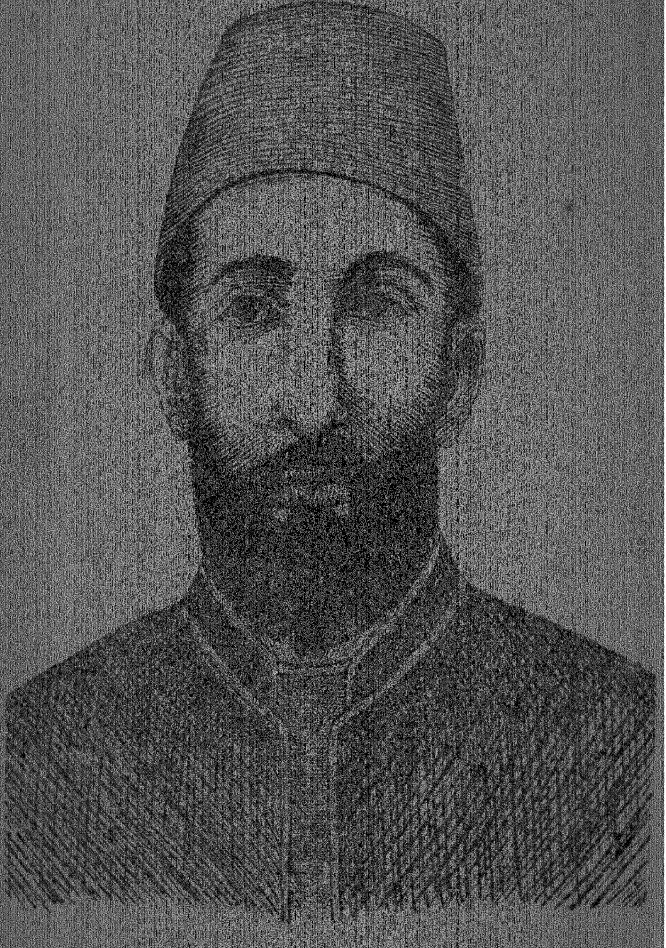

حضرت سلطان عبدالحمید خان ثانی والی روم

کہ قرضے کے منافع اور سود وقت پر ادا کئے جاویں۔ اکثر صوبے ناراضگی اور دبی ہوئی بغاوت سے بھرے ہوئے تھے سلطنت کے ہر ایک گاؤں اور قصبے میں روس کے برانگیختہ کرنے والے گماشتے اپنے کام میں مصروف تھے۔ اور ہر جگہ روسی سونا یعنے رشوتیں ۲ تھوڑی تھوڑی مقداریں روسی سنگین و توپ اور سکے کے لئے راستہ صاف کر رہا تھا۔ اوّل ماہ جولائی کو زار نے اپنا ایک پیادہ چلا دیا ہوا تھا یعنے سرویا نے روم کو اعلانِ جنگ دیا۔ اور اعلانِ جنگ کے ساتھ ہی ممالکِ عثمانی پر حملہ کر دیا۔ مگر سرویا کی سابقہ جنگی خرمستیوں کی طرح اُس کی یہ غیر معقول حرکت بھی ناکامیاب رہی۔ باغی افواج بہت جلد پوری شکست کھا کر سرحد کے پار تتر بتر کر کے بھگا دی گئیں۔ مگر دولِ عظام کے بیچ بچاؤ سے رایسا بیچ بچاؤ ملکی حکمت عملی (Diplomacy) کی ضروریات کے موافق ہو تو ہو۔ مگر انصاف تو اُسے ہرگز قبول نہیں کرتا) ایک سرسری صُلح جس کی میعاد ۲ ستمبر تک تھی قائم کی گئی؎

پس عبد الحمید نے ایک واقعی جنگ وجدل کے زمانے میں عنانِ سلطنت اپنے ہاتھ میں لی۔ یہ پولیٹیکل اصلاحوں کا وقت نہ تھا۔ بلکہ سب سے مقدم فرض سلطنت کی جنگی طاقتوں کو مضبوط اور درست کرنا تھا کیونکہ کُل عملی مدبر صاحبان کے نزدیک یہ مثل مُسلم ہے کہ "جنگ کے وقت جبکہ آتے ہیں سارے قانون بھول جاتے ہیں" اور جب بحالتِ جنگ قانون تک معطل اور معرضِ التوا میں ہو جاتا ہے تو ملکی اور تمدنی اصلاحوں کا رک جانا تو بدرجۂ اولیٰ لازمی ہوگا۔ مگر واقعات مابعد نے ثابت کر دیا ہے کہ باوجودیکہ سلطان کو ضروریاتِ جنگ سے ایک لمحہ کی فرصت نہ تھی۔ تاہم بھی وہ انتظامِ حکومت کی درستیوں اور اصلاحوں کو سوچنے اور تجویز کرنے میں ڈٹ کر لگا رہا۔ اور جن کو وہ بڑی

ثابت قدمی سے اپنی دوازدہ سالہ حکومت میں برابر زیرِ عمل لارہا ہے۔ سرویا کے ساتھ پیمانِ التوائے جنگ بھی انہیں معاہدوں اور نامہ و پیام کے ہی مانند تھا۔ جیسے ٹرکی اور اس کے دشمنوں میں ہوا کرتے ہیں۔ یورپ نے صُلح کی غرض کے لئے نہیں بلکہ محض سرویا کی بھلائی کے لئے دخل دیدیا تھا۔ اور سرویا نے اِس غیر مُترقبہ موقعے سے پُورا فائدہ اٹھایا۔ اِس تمام عرصے میں روسی سامانِ حرب اور اسبابِ ضرب۔ روسی افسر اور سپاہی۔ روسی سوار اور روسی توپیں باغیوں کو بمقام الیکسِنیاز تقویت دینے کے لئے سرحد سے برابر عبور کرتی رہیں۔ جس سے تمام دنیا خیال کرتی تھی۔ کہ مُہلت کے ختم ہونے پر لڑائی کا پانسہ پلٹ جاویگا۔ اور سرویا کا شیر ببر[۲۵] اب کی دفعہ بجائے صرف زور سے غُرّا کر بھاگ نکلنے کے اپنے آپ کو اَور طرح نمایاں کریگا۔ مگر واقعات نے جتلا دیا کہ سرویا کا شیر گو جھنڈوں اور سرکاری سٹامپوں پر بہت ہی خوشنما معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اصل میں ایک بڑی ہی بُزدل بلّی ہے۔ اور پھر بلّی بھی ایسی گئی گزری۔ جس کے پنجے آگ میں سے وہ شاہ بلوط کے پھل بھی نہ نکال سکے۔ جن پر شمال کی مقدس مہا تما مورت شہنشاہ روس للچا رہے تھے۔ لڑائی کے دوبارہ شروع ہونے کے ایک ماہ ہی کے اندر "بہادر ننھی سرویا" کی سپاہ جو روسی "والنٹیروں" کی بیشمار کمک سے بہت ہی مضبوط ہو گئی تھی۔ بالکل پس پا ہو رہی تھی۔ یا اگر امرِ واقعی کہیں تو نہایت ہی بیسر و سامانی سے تتر بتر ہو گئی تھی۔ اور فاتح ٹرکی جرنیل کی فتحمند پیشقدمی کے لئے بلگریڈ تک راستہ کھلا پڑا تھا۔ مگر وہ وہاں تک کبھی نہ پہنچا۔ روس اور سرویا کی متحدہ سپاہ کی ہزیمت اور بے سرو سامانی سے وہ پردہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا جس کی اوٹ میں ناٹک کی اصلی مورت نہاں تھی یعنی

[۲۵] سرویا کے نشانِ علم پر شیر ببر کی تصویر ہوتی ہے۔ جیسے کہ مختلف قومیں مختلف نشان اور امتیاز اپنے قومی علموں پر نصب کرتے ہیں ؛

ترکی افواج کی فتح وظفر کی خبریں سینٹ پیٹرزبرگ میں پہنچیں۔ روسی سفیر متعینہ قسطنطنیہ کو بدیں مضمون ہدایات بھیجی گئیں کہ فوراً سلطان کی خدمت میں حاضر ہوکر التوائے جنگ کے معاہدے کو ازسرنو شروع کیا جانے کی پُرزور درخواست کرے۔ اور بصورت انکار سفارتی تعلقات منقطع کر دئیے جائیں ؛

امور مسلمہ کو بلا تردد فوراً قبول کر لینا ایک نہایت ہی لائق مدبر کی صفات عظمی میں داخل ہے۔ وہ پُرجوش جو اپنی محبوبہ دلی مدعا کی حمایت میں پختہ دیوار سے اپنے سر کو ٹکرا دے۔ گو ہماری تحسین و آفرین کا مستحق ہو۔ لیکن ہمارے اعتبار یا بھروسے کے لائق کسی طرح ہوگا۔ انسانوں کے رہبر اس قسم کے نہیں ہوتے ؛

سب سے پہلے بڑا اہم مسئلہ جو عبدالحمید کو پیش آیا۔ یہ تھا کہ وہ اپنی زبردست جانی دشمن کی اس عدیم المثال ناجائز درخواست کا کیا جواب دے۔ مگر اس میں بھی اُس نے اپنے دلی میلان اور ذاتی عزت و تمکنت کے جھوٹے اور رواجی خیالات کا کچھ پاس نہ کرکے (جیسا کہ اُس نے اپنی زندگی کے ہر فعل میں کیا ہے) بلکہ صرف اپنے ملک کی بہبودی اور یورپ کی رضامندی کو ملحوظ رکھ کر اور پانچ ماہ تک التوائے جنگ کا ہونا منظور فرما لیا۔ زار روس نے اپنی جنگی تیاریوں کو مکمل اور پورا کرنے کی اس طرح میعاد حاصل کر کے اب اپنا دوسرا پیادہ آگے بڑھایا۔ کہ اُس کی طرف سے ایک ڈپلومیٹک مراسلہ سینٹ جیمز (St. James.) یعنے گورنمنٹ برطانیہ کو بدیں مضمون روانہ کیا گیا۔ کہ زار روس کو یورپ کے حفظ امن کی اغراض کے لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ دامن و امان کے قائم رکھنے کے لئے روس کا ایسا خواہشمند ہونا۔ سیاست مدن کے طالبعلم کے لئے سخت حیرت انگیز ہے) عثمانی سلطنت کی عیسائی رعایا کے حفظ و امان کے لئے اصلاحات کے سوچنے اور سلطان سے ان اصلاحوں کے جاری کرنے کے لئے جس کو کانفرنس تجویز کرے ضمانت

لینے کے لئے ایک یورپین کانفرنس منعقد کیجاوے ٭

اگر روس کی بے ایمانی کو کافی طور پر تحقیق کرنے کے لئے کوئی کسر باقی رہ گئی ہو۔ تو اس کمی کو مراسلہ پیش کرنے کے متعلقہ واقعات پورا کئے دیتے ہیں۔ اس درخواست کو پیش کرتے وقت جو چھ ماہ قبل ازیں شائد مناسب ہوتے۔ زار نے باسفرس کی بادشاہ گری اور ایک نئی سلطنت کے قائم ہونے کے امر کو بالکل بھلا دیا قومی اوضاع و اطوار کے جانی دشمن روس نے یہ جتلانے کی کبھی جرأت نہیں کی۔ کہ اس کی قوم (یعنے رعایائے روس) اپنے سرکاری محکمۂ خبر رسانی کے ذریعوں سے کبھی بھی متمتع نہیں ہوئی۔ اور یہ گمان کرنا بالکل ناممکن ہے کہ زار کو اس بادشاہ کے کیریکٹر اور ارادوں سے جسے حوادث زمانہ نے تخت روم پر بٹھلایا۔ ناواقفی محض ہو۔ یعنی وہ یہ امر اچھی طرح سے جانتا تھا۔ کہ میں سلطان سے دھمکیوں اور دباؤ کے ذریعے سے وہ بات کرانی چاہتا ہوں۔ جس پر ابتدا ہی سے سلطان نے برضا و رغبت خود عملدرآمد کرنے کی ٹھان رکھی تھی۔ اور روس کی یہ حکمت عملی کہ فریق مخالف کو بڑے متحملانہ طور سے تنگ اور افروختہ کرے اس بات سے بخوبی واضح ہو جائیگی۔ کہ زار نے "حوادث غیر مترقبہ" کی پیشبندی کے لئے انتظام کر لیا۔ وہ کیا ہے یعنے ڈیڑھ لاکھ فوج اور چھ سو توپ زیر کمان گرینڈ ڈیوک نکلس سرحد پر جمع کی گئی ٭

سلطان اپنی قوم اور مذہب کے دشمن ہونے سے کچھ ہی کم ہوتا۔ اگر وہ ان کارروائیوں کی اصلی مراد سے اغماض کر جاتا۔ مگر اپنی آنکھیں بند کرنا سلطان عبد الحمید کی عادت ہی نہیں۔ اس نے عثمانی جنگی طاقت کو اور زیادہ مضبوط کرنے اور تقویت دینے کا۔ جو روس جیسی طاقت کے مقابلے کی ضرورت سے بہت ہی بڑھ کر ہو۔ حکم دیا۔ اور جب آخر کار ۱۸۷۶ء میں کانفرنس منعقد ہوئی تو یورپ میں کوئی ایک مدبر بھی اس سے زیادہ ہر ایک نتیجہ مترتب ہونے کا ممکن یقین نہ کرتا تھا۔ کانفرنس وہ سب کچھ

ممبران قسطنطنیہ کانفرنس

کرکے برخاست ہوئی جو در اصل اُس کے بانی کا منشا تھا یعنی مطلق ہیچ ۔

اپنے سچے دوستوں یعنے انگریزوں (طنزاً) کی نصیحت کو رد کرکے ۔ اور اپنے علانیہ دشمنوں یعنے روسیوں کے دباؤ میں نہ آکر اطاعت کو نہ قبول کرکے عبد الحمید نے بغیر کسی دوسری طاقت کی مدد کے سرویا کے ساتھ شرائطِ صُلح مقرر کرنے کی طرف توجہ کی یہاں اُس نے بحیثیت ڈپلومیٹ کے اپنی پہلی کامیابی حاصل کی جو شرائط اُس نے پیش کیں فوراً قبول کرلی گئیں ۔ اور اس طرح امن کا وقفہ حاصل کرکے وہ اندرونی درستیوں میں مصروف ہوا ۔

مگر ایک مُصلح سلطان کو ایک مُصلح زار کب گوارا کرسکتا ہے ۔ ممالکِ عُثمانیہ میں امن وحفاظت قائم ہوجانے سے روسیوں کے لئے کوئی حیلہ باقی نہیں رہ جاتا اور خاصکر بیرونی حملے کا ہر ایک موقع چھن جاتا ہے ۔ گو روس روم میں نئی تہذیب کی ابتدا کو روک نہ سکتا تھا ۔ تاہم اُس سے لاعلمی تو ظاہر کرسکتا تھا ۔ کانفرنس کے برخاست ہوتے ہی پرنس گارچکاف نے کُل دُوَلِ عظام کی طرف ایک سرکلر کانفرنس کی ناکامیابی کا حوالہ دے کر روانہ کیا ۔ بدیں مضمون : میں ایک سال سے زیادہ کی سفارتی کوششوں کے بعد بھی جن سے دُوَلِ عظام نے مشرق میں قیامِ امن کی سخت ضرورت اور اُس استحقاق کا اظہار کیا تھا ۔ جو انہیں بنظر قائم رکھنے امنِ عامہ کے حاصل ہے ۔ اور جس کے عمل میں لانے کا بغرضِ قیامِ امن تہیّہ ارادہ ظاہر کیا تھا ۔ کُل دربارہائے یورپ اپنے آپ کو اسی کیفیت میں پاتے ہیں جیسے ابتدائے تنازعہ میں تھے ۔ بلکہ اُس کی نوبت کُشت وخون ۔ پُرجوش تعصبوں بیحد وحساب ویرانیوں اور سب چیزوں کی عبرتناک حالت کے ایک غیر محدود وقت تک بڑھ جانے کے منظر تک ۔ جو اس وقت تمام یورپ پر چھایا ہوا ہے بڑھ گئی ہے اور اُس نے تمام قوموں اور گورنمنٹوں کی توجہ کو ہمہ تن اپنی طرف مصروف کرلیا ہے

باین ہمہ باب عالی نے اپنے کُل قدیم معاہدوں کو اور بحیثیت یورپین سسٹم (European System.) (دُوَلِ مُتمدّنہ کے ایک ممبر ہونے کے اپنے فرائض کے ادا کرنے اور دُوَلِ عظام کی متفقہ خواہشوں سب کو بالائے طاق رکھا ہے۔ مشرقی مسئلہ بجائے اس کے کہ باطمینان حل ہو جانے کی طرف ایک قدم بھی بڑھے اور زیادہ پیچیدہ ہو گیا ہے۔ اور اس وقت تمام یورپ کے حفظِ امن۔ انسانیت کے ہمدردانہ خیالات اور کُل عیسائی اقوام کے منافع کے لئے تازہ بھیانک خطرہ موجود ہے"۔

اس کاغذی مکّار چالبازی کو معلوم کرنے کے لئے یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ کانفرنس کے انعقاد سے پیشتر ہی سلطان نے اندرونی انتظام کے مسئلے کو بڑی تن دہی سے اپنے ہاتھ میں لیا ہوا تھا۔ اور بمشورہ وزراء اصلاح حکومت کے لئے ایک سکیم (تجویز) تیار کی تھی۔ جو اکثر دُوَل کے سفراء کو پہلی ہی نشست میں بتائی گئی تھی۔ توپوں کی سلامی اتارنے کی گرج کے ساتھ ہی صفوت پاشا نے بیان کیا کہ "اس بڑے ایکٹ نے جو اس وقت مکمل ہو رہا ہے۔ آج ہماری ششصد سالہ طرزِ حکومت کو بدل دیا ہے۔ کانسٹیٹیوشن (Constitution.) قانون باضابطہ جیسے سلطان نے اپنے ملک کو عنایت فرمایا ہے۔ اس وقت مشتہر ہو رہی ہے۔ یہ اس کی رعایا کے لئے خوش وقتی اور فارغ البالی کا نیا زمانہ شروع کر رہی ہے"۔

اس کانسٹیٹیوشن کی سکیم کتاب کے کسی دوسرے حصے میں دی گئی ہے کیا یہ سکیم نہایت ہی مناسب حالات میں چل سکتی ہے۔ کہ نہیں۔ اس پر اس جگہ بحث کرنے کا میرا ارادہ نہیں۔ شاید ممکن ہے کہ ترکی مدبّروں نے معلوم کر

اور انتظامی قوتوں کے فعل ہی سے سُلجھ سکتے ہیں۔ وہ کسی کل کے پُرزے نہیں۔ کہ کوئی شخص اُن کو ٹھیک ٹھاک کرکے کام پر لگادے۔ اور نیز یہ بھی مُسلّمہ امر ہے کہ داگرچہ نئے جمہوریہ خیالات کی موجودگی میں ہمیں بڑی آہستہ آواز میں بتانا مناسب ہے) کہ مختلف اقوام و ملل کے لئے مختلف اوضاع ہی کی حکومت درکار ہے۔ مگر خواہ کچھ ہی ہو اس میں کسی قسم کا شبہ نہیں۔ کہ مدحت پاشا کی کانسٹیٹیوشن کو کام کرنے اور کامیابی حاصل کرنے کا ذرا بھی موقع نہ ملا۔ اور اس کے راستے میں اُسی ہی سلطنت نے سب سے بڑی رُکاوٹیں ڈالیں جسکی کُل تواریخ اُن طاقتوں کے ساتھ جانکش لڑائیوں کے لڑنے سے جنہوں نے آزادی کی طرف قدم بڑھایا بھرپور ہے۔ ہر ایک ایسی چیز سے جو کانسٹیٹیوشن کی صورت میں ہو۔ زار کی دلی نفرت معلوم کرلینا کچھ مشکل امر نہیں جب یہ یاد رکھا جاوے کہ کیسی سنگدلی اور بے پروائی کے ساتھ اُن بادشاہانِ روس نے اُن تمام زن و مرد کو۔ جنہوں نے اپنے مُلک میں اس قسم کی طرزِ حکومت ہونے کی کوشش کی پھانسی دیدیا یا مدت العمر کے لئے اُن کو حالتِ غلامی میں ڈال دیا ؛

سُلطان کی اُن مُشکلات کو جن سے وہ گھرا ہوا تھا دور کرنے کی خالص کوشش کو فراموش کرکے روس نے دوسری طاقتوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ روم سے اِن اصلاحوں پر ایک معین عرصے میں کاربند ہونے کا جبراً اقرار قبول کروائیں۔ اور ساتھ ہی اُس کو یہ بھی سمجھادیں کہ عیسائی رعایا کی افلاح کا یورپ ہر وقت نگراں رہیگا۔ اور اُس کو اختیار ہوگا کہ امنِ عامہ اور رعایا کی بہتری کے لئے جب کبھی مناسب خیال کرے۔ ایک مُتفقہ عمل سے اس امر کی تائید کرے ؛

اِس نوٹ کے جواب میں انگلستان کے وزیرِ صیغۂ خارجیہ نے روس سے درخواست کی کہ وہ پہلے اس اَمر کا اطمینانِ کُلی کردے کہ یورپ کی اِس قسم کی مداخلت

کرنے پر وہ تمام روسی فوجیں جو ترکی سرحد پر جمع ہوتی ہیں فوراً واپس ہٹالے جاویں گے۔ روس نے کسی معینہ درخواست کے صاف صاف جواب نہ دینے کی اپنی مدامی پولیسی پر چلکر اس تجویز کا یہ جواب دیا کہ باب عالی کو متفقہ نوٹ دینے کے بعد افواج ہٹا لینے کا مسئلہ صرف سلطان اور زار کے باہمی فیصلے پر بغیر کسی دوسری سلطنت کی دخل دہی کے چھوڑا جاویگا۔ یہ امر منظور کیا گیا۔ اور ۲۔ مارچ ۱۸۷۶ء کو مندرجہ ذیل مراسلہ جسے ڈپلومیسی Diplomacy۔ سفارت۔ ایلچی گری کی زبان میں پروٹوکول (Protocol اصل نوشتہ۔ منقول منہ) کہتے ہیں۔ دُوَلِ عظام کے سفراء نے سلطان کے پیش کیا۔

"دُوَلِ عظام جن سب نے بالاتفاق مشرق کے امن کی ذمہ واری اٹھائی ہے۔ اور اسی غرض کے لئے جنہوں نے کانفرنس منعقدہ قسطنطنیہ میں دخل کیا تھا تسلیم کرتی ہیں کہ اس مدعا کے حصول کے لئے سب سے بڑا ضروری امر اوّلاً اُس اتفاق اور اتحاد کو قائم رکھنا ہے۔ جو خوش قسمتی سے اُن سب میں موجود ہے۔ اور نیز اُس متحدہ تردد اور شوق کو از سر نو مضبوط کرنا ہے۔ جو وہ ترکی کی عیسائی رعایا کی بہتری۔ اور بوسینیا۔ ہرزگوینا و بلگیریا میں اُن اصلاحات کے شروع کئے جانے میں جنہیں باب عالی نے اس شرط پر منظور کیا ہوا ہے کہ وہ بطورِ خود اُن کو رائج کریگا۔ رکھتی ہیں۔ وہ سرویا کے ساتھ تکمیلِ صلح کو قبول کرتی ہیں۔ مگر ساتھ ہی مانٹی نگرو کے بارے میں خیال کرتی ہیں۔ کہ پائیدار اور مدامی صلح و صفائی کی اغراض کے لئے سرحدوں کی درستی اور دریائے بوئینیا کی بے روک جہاز رانی ضروری ہے۔ یہ طاقتیں باب عالی کی ان دونوں ریاستوں کے ساتھ عہد و پیمان کے مکمل یا قریب التکمیل ہو جانے کو حفظِ امن و امانِ عامہ کی طرف جو ہم سب کی خواہشوں کا متحدہ مدعا ہے ایک نمایاں پیشقدمی خیال کرتی ہیں۔ وہ باب عالی سے درخوست کرتی ہیں کہ وہ

طاقت جنگی کو حیثیتِ ضلع میں کرکے اس تعداد تک جو امن وامان کے قائم رکھنے
کے لئے ضروری ہو گھٹا دے۔ اُن اصلاحات کو جو صوبجات کے امن اور فلاح و
بہبود کے لئے لابدّ ہیں اور جن کے مفصّل کوائف کانفرنس کے زیرِ بحث رہ چکے
ہیں فوراً شروع کرے۔ وہ اپنی خوشنودی ظاہر کرتی ہیں کہ بابِ عالی نے اُن
میں سے اکثر کو فوراً شروع کردینے کے لئے اپنے آپ کو بالکل تیار اور آمادہ بتلایا ہے۔
وہ بابِ عالی کے سرکلر مورخہ ۴ فروری ۱۸۷۷ء اور عثمانی گورنمنٹ کے اُن اقراروں
کو جو کانفرنس میں کئے گئے تھے اور جن کی تائید بعد ازاں بذریعہ اس کے سفراء کے
ہوتی رہی ہے۔ خاصکر پسند کرتی ہیں۔ بابِ عالی کے اِن نیک ارادوں اور اُن کو
فوراً عمل میں لانے کے ظاہر شوق کو مدِّ نظر رکھ کر دُوَلِ عظام یقین کرتی ہیں۔ کہ اُن کو
امید کرنے کی کافی وجہ ہے کہ بابِ عالی اس موجودہ امن سے پورا فائدہ اٹھا کر اپنی عیسائی
رعایا کی حالت کی درستی میں جو یورپ کے حفظِ امن کے لئے سخت ضروری بتلائی جاتی
ہے بدل وجان مصروف ہوجائیگا۔ اور جب ایک دفعہ اس کو شروع کرلیگا تو اپنی عزت کا
لحاظ اور مقاصدِ ملکی کا پاس کرکے نیک نیتی اور مستقل مزاجی سے اس میں لگا رہیگا۔
یہ دُوَل تجویز کرتی ہیں کہ وہ بذریعہ اپنے سفراء متعینہ قسطنطنیہ اور دیگر مقامی Local
ایجنٹوں کے ہر وقت نگراں رہیں گی۔ کہ عثمانی گورنمنٹ اپنے وعدوں کو کیسے طور پر پورا
کرتی ہے۔ اور اگر ان کی امیدوں کی قسمت میں ایک دفعہ پھر بھی ناکامیابی
ہوتی ہے اور سلطان کی عیسائی رعایا کی حالت ایسی عمدہ نہو جائے جس سے وہ مشکلات
اور پیچیدگیاں جو وقتاً فوقتاً مشرق کے امن وامان کو ابتر کرتی ہیں رُک نہ سکیں۔ تو
وہ یہ جتلا دینا اپنا فرض سمجھتی ہیں کہ معاملات کی ایسی حالت ان سب کے مقاصد کے
خصوصاً اور کل یورپ کے عموماً نہایت ہی برخلاف ہوگی۔ اِس صورت میں وہ اپنا
استحقاق سمجھیں گی کہ امن وامانِ عامہ کے قیام اور عیسائی رعایا کی بہتری کے لئے جو

چارہ جوئی وہ سب بالاتفاق مناسب خیال کریں عمل میں لاویں"۔

میں نے اس قیمتی اور نادر الوجود کاغذ کو جو کل یورپ کی شگفتہ ڈپلومیٹک (سفارتی) لیاقت اور طبع آزمائی کا لبِ لباب ہے ہم پورا پورا درج کرنا ضروری خیال کیا ہے۔ کیونکہ میں جانتی ہوں۔ کہ اس وقت اس کے پڑھنے کی بہت ہی تھوڑے لوگوں نے تکلیف گوارا کی تھی۔ اور اکثر لوگ یہ خیال رکھتے تھے اور اب بھی رکھتے ہیں۔ کہ روس نے صرف بامر مجبوری اس وقت جبکہ تمام ڈپلومیٹک وسائل صلح کو قائم رکھنے میں ناکامیاب رہے اعلانِ جنگ دیا تھا۔ یورپ کے امن وامان قائم رکھنے کے ذریعہ ہونے کے تو میں خیال کرتی ہوں۔ یہ پروٹوکل اکثر اشخاص کو صرف اس قابل معلوم ہوگا کہ تعلقات باہمی کے علم ادب۔ وطرز انشائے نامہ وپیام مابینِ شاہان کے عجائب بنولوں کے عجائب گھر میں کسی بجن ہول Pigeon hole خانہ دار الماری میں رکھ دیا جاوے۔ جنوبی امریکہ کی اگر کسی چھوٹی سے چھوٹی جمہوری ریاست کو یہ لکھا جاتا تو اسکی یہ ایک سخت ہتک ہوتی۔ مگر جبکہ ایک ایسے شخص کو جو لاکھوں سپاہ کا مالک۔ ایک عظیم الشان قدیمی سلطنت کا شہنشاہ ہو۔ اور جسے تینوں براعظموں کے کروڑوں مسلمان اپنے مذہب کا صدرِ اعلیٰ (خلیفہ) جانتے ہیں مخاطب کیا جاوے۔ تو یہ ایک ایسا پُر حماقت نامعقولانہ فعل ہے۔ جس کی نظیر اور مثل تعلقاتِ باہمی کے نامہ وپیام کی تاریخ میں ہرگز نہ ملے گی۔

اگر اس پروٹوکل کے حوالے اور اشارے ٹھیک مطابق حال بھی ہوتے تو بھی اس کی دستخط کنندگان (سلطنتوں) نے اُسے ایسے برافروختہ کرنے اور بھڑکانے والی عبارت میں تحریر کیا جس قدر کہ ان سے ہو سکا۔ لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ سب ہزبان بغیر کسی شہادت مؤیدہ کے حوالہ دینے کے لکھے گئے ہیں اور جس کے ساتھ ظاہر طور پر کھلم کھلا دھمکی شامل تھی۔ تو ہم یہ نتیجہ نکالنے سے مشکل سے رک سکتے ہیں۔ کہ دول

عظام اس الٹی میٹم Ultimatum آخری رائے کے پیش کرنے میں کسی نہ کسی بے ایمان کے فریب میں آ گئیں جس کا اصلی مدعا ظاہرا مطلب کے عین متضاد تھا۔ پرنس گارچکوف کا جس نے اس پروٹوکول کو لکھا۔ اصلی مطلب یہ نہ تھا کہ امن و امان قائم رکھا جاوے جیسا کہ ظاہری طور پر جتلایا گیا تھا۔ بلکہ اس کی عین مراد وہ پرکشت و خون انجام تھا جس کا یہ مراسلہ صرف ایک مقدمہ اور دیباچہ پیش خیمہ تھا۔

اس شخص کی حالت پر ذرا غور کرو۔ جس پر یہ ہتک آمیز حملہ کیا گیا۔ اور اس کی آنکھوں سے اس معاملے کو دیکھنے کی کوشش کرو۔ تخت روم پر بیٹھتے وقت وہ اس قوم کی جو کل جہان میں سب سے زیادہ وفادار اور جان نثار رعایا ہے کل بے اندازہ ذمہ واریوں اور فرائض کو بخوبی جانتا تھا۔ اور ان فرائض کو کما حقہ بجا لانے کے لئے وہ جانتا تھا کہ سب سے اول مطلق العنانی اور امن و امان کا ایک زمانہ دراز بہت ضروری ہے۔

اس کے مدبرانہ فہم و فراست نے معلوم کر لیا تھا کہ ان مشکلات کے اسباب جو اسکی سلطنت کو گھیرے ہوئے ہیں عرصہ بعید سے قائم ہیں۔ اور خوب جگہ پکڑ گئے ہیں۔ اور سوائے آزمائشی اور آہستگی سے قائم شدہ علاجوں کے کسی طرح رفع نہیں ہو سکتے وہ خوب جانتا تھا کہ جو علاج باہر (غیر ممالک والے) سے تجویز کئے جاتے ہیں مرض کے اصلی مزاج کی غلط تشخیص اور واقعی اصل علاجوں کی غلط فہمی پر قائم کئے جاتے ہیں۔ اور یہ بھی اسے معلوم تھا کہ خاصکر ایک سلطنت جو ان تجاویز کو بڑے کبر و نخوت سے پیش کرتی ہے صرف خود غرضی پر اڑی ہوئی ہے۔ اور اس کو خود اپنے گھر کے انتظام کی نسبتاً بہت زیادہ ضرورت ہے۔ صاف سنئے۔ سلطان روس کے اندرونی انتظام کی ابتری سے ناواقف نہ تھا۔ وہ بخوبی جانتا تھا کہ روسی دہقان کی حالت بہ نسبت اسکی عیسائی رعایا کے بدرجہا بدتر ہے۔ اور جمہور اور مسلسل مظالم و شدائد جو خاص زار کے

حکم سے روسی دہقانوں پر کئے جاتے ہیں۔ اگرچہ کم حیرت افزا ہوں۔ مگر باشی بوزک کے کبھی کبھار کے مظالم سے کئی درجے بڑھ کر ہیں ؞

اُس نے معلوم کیا کہ باوجود میری نیک نیتی اور صاف باطنی کے دُوَلِ یورپ مجھ سے بدگمان اور بے یقین ہیں۔ جن کے ایجنٹ میری اصلاح کرنے کی کوششوں کے نگراں رہنے کو ہیں۔ وہ اپنی سرحد پر اپنی ملت و مذہب کے قدیمی دشمن کی فوجوں کا اجتماع دیکھتا تھا۔ اور پھر اُسے کہا جاتا تھا۔ کہ وہ اپنی اِس چھوٹی سی فوج کو جو حال ہی میں ایک ناجائز اور بے سبب حملے کو ابھی رد کر چکی تھی۔ توڑ دے اور متفرق کر دے۔ اپنی اور اپنے ملک پر اِس بڑے نازک وقت ہونے کی حالت میں وہ اِس طرح مخاطب کیا جاتا ہے۔ جیسے ایک شریر لڑکے کو کوئی شیخی خور معلم کرتا ہے۔ بالتحقیق بموجودگی اِن حالات کے اگر وہ اُس دھمکی سے جو خواہی کُل یورپ نے ہی کیوں نہ دی ہو دب جاتا۔ تو ہم سب تسلیم کرتے ہیں کہ وہ انسان سے بہت کم یا ایک غلام سے بھی بدتر ہوتا ؞

مَیں خیال کرتی ہوں کہ دنیا کا کوئی بھی بادشاہ اِس سے نصف حد تک پر بھی اپنے مزاج پر قادر اور صابر نہ رہتا۔ اگر وہ کُل سفرائے دُوَل کو قسطنطنیہ سے فوراً نکل جانے کا حکم دے دیتا۔ اور یورپ کو کہہ دیتا کہ جو کچھ کرنا ہے کر لے۔ تو تھوڑے ہی آدمی اِس امر سے متعجب ہوتے اور نہایت ہی تھوڑے اُسے الزام دیتے۔ سُلطان کے ہاتھ میں چند خاص ایسے پتے ہیں کہ جب اور جس وقت وہ اُن سے کھیلنا یا اُن کو بانٹنا چاہے۔ تو دنیا کے تینوں براعظموں میں تباہی اور آتش حرب بھڑکا دے۔ المختصر وہ صرف دُنیاوی بادشاہ نہیں بلکہ اپنے مذہب کا دینی پیشوا (خلیفہ الاسلام) بھی ہے۔ اور یہ اُس کے اختیار میں ہے کہ جہاں کہیں مسلمان اور عیسائی دوش بدوش رہتے ہیں اُن کو آپس میں ایک جانگداز جنگ و جدل میں ڈال دے۔ (ہیمن مُترجم۔ از مراسلہ مسٹر لیرڈ سفیر انگلستان بنام وزیر صیغۂ خارجیہ) اگر سُلطان روم

ایشیا کے پانچویں درجے کا بادشاہ ہی کیوں نہ رہ جاوے۔ پھر بھی وہ کل دنیائے اسلام کا خلیفۃ المومنین ہی رہیگا۔ اور اُس کی اِس طاقت سے بچتے رہنا چاہئیے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اگر کسی سلطان کو اِس عظیم الشان طاقت کا استعمال میں لانا کبھی جائز ہو سکتا تھا۔ تو وہ اُس پروٹوکول کے پیش ہونے کے وقت سلطان عبد الحمید ہو سکتا تھا۔ مگر یورپ۔ ایشیا اور افریقہ اور خاصکر انگلستان کی خوش قسمتی سے عیسائی طاقتوں کا ایک ایسے شخص سے سابقہ پڑا جس کو بہ نسبت اپنے ازالۂ عزت کے اَور بھی بہت کچھ مدِ نظر تھا۔ اِس نے اُس وقت اُس شخص کی طرح عمل کیا۔ اور جیسا کہ وہ اُس وقت سے برابر کر رہا ہے۔ جس کی اصلی غرض اپنی رعایا کے ہر فردِ بشر کی بھلائی اور بہتری ہو۔ اُس نے غصہ کھا کر بھڑک اُٹھنے سے اپنے آپ کو روکا۔ اور اُن دُوَلِ یورپ کی صفتِ انصاف کے پاس۔ جو افسوس یوروپین درباروں میں مسلمان بادشاہوں سے تعلق رکھنے اور نامہ و پیام کے وقت بالکل ناپید ہے۔ ایک اَور اپیل کی۔ پروٹوکول کے پیش ہونے کے ایک ہفتہ ہی کے اندر دُوَلِ یورپ کو اس کا جواب ملا۔ جس میں باب عالی نے پُر داب مگر سنجیدہ و متین الفاظ میں غیر سلطنتوں کی کسی طرح کی مداخلت کرنے کے مزاحم ہونے کا اپنا حق اور اپنی مطلق العنانی جتلا دی۔ اور اپنا مستقل ارادہ اُس چیز کے کرنے کا کیا جس کو کوئی اَور طاقت نہیں کر سکتی ہے یعنی اُن اصلاحوں کا بغیر کسی دوسری طاقت کی مدد کے رائج کرنا جن کا ضروری ہونا باب عالی خود تسلیم کرتا ہے۔ اِس جواب کے اخیری الفاظ قابل اندراج ہیں۔ جس کی طرزِ عبارت میں اصل سوال کے پیرایۂ تحریر سے متضاد ہونا دیکھنے کے لائق ہے ؛

''اپنے دعوے کی صداقت کی قوت اور خداوند کریم کی مدد کے بھروسے پر ٹرکی عیاں طور پر علانیہ کہے دیتی ہے کہ وہ اُن تمام امور کو جو بغیر اُس کی اجازت کے

یا اُس کے برخلاف قرار دئے گئے ہوں نظر انداز کرتی ہے۔ اُس مقام و منزلت کو جو قدرت نے اُس کو بخشی ہوئی ہے قائم رکھنے کا مُستقل ارادہ ٹھان کر وہ (ٹرکی) اُن تمام حملوں کو روکنے سے۔ جو اُس کے حقوق متعلقاتِ باہمی کے اُصول اور اُن یورپین معاہدوں کے برخلاف کئے جاتے ہیں جو اُس پروٹوکول پر جس کی ٹرکی گورنمنٹ کے نزدیک کچھ بھی وقعت نہیں دستخط کرنے والی دولتوں پر برابر ہی حاوی ہیں۔ ہرگز کوتاہی نہ کریگی۔ آخر میں وہ یورپین درباروں کے کانشنس ضمیر کے پاس جن کی نسبت اُسے یقین ہے۔ کہ وہ سب اُسی اتحاد خلوص اور مساوات کے حقوق سے اُس کے ساتھ برتاؤ کریں گے جیسا کہ قدیم میں کرتے تھے۔ اپیل کرتی ہے"۔

اتحاد اور مساوات کے خیالات جو الگزینڈر دوم (زار روس) کے سینے میں نہاں تھے۔ ۲۴ اپریل ۱۸۷۷ء کے اعلان میں اس طرح ظاہر ہوئے۔ جس میں وہ بیان کرتا ہے۔ کہ "کل روسی قوم مشرق کے عیسائیوں کی حالت درست کرنے کے لئے بیقرار ہو رہی ہے"۔ یہ دریافت کرنا ذرا مشکل ہے کہ زار نے اپنی رعایا کے اِس جوش کو کیسے معلوم کر لیا جبکہ نہ ہی مطابع (Press) کو آزادی حاصل ہے اور نہ ہی پلیٹ فارم (Platform) کے ذریعے (یعنے بذریعہ پبلک تقاریر) اُن کے خیالات ظاہر ہو سکتے ہیں۔ خیر قومی خیالات خواہ کچھ ہی ہوں۔ وہ (زار) اور آگے چل کر کہتا ہے کہ "ٹرکی کی متکبرانہ ضد نے اُسے تلوار کھینچنے پر مجبور کر دیا ہے"۔ اور اُس نے اپنی ہی طرز میں اِس اعلان کو اس فقرے پر ختم کیا۔ "ہم اپنی بہادر فوجوں کو خدا سے برکت مانگ کر ٹرکی کی سرحد سے گزرنے کا حکم دیتے ہیں"۔

اِس زمانے کی یورپین تاریخ پڑھ کر کوئی بھی انگریز خجالت اور غصے کے آثار ظاہر کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اب دس سال گزر جانے کے بعد بھی ایک شخص انگریزوں کی

اس بزدلی۔ بے استقلالی خود غرضی۔ دغابازی اور اپنے ملک کی نہایت ہی قدیم اور باوقعت ذمہ واریوں کو بڑی بے شرمی سے ترک کردینے پر مضمون لکھتے وقت (جو سب امور اس نازک معاملے میں اُس وقت کی انگریزی گورمنٹ میں پائے جاتے تھے) بڑی مشکل سے اپنے قلم کو جائز حد تک جائز احاطے سے نکل جانے سے روک سکتا ہے۔ اِس مضمون کے اِتنے برسوں کے مطالعے اور اُس وقت کے تمام حالات کے پورے علم سے لکھتے وقت۔ اِس ماجرے کو ۱۸۷۶ء کی حالت سی دیکھ کر ہمیں یہ کہنے سے ذرا نہیں جھجکتی۔ کہ لارڈ بیکنسفیلڈ کا دربار اگر ذرا سا استقلال اور جرأت بھی ظاہر کرتا۔ تو یہ تمام تباہی۔ کشت وخون۔ ویرانی اور وہ کل اشکہائے غم۔ جنہوں نے اِس بدبخت سال کی تاریخ پر ایسا سیاہ دھبہ چھوڑا ہے۔ ہرگز واقع نہ ہوتے۔ لارڈ بیکنسفیلڈ سُلطان کی طرح بخوبی جانتا تھا۔ کہ روم کے اندرونی معاملات کی درستی کی لئے ایک طویل زمانہ امن درکار ہے۔ وہ جانتا تھا کہ انگلستان کا بڑے زبردست مُعاہدوں کے رُو سے فرض تھا۔ کہ وہ اپنے معاون (روم) کو صحت پانے اور سنبھلنے کا موقع دلاتا۔ پارلیمنٹ کا بہت بڑا حصّہ اور بیرونی قوم انگریزی (یعنی جو پارلیمنٹ میں شامل نہو) کا ہر ایک دیانتدار اور محبِّ وطن شخص لارڈ بیکنسفیلڈ کی اعانت پر تھا۔ جس سے وہ اپنے پولیٹیکل حریفوں اور مخالفوں کی زبردست سے زبردست کوششوں کو بڑی آسانی سے رد کرسکتا تھا۔ مگر بایں ہمہ وہ اس لفظ کے بولنے کی جرأت نہ کرسکا۔ جس کے بولے جانے سے کل یورپ میں امن وامان اور سلطان کی رعایا میں فلاح اور فارغ البالی قائم رہتی۔ گر بیٹھے ہوئے دودھ پر چلّانا بے سود امر ہے اور ایک ایسے بڑے وزیر کے (جو اکثر حالتوں میں بیشک بڑا ہے) تمام افعال پر نکتہ چینی کرنا جس کو عرصے سے قبر نصیب ہوچکی ہے۔ اگر شیطانی کام نہیں تو کفران نعمت (یا ناشکر گزاری) تو ضرور ہے۔ تاہم زندوں کے ساتھ انصاف کرنا ہمیں مجبور کرتا ہے

کہ امر واقعی بیان کرتے وقت مُردوں کا بھی لحاظ نہ کریں" "دیانتداری سب سے عمدہ حکمت عملی ہے"۔ ایک ایسی ضرب المثل ہے جو ڈپلومیٹک کاپی بک دسفاتی مستقیہ کو اغذ) میں بہت کم پائی جاتی ہے۔ اور اگر پائی بھی جاوے تو بہت ہی کم اُس پر عمل ہوتا ہے۔ لیکن افراد کی طرح اقوام کے معاملات میں بھی یہ امر درست ہے کہ گناہ اپنا بدلہ لینے کے لئے کوئی نہ کوئی راستہ ضرور نکال لیتا ہے۔ اور فی الحال یہ بتانے کے لئے کسی الہام کی ضرورت نہیں کہ انگلستان ابھی تک اپریل ۱۸۷۷ء کی مجرمانہ غلطی کے درست کرنے میں اپنا آخری پونڈ یا اخیری جان صرف نہیں کر چکا۔ بلکہ اُسے بہت کچھ زر و مال اور جان و جوان خرچ کرنا پڑیگا۔

اعلانِ جنگ کے بعد کچھ دنوں تک رومینیا نے بالکل الگ رہنے کا منشا رکھا۔ مگر یہ دھوکے کی ٹٹی چند گھنٹوں سے زیادہ نباہنی ناممکن تھی۔ اُس نے فوراً ہی گورنمنٹ روس کے ساتھ معاہدہ کر لیا۔ جس کے رو سے ریاست کے کل وسائل زار کے زیرِ حکم کر دئے گئے۔ رومینیا کی سپاہ جو شمار میں پچاس ہزار تھی۔ مغربی حد پر مُقیم کی گئی۔ اور روسیوں نے دریائے ڈینیوب عبور کر لیا۔ رومینیا کے وُزراء کو روس کے ساتھ شامل ہو جانے کا الزام دینا نامناسب ہے۔ اُنہوں نے معلوم کر لیا کہ ہمارا ملک دو آہنی دیگوں میں ایک مٹی کی ٹھلیا ہے۔ اور ٹکراؤ کے صدمے سے محفوظ رہنے کے لئے وہ زبردست کی حمایت میں آگئی۔

اِس وقت ترکی افواج کا کمانڈر۔ جس کا فرض یہ تھا کہ روسی فوج کی اِس قدر پیشقدمی کو روکتا۔ عبد الکریم پاشا تھا۔ اور خدا معلوم طبعی نالیاقتی یا کسی اور زیادہ مشتبہ امر کے سبب اُس نے اپنے آقا اور ملک کے فرض ادا کرنے میں قابلِ افسوس کوتاہی کی۔ اُس نے نہ تو کسی پُل کو توڑا۔ نہ کسی ریل کو اُکھاڑا۔ اور نہ ہی کسی ایسے مقام پر قبضہ کیا جہاں سے وہ دشمن کو تکلیف دے سکتا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۲۸ جون ۱۸۷۷ء

عبدالکریم پاشا

کو جنیل زمرمن (General Zimmerman) ڈنیوب سے پار اتر آیا۔ اور ایک ماہ کے اندر ہی صوبہ ڈبروڈشا حملہ آوروں کے پورے قبضے میں ہو گیا۔ عثمان پاشا جسے روسی پیشقدمی کے اصلی مقام کی خبر اپنے جاسوسوں سے درست نہ ملی تھی پلیونا پر ہٹ آیا۔ اور وہ کل ملک جو کوہ بلقان کے شمال میں تھا روسیوں کے قبضے میں آ گیا۔ جرنیل گورکو ہمراہی دو برگیڈ فوج سواران و چند اتواپ کے روسی فوج زیر کمان گرینڈ ڈیوک نکلس کے ہراول میں تھا۔ وہ تھوڑی سی لڑائی کے بعد ٹرانوس میں داخل ہوا۔ پھر درہ ہنکوئی کی طرف بڑھا۔ جہاں اس نے ترکی محکمہ خبر رسانی کی سستی سے زیادہ سخت لفظ نہ سہی) وہاں کے محافظین کی چھوٹی سی جمعیت کو اوپر اچانک آ پڑنے سے بھگا دیا۔ اور پھر کزانلک کی طرف جو درہ شپکا سے چھ میل ہے بڑھا۔ اس جگہ روسیوں کا کسی قدر اصلی مقابلہ ہوا۔ ترک نہایت دلاوری سے لڑے۔ اور ایک دفعہ تو وہ جرنیل پرنس مرسکی (General Prince Mirski.) کے حملے کو بالکل پس پا کرنے میں کامیاب بھی ہو گئے۔ مگر آخر کار دغا شجاعت پر غالب آ گیا۔ اور اسی ماہ کی ۱۸ کو دونوں جرنیلوں کی فوجیں بلقان کی جنوبی جانب آپس میں اکٹھی ہو گئیں ؂

جو فتح روسیوں نے اس دفعہ حاصل کی تھی اسی نے عبد الحمید کو یہ موقع دیا کہ اپنے آپ کو مرد واقف امور جنگ ثابت کرے۔ چنانچہ روسیوں کے بڑے جلد آگے بڑھے چلے آنے کی خبریں قسطنطنیہ میں پہنچتے ہی اس شہر میں ایک قسم کا تہلکہ برپا ہو گیا۔ ترکی وزراء نے جب دیکھا کہ ان کے اور حملہ آور فوج کے بیچ اب کوئی قدرتی رکاوٹ نہیں رہ گئی تو ان کی ایسی حالت ہو گئی۔ جیسے ۱۸۷۰ء میں اہل فرانس ایک جرمنی سپاہی کے دیکھنے پر فرانسیسی گاؤں میں وارد ہو جاتی تھی۔ وہ بجوم بارگاہ سلطانی میں حاضر ہوئے اور اپنے بادشاہ سے التجا کی کہ وہ دار الخلافہ چھوڑ کر

باسفرس کے ایشیائی ساحل پر اپنی جان سلامت لیجائے۔ مگر انہوں نے بھی یورپ کی طرح اپنے آدمی کو اچھی طرح نہ جانا تھا جس حقارت کی نظر سے اُس نے پروٹوکول کی تجاویز کو مسترد کیا تھا اُسی طرح اُس نے اِن مایوسی بخش مشوروں کو رد کر دیا۔ یہ دیکھ کر کہ اِس نازک وقت میں اُسے اپنے پرانے معاونوں (انگریزوں) سے کوئی مدد نہیں مل سکتی۔ اور خاصکر اُس کے وزیروں کی دانائی اور عقل بھی اب گم ہونے لگ پڑی ہے۔ اُس نے اپنے بہادر دل اور اپنی سپاہ کے قدیمی طبعی جوش پر بھروسہ کیا۔ اُس نے ایسے خطرے کے وقت میں اپنی جگہ چھوڑنے سے انکار کیا۔ اور کل امور کا انتظام خود اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ اِس صورتِ انتظام کے تغیر کا اثر بہت جلد اکثر ویران شدہ روسی گھروں میں پایا گیا۔ حملہ آور جرنیلوں کو جلدی ہی معلوم ہو گیا کہ ایک بہادر مستقل مزاج شخص (عبد الحمید) کے دل کے مقابلے میں اُن کو اِس قدر مصائب اور مزاحمتوں کو برداشت کرنا پڑا جن کے مقابلے میں ایک بڑے چوڑے دریا (ڈینیوب) اور کوہستانی سلسلہ (بلقان) کی قدرتی رکاوٹیں ایک سیل کے روبرو ایک پرِکاہ کی روک کے برابر نہ تھیں۔ رشید پاشا وزیر جنگ اپنے عہدے سے الگ کیا گیا۔ اور عبد الکریم جس نے اپنے فرائض کے ادا کرنے میں اپنے ملک کو دغا دی واپس بلایا گیا۔ جن افسروں نے روس سے رشوت لے کر اپنے شہنشاہ کو دھوکہ دیا تھا۔ سنا گیا ہے کہ سلطان نے حکم دیا کہ ان کو سونے کی بھوک تھی۔ پس سونا پگھلا کر ان کے منہ میں ڈال دو جس سے وہ دارِ جہنم کو راہی ہوئے۔ (مترجم) مصطفے پاشا وزیرِ جنگ مقرر ہوا۔ اور محمد علی فوج کی کمان پر روانہ کیا گیا۔ عبد الحمید کا جوشِ حمیت اُس کی سپاہ کے دلوں میں بڑی سرعت سے اثر کر گیا۔ اور اِس اثر کے کارناموں کو حملہ آوروں کی ایک غیر متوقعہ سہو سے اَور بھی زیادہ مدد مل گئی۔ گرینڈ ڈیوک نکلس جو بجائے لیاقت کے صرف رتبے کے باعث

دی گرینڈ ڈیوک نکولس

جنگ پلیونا

ریہ زار کا چھوٹا بھائی تھا۔ مترجم) اس عہدے پر تھا۔ کسی نامعلوم غلطی سے پلیونا جیسے مضبوط مقام پر قبضہ کرنا بھول گیا۔ اور اس غلطی کے فائدہ اٹھانے میں عثمان پاشا نے رجیس کا اس واقعہ سے بہت ہی جلد بعد ہمیشہ کے لئے بہادروں کے ہر ایک مجمع میں جامِ صحت نوش کیا جانے کو تھا، کوتاہی نہ کی۔ اپنے شاہی آقا کی غلطی کو درست کرنے کے لئے جرنیل کروڈنر (General Kurdner) نے تین رجمنٹیں بدیں حکم روانہ کیں کہ اس مقام کو بہر نہج فتح کرلیں۔ اور سپاہیوں نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ مگر فتح صرف عارضی تھی۔ رجمنٹیں بے مدد تھیں۔ اور وہ مورچوں کے اندر داخل ہی ہوئی تھیں۔ کہ عثمان نے ان کو بڑے نقصان کے ساتھ باہر نکال دیا۔ اور اس نے فوراً وہ مورچہ در مورچہ بندی ڈالنی شروع کردی۔ جس کی عالیشان حفاظت ہمیشہ کے لئے اس کے نام پر وہ شگاف روشنی ڈالتی رہیگی۔ جیسے کہ سپاسٹوپول کی لڑائی ٹوڈلبین (Todleben.) کے نام پر۔ عثمان نے اپنے آپ کو ایک لائق جنگی انجنیر اور متحمل مستعد کارکن سے بھی زیادہ دکھلا دیا۔ کیونکہ اس نے درۂ اسکانیہ کے ذریعہ سے صوفیہ تک آمدورفت کے راستے کو قابو کرلیا۔ اور ساتھ ہی لوواز کے مضبوط مقام کو اور زیادہ محفوظ کردیا۔ پس اپنے خطاب ارعزیز کی دلداری نے زار روس سے تین نہایت ہی کارآمد مقام۔ کروڑوں روپے جو فاقہ کش دہقانوں کی مفلسی سے جبراً چھینے ہوئے تھے۔ اور اس کی سپاہ کی لاکھوں جانیں ضائع کرادیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسلسل فتحیابی میں اس ناگہانی مزاحمت نے روسی جرنیلوں کے سر چکرا دئے۔ اور ان کو بجائے ماہرانِ فنِ جنگ کی طرح کارروائی کرنے کے ایک بھڑکے ہوئے پاگل سانڈ کی کرتوتیں کرنے پر مجبور کردیا۔ وہ ۳۰ ہزار فوج اور بھاری توپخانے سے پلیونا پر چڑھے۔ اور ۳۰۔ جولائی کو حملہ کیا۔ مگر ان کی قسمت میں یہ سبق سیکھنا لکھا تھا۔ کہ غلطی تو بڑی آسانی سے

سرزد ہو جاتی ہے۔ لیکن سنوارنا مشکل ہے۔ اپنے مالک کی غلطی کو ایک دوسرے
پہلے درست کرنے کی بےقراری اور تردد نے اس سہو کے نتائج کو بالمجموع اور بھی زیادہ
خطرناک کر دیا۔ حملہ کرنے والے ڈویژن Division (حصۂ فوج) بجائے ایک کے
زیر کمان ہونے کے ایک دوسرے سے بالکل بے تعلق آگے بڑھے۔ اُن کو اُن گھاٹیوں
میں سے ہو کر گزرنا تھا جن کی دو طرفہ بلندیوں پر ترکی توپخانے تھے۔ اس طرح تعلق باہمی
کے ضروری رشتے کے بغیر ہی آگے بڑھنے سے ایک ڈویژن دوسرے سے آگے بڑھ
گیا۔ جس نے کسی کمک یا مدد کا انتظار کئے بغیر اکیلے ہی نے حملہ کر دیا۔ شاکافسکوئی
(Schakoffskui) اس حصے کے افسر کی بدبختی سے اس کی کامیابی
اس کی لیاقت سے بڑھ کر ہوئی۔ وہ ایک یکلخت حملے سے حفاظت کے ایک مورچے
کو گو بڑا سخت نقصان اٹھا کر، فتح کرنے میں کامیاب ہوا۔ جس بدبختی سے اس
لئے کہتی ہوں کہ اس کامیابی سے اس کا اور اس کے مالک کا بڑا نقصان کیا۔ فتحیابی
سے مست ہو کر اس نے دوسرے ڈویژن کے سست کمانڈر کے کمک لے کر آ پہنچنے تک
اور مورچے کی آڑ میں رہ کر انتظار کرنا پسند نہ کیا۔ اور اپنے آدمیوں کو ذرا سا دم لینے کا وقفہ
بھی نہ دیا تھا کہ اس نے دوسرے مورچے پر حملہ کر دیا۔ روسی بڑے تہور سے لڑے۔
مگر ان کے مقابل بھی اُنہیں کے ہم پلہ اور نسبتاً تازہ دم تھے۔ تین گھنٹے کی مہیب
لڑائی کے بعد روسی بالکل پس پا کئے گئے اور آخر کار بھاگ نکلے۔ پس پا ہوتے ہوئے
روسیوں کو ان گھاٹیوں میں کو نکلنے کے لئے جن میں سے وہ آئے تھے پھر دوبارہ ترکی
توپخانوں کی پوری زد میں آنا پڑا۔ جو فراریوں پر برابر گولہ باری کرتے رہے۔ حتیٰ کہ رات
نے اُن پر در روسیوں پر رحم کھایا۔ اور تعاقب کنندگان اور بھگوڑوں کے درمیان حائل
ہو کر کشت و خون کو بند کر دیا۔ جب صبح ہوئی تو اس جرار فوج میں سے جو اس بے پروائی
سے پلیونا پر حملہ کرنے کو بڑھی تھی صرف ایک بے سر و سامان تھوڑا سا حصہ رہ گیا جو چھوٹی

جنرل ٹوڈلیبن

چھوٹی جماعتوں میں متفرق ہو کر لڑکھڑاتا ہوا ڈینوب کی لائن کی طرف ہٹ رہا تھا۔

روسی سپاہ کی اس پہلی اور جان شکن شکست سے روم کے دشمنوں کے دلوں میں سراسیمگی پیدا ہوگئی اور تمام روئے زمین پر اس کے محبوں کے سینوں میں امید کی شعاعیں چمک اٹھیں۔ یورپ کے کاروباری لوگوں پر اس شکست سے جو اثر پڑا اس امر سے معلوم ہو جاویگا۔ کہ اس خبر کے مشتہر ہوتے ہی روسی دستاویزوں کی قیمت بہت ہی گر گئی۔ جو اس مثل کے (جس کی لاٹھی اسی کی بھینس) اصول کو نہ مانتے تھے مارے خوشی کے جاموں میں پھولے نہ سماتے تھے۔ اور روسی افواج کے دریائے ڈینوب سے عبور کرکے فوراً پسپا ہو جانے کے منتظر ہو بیٹھے۔ مگر افسوس جو نقصان عبدالکریم پہلے کمانڈر کی بے ایمانی سے روم کو پہنچا۔ اس کی برخاستگی سے دفع نہ ہو سکا۔ اس کے اتنے بڑے مضبوط مقامات کا بغیر کسی لڑائی کے چھوڑ دینے سے عثمان پاشا کے لئے ناممکن ہو گیا تھا۔ کہ وہ اس فتح کے بعد جو اس نے دشمنوں کی غلطی۔ ذاتی لیاقت اور اپنی فوج کی کمال بہادری سے حاصل کی تھی۔ دشمنوں کا پیچھا کرے۔ وہ اپنے مقام کو قابو رکھنے کے لئے کافی مضبوط تھا۔ مگر نہ اس قدر کہ تعاقب کو جاری رکھ کر دشمن کے ہیڈکوارٹر پر حملہ کرے۔ پس روسی جرنیلوں کو اپنی تتر بتر شدہ فوجوں کو اکٹھا کرکے اور رآؤر مارو حاصل کرکے عثمان کی قلعبندی پر پھر حملہ کرنے کا موقع مل گیا۔

پلیونا کی لڑائی نے کل نظروں کو اپنی طرف مصروف کر لینے سے۔ جنرل گورکو کے وہ بڑے کارنامے جو وہ جنوب میں کر رہا تھا۔ تمام شائقینوں کے دل سے کچھ عرصے کے لئے بھلا دئے۔ یہ افسر اس تباہی سے بیخبر جو اس کے ساتھیوں پر پڑی تھی ان دروں کی طرف۔ جو اس چھوٹے سے سلسلۂ کوہ سے گزر کر جسے کارادغ کہتے ہیں رومیلیا کے میدانوں کی طرف جاتے ہیں۔ برابر بڑھ رہا تھا۔ مگر اسے بھی اپنی راہ میں ایک سخت مزاحمت کا مزا چکھنا تھا۔ یہ مزاحمت دراصل اسی طاقت کے باعث

بھی - جس کا اثر اسی وقت سے عبد الحمید لائق آدمیوں کو مناسب مقاموں پر مقرر کرنے سے معلوم کرنے لگ پڑا تھا - جوں ہی سلطان نے کاروبار کا اہتمام اپنے ہاتھوں میں لیا - اُس نے سلیمان پاشا کو مانٹی نگرو سے واپس بُلاکر جس جگہ اُس کی قابلیت چند وحشی پہاڑیوں کے ساتھ چھوٹی چھوٹی لڑائیوں میں ضائع ہو رہی تھی - ترکی افواج متعینہ ایڈریانوپل کا افسر مقرر کیا - گورکو کی پیش قدمی کے انتظار میں سلیمان نے ایسے مقام پر ڈیرہ ڈالا - جہاں سے وہ اُس کو مشرقی یا مغربی دروں سے ہو کر خواہ سامنے سے خواہ اطرافی دروں سے ہو کر آوے روک سکے حملے کے نقشے کی گورکو نے یوں تجویز کی کہ بلگیریا کی فوجوں کو دائیں اور بائیں طرف ترکوں کے یمین و یسار پر روانہ کرکے خود قلبِ لشکر کو کارا داغ کے دروں میں سے لے کر چلا - مگر سلیمان پاشا جس نے اپنی ساری فوج کو مجتمع کیا ہوا تھا - اسکئی صغرا میں گورکو پر تیس ہزار فوج سے جا پڑا اور اُس کو آٹھ ہزار جانوں کے نقصان کے ساتھ درہ ہائے شبکا اور ہنکوئی سے بالکل پس پا کر دیا - یہ جتلا دینا مناسب ہے کہ یہ دوسری شکست بھی پلیونا کی شکست کی طرح ماہرانِ فنِ جنگ کے نزدیک رومیوں کی شجاعت و لیاقت اور نیز حملہ آوروں کی لاپروائی سے واقع ہوئی - روسی جرنیل حملے کے ابتدائی دنوں میں بالکل کمزور مزاحمت ہونے کے باعث اپنے دشمنوں کو حقیر سمجھنے لگ پڑے تھے - اور اسی لئے اُنہوں نے اُس تغیر کا جو اُس ایک ہوشیار اور ذہین آدمی (عبد الحمید) کی مستعد مداخلت سے واقع ہوا تھا کچھ خیال ہی نہ کیا - مگر ان دو لڑائیوں نے روسی کارپردازانِ جنگ پر ثابت کر دیا - کہ رومی سپاہی کی قدیمی شجاعت ذرا بھی کم نہیں ہوئی - اور ابتدائے جنگ میں اُن کو پہلی کامیابیاں صرف ترکی کمانڈر (عبد الکریم) کی غفلت یا بے ایمانی سے حاصل ہوئیں نہ اُن کی (روسی افسرانِ جنگ کی) یا اُن کے ماتحتوں کی کسی عجیب جنگی لیاقت سے - ۷۰ ہزار ترکوں کے مقابلے میں جو لوواز اور پلیونا میں

سلیمان پاشا

جمع تھے۔ گرینڈ ڈیوک نکلس سے سوائے اس کے اور کچھ نہ بن پڑا کہ باوجودیکہ اُس کے پاس اُس وقت بھی ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ روسی اور ۵۰ ہزار رومینیا کی فوج موجود تھی (اور یہ تعداد جرنیل گورکو کی فوج سے علاوہ ہے۔ مترجم) اُس ایک لاکھ کمک کی آمد کا جو روس سے طلب کی گئی تھی۔ اور اب اس وقت رومینیا میں سے گزر رہی تھی۔ انتظار کرے ؛

نقشہ موقع نما کو ذرا غور سے دیکھنے پر ہر ایک فنِ جنگ سے ناواقف دریافت کنندہ کو بھی یقین ہو جائیگا۔ کہ یہاں اور اب ٹرکی کے لئے میدانِ جنگ کی قسمت کو اپنی طرف کرنے اور فوجِ مخالف کے ہر ایک فرد بشر کو دریائے ڈینوب سے پار دھکیل دینے کا ایک بہت بڑا موقع تھا۔ اب بجائے بچاؤ کرنے کے ایک متفقہ حملہ کرنے کا وقت آ گیا تھا۔ مگر یہ دو وجہ سے ناممکن تھا۔ ایک تو محکمہ خبر رسانی کی حالت بڑی خراب تھی۔ جس کے باعث میدانِ جنگ سے سُلطان کو بہت دیر میں خبر ملتی تھی۔ اور دوسری وجہ کسی ایک بڑے جرنیل کا نہ ہونا تھا۔ جس پر سُلطان المعظم اعتماد کر کے لڑائی کا کُل انتظام سپرد کر سکتے۔ سو روسی شپکا پاس میں اپنے مقام کو مورچہ بند کرنے میں بغیر کسی مزاحمت کے چھوڑ دئے۔ جہاں وہ اُن کمیوں کو پُورا کرنے کے لئے جو پلیونا کی جاں گداز شکست سے واقع ہوئی تھیں۔ کمک کے منتظر رہے ؛

۱۶۔ اگست تک دونوں فوجیں بیکار پڑی رہیں۔ سوائے اس کے کہ گاہ بگاہ کوئی گولہ دشمن کی جمعیت معلوم کرنے کو چلایا گیا۔ یا بیرونی پہرے کی چوکیوں میں کوئی لڑائی ہو۔ مگر اُس دن سلیمان پاشا نے اس درے کو حملہ کر کے چھڑا لینے کا ارادہ کیا لیکن اُس وقت شپکا پر حملے کی کیفیت بالکل مُنعکس تھی۔ روسی مورچوں کی اوٹ میں تھے۔ اور تُرک کھلے میدان میں۔ پانچ دن رات لڑائی ہوتی رہی۔ درہ گولہ باری سے

۷۸۰۳

دوزخ کا نمونہ بنا ہوا تھا۔ تاہم روسی مورچوں پر قابض رہے۔ اور سلیمان ۴ ہزار جانوں کا
نقصان اٹھا کر پیچھے ہٹ گیا۔ اس پس پا ہونے سے اس کے ساتھی افسروں عثمان
اور محمد علی پر کوئی مضر اثر نہ پڑا۔ اور انہوں نے بھی اپنی اپنی باری پر گرینڈ ڈیوک کی افواج
پر حملہ کیا۔ اور باوجودیکہ ان کی افواج اسی متہورانہ جرأت سے لڑیں جیسے کہ سلیمان کی
سپاہ۔ مگر ان کو بھی آخر کار واپس ہٹنا پڑا۔ اس وقت روسیوں کو بہت بڑی کمک
پہنچ گئی تھی۔ اور پھر وہ حملہ کرنے کے قابل ہو گئے تھے۔ جنرل سکوبیلاف۔ روسیوں کا
جنگی پیشوا۔ جو ایک بڑا بہادر سپاہی اور ہماری اس دنیا میں ایک بڑا خوبصورت شخص ہے
ترکوں کی فوج سے تگنی سپاہ ہمراہ لے کر لوواز پر حملہ آور ہوا۔ بڑے سخت مقابلے کے بعد
لوواز فتح ہو گیا اور پلیونا کا راستہ کھل گیا ۔

اس وقت جنگ کا ایک قابل یادگار سانحہ واقع ہوا جس نے غالب و
مغلوب دونوں کو کمال عزت سے ڈھانپ دیا۔ اور ان دونوں شخصوں کو جو افواج مخالف
کے افسر تھے شہرت دوام بخش دی۔ ۷ ستمبر کو سکوبیلاف نے ایک لاکھ فوج اور ۲۵۰
توپوں سے پلیونا کے بیرونی مورچے پر گولہ باری شروع کی۔ دو دن تک نہایت وسیع بھاری
توپخانوں اور ترکی قلعوں سے گولے چلتے رہے۔ اول الذکر سے ایک گولہ جسے ما بعد الذکر
سے ایک ٹیل ([illegible]) آہنی گولہ پھینکا جاتا تھا۔ ۵ ستمبر کی شام کو سکوبیلاف نے
محصورین کے پہلے مورچے پر حملہ کیا۔ مگر خطرناک کشت و خون سے ہٹا دیا گیا۔ اور
اس نے گولہ باری مکرر شروع کر دی۔ اور اور دو دن تک پلیونا کے اوپر بھاری توپوں
کی گرج سے آسمان پھٹتے رہے۔ اور اڑتے ہوئے گولوں اور غباروں سے ہوا تاریک
رہی۔ ۱۱ ستمبر کو سخت کہر پڑ جانے سے گولہ باری ٹھنڈی ہو گئی۔ اور انکرمان کی طرح
روسیوں نے ایک دفعہ اور اس قدرتی معاون کی مدد سے وہ امر بذریعہ سنگین حاصل
کرنا چاہا جسے توپ نہ پا سکی تھی۔ انہوں نے تین مختلف مقاموں سے حملہ کیا۔ روسی

محمد علی پاشا

جنرل سکوبلاف

فوج پیدل بار بار مورچوں پر جھپٹتی تھی۔ جہاں اُن کو فولاد اور شعلے کی جلتی ہوئی دیوار
سامنے ملتی تھی۔ وہ کم اور متفرق کیئے جا کر گہری تاریکی میں پیچھے ہٹا دیئے جاتے تھے
جہاں سے پھر سنبھل کر وہ بار بار پاگلوں کی طرح حملہ کرتے تھے۔ اُس دن اُس رات
اور پھر دوسرے دن یہ خوفناک ہنگامہ برابر جاری رہا۔ حملہ آوروں کی صفوں پر
صفیں اس طرح کاٹی جاتی تھیں جس طرح کاٹنے والے کی درانتی کے آگے اناج
کے خوشے۔ اور اُن کے مُردوں کے پُشتوں سے مورچوں کی خندقیں بھر گئی تھیں
اور روسیوں نے اپنی تاریخ میں پہلی ہی دفعہ اب کے اپنے مُردہ ساتھیوں کے جسموں
کو دشمنوں تک پہنچنے کے لیئے بطور پُلوں کے استعمال نہیں کیا تھا۔

اِس تمام معرکۂ کُشت وخون اور آتش بازی پر سکوبیلاف جنگ کے مجسّم دیوتا
کی طرح حکومت کرتا پھرتا تھا۔ سکوبیلاف بایں ہیئت کذائی ننگے سر ٹوٹی تلوار
ہاتھ میں۔ کوٹ شانوں پر سے بالکل پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہوا ہوا۔ اُس کا خوبصورت
چہرہ دھوئیں سے سیاہ۔ اُس کی نازک لمبی مونچھیں آگ سے جھلسی ہوئیں۔
اُس کی آنکھیں انگاروں کی طرح چمکتی ہوئیں، اور اُس کی آواز جرأت دلاتی ہوئی۔
اپنے سپاہیوں کو ایک ہی وقت ہر جگہ معلوم ہوتا تھا۔ جب کوئی رجمنٹ اپنے
کسی تاحال نافتح شدہ مورچے سے اندھی۔ کمزور اور بیدل ہو کر لڑکھڑاتی تھی۔ تو سکوبیلاف
اپنی تحکمانہ آواز سے فوراً سنبھلنے کو پکارتا ہوا اُس میں فی الفور موجود ہوتا۔ اور اُس
کی موجودگی سے رومینیا کے نوگرفتار خام رنگروٹ میں بھی ایک بڑے جنگ آزمودہ
سپاہی کا تحمل اور لاپروائی پیدا ہو جاتی تھی۔ اور جبکہ سہ بارہ ہزیمت خوردہ پلٹن
پھر تازہ دم اور صف بند ہو کر پھر موت کے آتشبار طوفان کے گھمسان میں کود پڑنے
کے حکم کے منتظر ہوتے تھے۔ تو ہمیشہ جرنیل ہی کی آواز تھی جو وہ حکم دیتی۔ اُس کے
(سکوبیلاف) فراخ کندھے اگلی صف کی سنگینوں سے بھی چھ فیٹ آگے ہوتے تھے۔

مگر نہ کسی سکوبیلاف کی بے اندازہ کوششیں اور نہ ہی اس کی سپاہ کی نڈر بہادری رجو اس نے ان میں پھونک دی تھی) آجکل کے اسلحہ حرب سے۔ پھر جن کو ترکوں جیسے شجاع اور ثابت قدم سپاہی مورچوں کی اوٹ سے چلا دیں عہدہ برآ ہو سکتی ہیں۔ اور نیسرے دن کے غروب ہونے پر جبکہ گولہ باری بند کرنے کے حکم سے بگل چلا رہے تھے تاریخ جنگ کے اس بڑے بہادرانہ اور بے مثل حملے کا نتیجہ کیا ہوا۔ صرف ایک مورچے کا فتح ہونا :-

یہ جیسا کہ نہایت ہی بڑا مہتورانہ کام تھا۔ ویسا ہی غالباً یہ اخیری ہوگا آئندہ پھر کبھی سنگین بریچ لوڈر Breech Loader کا ترسی کا مقابلہ نہ کریگا روسی جرنیلوں نے یہ سبق سیکھ لیا تھا اور اس سے انہوں نے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ انہوں نے اب وہی ممکن الوقوع ذریعہ اختیار کیا جس سے ہی صرف فی زمانہ ایک درحقیقت قلعبند مقام فتح کیا جاسکتا ہے یعنے محاصرہ اور فاقہ رہی مگر اس ترکیب سے اتنی دیر اور تعویق ہوئی جس کی یورپ میں کسی کو امید نہ تھی۔ کیونکہ یہ ۱۰ دسمبر تک بالکل بے اثر رہی جس تاریخ کو عثمان پاشا نے یہ دیکھ کر کہ رسد وغیرہ کے بڑی تیزی سے کم ہوتے جانے سے اب زیادہ عرصے تک اس مقام کو قابو رکھنا ناممکن ہے۔ ایک بیباکانہ حملے پر لڑائی کے پانسے کو منحصر کر دینے کا فیصلہ کر دیا۔ اور اس نے کل فوج کو لے کر حملہ کر دیا۔ اور محاصرین کی خندقوں کی پہلی لائن کو فتح کر کے کل سپاہ کو جو اس پر متعین تھی۔ تہ تیغ بیدریغ کیا۔ مگر اس کے سپاہی خاقوں اور اتنے بڑے محاصرے کی دن رات کی نگہبانی سے تھک کر بالکل کمزور ہو گئے تھے۔ اور محاصرین کی بیشمار فوج کو جو گنتی میں ان سے بدرجہا بڑھ کر تھی کاٹ کر باہر نہ نکل سکتے تھے۔ اس لئے اس نے اپنے مورچوں پر واپس ہٹ کر سفید جھنڈا کھڑا کر دیا۔ جب فاتح پلیونا میں داخل ہوئے۔ تو بجائے ایک شہر کے انہوں نے اسے ایک

غازی مختار پاشا

مردانہ پایا ۔

اب ہم تھوڑی دیر کے لئے اُن واقعات کی طرف مصروف ہوتے ہیں جو
ایشیا میں ہو رہے تھے۔ کیونکہ یہ امر فراموش نہ کرنا چاہئے کہ ترکی اپنی جان بچانے کے
لئے دونوں براعظموں میں لڑ رہی تھی۔ ۔ روسی فوج نے ۲۵۔ اپریل کو زیر کمان گرینڈ ڈیوک
میکائیل ایشیائی سرحد سے عبور کیا۔ اور قارص۔ بایزید۔ اردہان اور بڑے مشہور
تجارتی شہروں باطوم اور ارض روم پر ایک ہی وقت حملہ کر دیا۔ ان میں سے اردہان
، اسی کو ایک سخت مقابلے کے بعد مفتوح ہوا۔ اور بایزید کو ترکوں نے بغیر کسی مقابلہ
کرنے کے بالکل چھوڑ دیا۔ مگر جیسا کہ یورپ میں ہو لابتدائی فتحیابیوں کا ایک مسلسل
سلسلے میں برابر چلا جانا حملہ آوروں کی قسمت میں نہ تھا۔ حملہ ملک کے ایک بڑے
وسیع حصے میں کیا گیا تھا۔ اور زمین کی قدرتی بناوٹ ایسی تھی کہ محافظین حملہ آوروں
پر چھوٹے چھوٹے مگر نقصان دہ حملے کر سکتے تھے۔ ۔ ۲ جون کو مختار پاشا نے جو ترکی
ایشیائی افواج کا سپہ سالار تھا۔ روسی افواج کے بائیں حصے پر بڑی جماعت سے
حملہ کرنا شروع کر دیا۔ لڑائی پندرہ دن تک جاری رہی۔ اور ۵ جولائی کو روسی بڑے
نقصان کے ساتھ سرحد سے پار نکال دئیے گئے۔ ترکوں نے بایزید پر پھر قبضہ کر لیا
اور ۹ جولائی کو کل ضلع سے روسی بالکل غائب ہو گئے۔ تب مختار قارص کی مدد پر روانہ
ہوا جس کے نزدیک فوج محاصرہ نے ایک پہاڑی پر اپنے مقام کو خوب قلعبند کیا ہوا
تھا۔ اور اس جگہ سے روسیوں کو دست بدستی لڑائی میں نکال دینے میں وہ کامیاب
ہوا۔ اور گو ان کا عام حملہ ناکامیاب ہی رہا تاہم روسی اس قدر کمزدہ اور بیدست و پا کر
دئیے گئے تھے کہ ان کو پھر حملہ کرنے کے لئے پہلی اکتوبر تک فوج امدادی کا انتظار کرنا
پڑا۔ تب قارص کے گرد ۱۴ دن تک بھاری لڑائی کا سلسلہ جاری رہا۔ اور ۱۵۔ کو مختار
ارض روم پر واپس ہٹ آیا۔ اور قارص پورے محاصرے میں ہو گیا۔ یہ پہلی نومبر کو ہوئے

سخت دلیرانہ مقابلے کے بعد فتح ہو گیا۔ اس اثنا میں روسیوں نے جو ایشیا میں یورپ کی طرح بے اندازہ طاقت میں تھے۔ مختار کی فوج کا ارض روم کی دیواروں تک تعاقب کیا۔ اور ۵ نومبر کو ارض روم کی شمال اور مغربی بلندیوں پر قبضہ کر لیا۔ جنوب مشرق کی طرف سات آٹھ میل تک دلدلی ڈابریں تھیں جن کی وجہ سے ارض روم کا پورا محاصرہ ناممکن تھا۔ صرف چھوٹے چھوٹے حملے کئے جا سکتے تھے۔ جن کا ترکی بترکی جواب رومی جرنیل ۷ دسمبر تک کامیابی سے دیتا رہا۔ جبکہ وہ قسطنطنیہ طلب کیا گیا تھا۔ تب تک وہ اصل باطوم اور ارض روم روسیوں سے ہرگز فتح نہ ہو سکے تھے۔ اگر نازعہ فیمابین روم و روس ایشیائے کوچک میں لڑائی کے فیصلے پر چھوڑا جاتا۔ تو وہ مسئلے جو برلن کانگرس میں صلح کے لئے پیش ہوئے مختلف ہی صورت میں حل ہوتے۔

اب بلقان کی طرف توجہ مبذول کر کے جنگ کے اس مختصر بیان کو ختم کرتی ہوں ۷ ستمبر کو سلیمان نے دوبارہ شپکا سے روسیوں کو نکال دینے کی کوشش کی۔ مگر روسی بڑی مضبوط قلعبندی میں تھے اور اُس نے اس خیال کو بالکل چھوڑ دیا۔

پلیونا کے مفتوح ہو جانے پر روئے زمین کے کل حامیان امن نے خیال کیا کہ یورپین مداخلت کا وقت اب آگیا ہے۔ اور سب کی آنکھیں لنڈن کی طرف انگریزی گورنمنٹ کی مداخلت کے کسی ارادے کو معلوم کرنے کے لئے جھکی ہوئی تھیں۔ مگر لارڈ بیکنسفیلڈ ابھی تک خاموش تھا۔ اور انگریزی بیڑہ جہازات ویسے ہی لنگر انداز۔ اس میں کچھ شک نہیں ہو سکتا کہ زار بھی اس وقت ایسی مداخلت کو جو اُس سے معزز شرائط پر صلح کرا دیتی۔ دل سے پسند کرتا۔ اس کی سپاہ نے سخت نقصان اُٹھائے تھے۔ اس کی مالی حالت بالکل تباہ ہو گئی تھی۔ اور سب سے بڑھ کر موسم سرما جس کے ہمراہ اب لڑائی کی مصائب اور تباہیوں کو اور زیادہ کرنے کے سامان بھی آتے ہیں۔ سر پر پہنچا تھا قسطنطنیہ سے نامہ و پیام کی کوئی سلسلہ جنبانی نہ ہوئی۔ اور یہ ظاہر تھا کہ کسی بیرونی

دوستانہ مداخلت ہونے پر سُلطان نے آخری دم تک لڑتے جانے کی ٹھان لی تھی۔ جاڑے کے لمبے مہینوں میں اپنی روسی فوج کو بحالتِ موجودہ رکھنا ناممکن تھا۔ اور ویسا ہی بلقان سے واپس ہونا تھا۔ پس زار کو سوائے اس کے کوئی چارہ نظر نہ آیا کہ فوجوں کو باسفرس کے ساحل تک بڑھنے کا حکم دے جس حکم کی تعمیل کرنے کو جرنیل گورکو آگے بڑھا۔

ایک اَور ہفتہ بھر کی سخت لڑائی کے بعد کوہ بلقان سے گزر کیا گیا۔ اور ۴ جنوری کو صوفیا فتح ہوا۔ ۹ کو شپکا کی لڑائی کا ۳۰ ہزار ترکوں کے ہتھیار رکھ دینے پر خاتمہ ہوا۔ ۱۶ کو روسی فلپ پولی میں داخل ہوئے۔ اور حملہ آوروں کی پیشقدمی کو روکنے کے لئے ترکوں کی طرف سے ایک اَور سخت بیباکانہ حملے کے بعد ۳۱ جنوری ۱۸۷۸ء کو صلحنامہ تحریر کیا گیا۔ عہدوپیمانِ مابعد پر ایک ماہ صرف ہوا۔ اور ۳ مارچ کو مشہور عہدنامہ سٹین سٹی فانو پر دستخط کئے گئے۔ جس پر سرسری نظر کرنے کے بعد میں اس فصل کو ختم کرونگی۔

اس کی پہلی شرط یہ تھی کہ سرویا۔ مانٹی نگرو اور رومینیا مطلقاً آزاد کر دئے جائیں۔ اس کی بڑی بھاری شرط بلگیریا کے متعلق تھی۔ جس میں اُسے خود مختار۔ باج گزار صوبہ بنانے کی تجویز کی گئی تھی۔ اور جس کا سُلطان صرف باج خواہ شہنشاہ ہو نہ کہ براہ راست حکمران۔ اس کی حدود دریائے ڈینیوب سے لیکر بحر الجزائر تک بلقان کے دونوں جانب مقرر کی گئی۔ اور اس کا ابتدائی انتظام یعنے عرصہ دو سال تک کمشنر متعینہ زار کریگا۔ اور اس مدت تک روسی فوج اُس پر قابض رہیگی۔ باسینیا و ہرزیگوینا کے متعلق جو اصلاحیں کانفرنس منعقدہ قسطنطنیہ نے تجویز کی تھیں اور جن کو باب عالی نے مسترد کر دیا تھا۔ روس اور آسٹریا کی نگرانی میں جاری کی جاویں۔ اپائرس۔ ہتسیلی اور یورپین ٹرکی کے دوسرے صوبوں کی حکومت جن کا پیشتر خاص طور پر فیصلہ نہیں ہوا۔ آئندہ کے لئے ایک خاص کمیشن کے سپرد کی جاویگی۔ اور وہ باب عالی کو ہر امر کی رپورٹ دیا کریگی۔

اور باب عالی اُن کی تجاویز کو عمل میں لانے سے پہلے زار روس سے رضامندی حاصل کر لیا کریگی۔ باقی شرائط یہ تھیں۔ کہ روم روس کو ایک سو اکتالیس ملین پونڈ (ملین = دس لاکھ کے) (پونڈ = سولہ روپئے کے) تاوان جنگ دے۔ جس میں سے ۱۰ ملین نقد ہو اور باقی کے عوض میں ایشیائے کوچک کا وہ ٹکڑا دے جس میں باطوم اردہان۔ بایزید اور وہ زمین جو ساغان لونگ چلی گئی ہے شامل ہے۔ بسرابیا کا وہ حصہ جو جنگ کریمیا کے بعد روس سے لیا گیا تھا۔ واپس دیا جاوے۔ باسفرس اور آبنائے ڈارڈانیلز بحیرہ اسود کے روسی بندرگاہوں کے ساتھ تجارتی جہاز رانی کے لئے کھلے رہیں۔ عہد نامہ روسی فوج کے بتدریج ہٹائے جانے کی شرائط پر ختم ہوا۔

مشتہر ہونے پر یہ عہد نامہ جس نظر سے یورپ میں دیکھا گیا۔ اس سے اس کی شرائط کے پورا ہونے کی ذرا بھی اُمید نہ رہی۔ انگلستان میں خاصکر اس نے ایسا جوش پیدا کر دیا۔ جس سے امن و امان زیادہ دیر تک رہتا معلوم نہ پڑتا تھا۔ انگلش پبلک کے ۳/۴ حصے نے اِسے حقارت آمیز تمسخر اور غضبناک نفرت سے دیکھا۔ انگریزی گورنمنٹ کے عملی فوجی مداخلت کرنے کے ذرا سے کنائے کو عام جوش نے اُبلنے کے درجے تک پہنچا دیا۔ اور فریق مخالف کا سرگروہ اور اس کے پیرو بھی "شمال کی مقدس مورت" کی درخواست کی تائید میں کچھ بھی نہ کر سکتے تھے۔ انگلستان جیسا جوش یورپ کے ہر دار الخلافے میں کم یا بیش پیدا ہو گیا۔ اور روس کو اب سمجھائی دینے لگ پڑا کہ گو وہ مغلوب دشمن کے ساتھ سلوک کرنے میں انصاف کو بالائے طاق رکھ دے مگر ایسے عہد نامے پر جو یورپ کے اہم مقاصد و اغراض کے عین برعکس ہو۔ عملدرآمد کرنا اور چیز ہے۔ اس کو فوراً مطلع کیا گیا کہ ۱۸۵۶ء و ۱۸۷۱ء کے عہد نامے بغیر اُن طاقتوں کے مشورے اور اجازت کے فسخ نہیں ہو سکتے جن کے اُن پر دستخط ہیں۔ اِس امر کی پیشبندی کے لئے کہ شاید وہ (روس) فتح سے مخمور یورپ کی بھی کچھ پروا

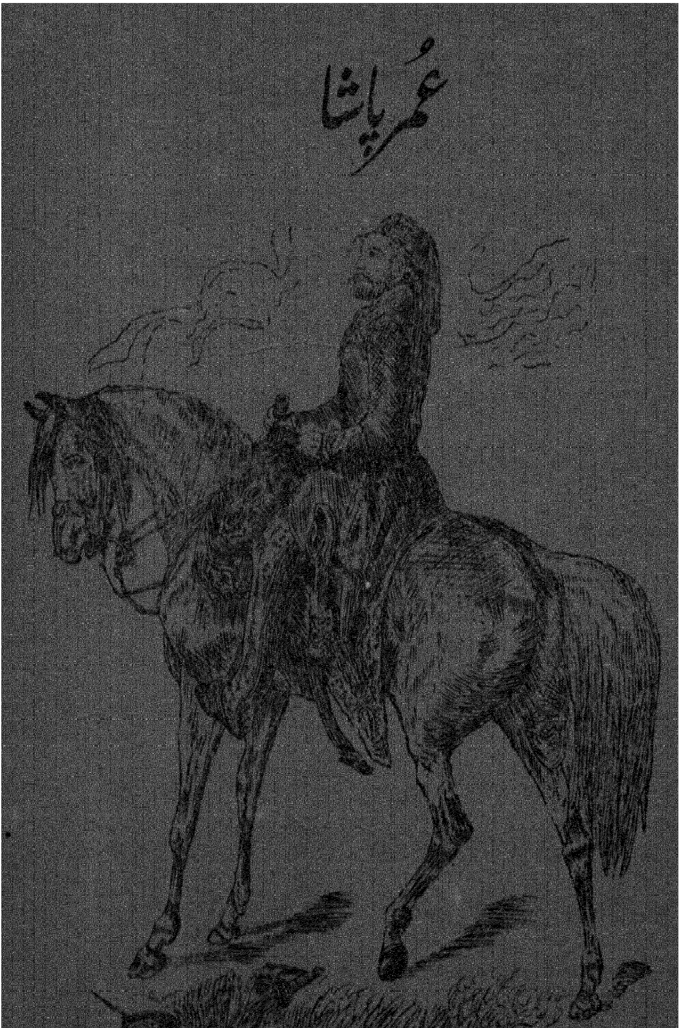

عمر پاشا

برلن کانگرس

نہ کرے۔ انگلستان نے خاص اپنے ذاتی فوائد و اغراض کی مضبوطی کے لئے تیاری
شروع کردی۔ اور لارڈ بیکنسفیلڈ نے اپنی زندگی بھر کا بہت ہی بڑا ہر دلعزیز کام کیا
کہ اُس نے وہاں جنگی بیڑہ جہازات کو قسطنطنیہ کے میناروں کے عین سامنے
لنگر انداز ہونے کا حکم دیا۔

سفارتی نامہ و پیام میں بہت وقت خرچ کرکے زار کو آخر کار معلوم ہوگیا۔ کہ
عہدنامہ سین سٹی فانو صرف ایک ابتدائی عہدنامہ ہے۔ اور مئی ۱۸۷۸ء میں دُوَلِ
منظّم کے وُکلا کے بمقام برلن کانگرس میں جمع ہونے کے لئے جو ماہ جون میں نشست
کرنے کو تھی۔ تیاریاں ہونے لگیں۔

اِس کانگرس کی کارروائی دوسری فصل میں بیان کی جاویگی۔

فصل دوم

برلن کانگرس[1]

برلن کانگرس میں روس کی حالت بعینہ اُس درندہ جانور کے مُشابہ تھی جس

[1] عہدنامہ برلن کے مطابق مندرجہ ذیل رقبہ سلطان المعظم کی حکومت سے نکل گیا۔
ٹرکی اِن یورپ عہدنامہ سے پیشتر علاوہ رومینیا۔ سرویا اور مانٹی نگرو در رقبہ ۱۲۹۴۰۰ م)۔ د آبادی
۸۲۱۵۰۰۰) ۔ جو عہدنامہ کے مطابق نکل گیا۔ بہ تفصیل ذیل:- د رقبہ ۶۲۴۹۷ م)۔ د آبادی ۴۷۴۰۰۰)
بلگیریا در رقبہ ۲۴۳۴۰ م)۔ د آبادی ۱۸۵۹۰۰۰) ۔ مشرقی رومیلیا در رقبہ ۱۳۵۰۰ م)۔ د آبادی ۷۵۱۰۰۰) بقیہ نوٹ

اس کا شکار ہیں اس وقت چھینا جائے جبکہ وہ لذیذ لقمے کے نگلنے پر تیار ہو۔ اور یہ تعجب کی بات نہیں کہ روسی فوج شرائط صلحنامہ عارضی سے اکثر بدعہدی کرتی تھی۔ جسپر عارضی امن کے قائم رکھنے کے لئے دُوَلِ عظام کو عملی دباؤ ڈالنے کی ضرورت پڑی۔ ہم نے لارڈ بیکنسفیلڈ کے شان میں پہلے بھی سخت سست کہا ہے۔ اور اب بھی کہنے کی ضرورت پڑیگی۔ کیونکہ میں یقیناً کہتی ہوں۔ کہ کسی شخص کو۔ جو واقعات کو بغور دیکھے اس امر میں ذرا بھی شک نہ ہوگا کہ سلطان عبدالحمید کی تخت نشینی پر اگر ذرا سا بھی لارڈ پالمرسٹن (یہ امیر جنگِ کریمیا کے وقت وزیر اعظم انگلستان تھا) جیسا استقلال اور یکرائی استعمال میں لائی جاتی تو اس جنگِ روم و روس کی ساری تباہیاں اور خونریزیاں ہرگز وقوع میں نہ آتیں۔ روم کے عیسائی صوبوں کو پریکٹیکل سلف گورنمنٹ (Practical self Govt. - عملی حکومتِ خوداختیاری) بھی مل جاتی۔ اور وہ تمام مصائب اور خطرات جو تا ایندم بھی جنوب مشرقی یورپ میں نمودار ہو رہے ہیں۔ بالکل رفع ہو جاتے۔ لیکن ایک متوفی وزیر کی یادگار کو بنظر انصاف دیکھنے پر میں یہ ساتھ ہی کہے دیتی ہوں۔ کہ اگرچہ مجھے یقین ہے کہ لارڈ بیکنسفیلڈ کے غیر مستقل ارادے ہی سے یہ سب امور عمدہ حالت میں ترقی نہ کر سکے۔

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ)۔ بوسینیا اور ہرزیگوینا (رقبہ ۲۸۱۲۵) (آبادی ۲۰۶۱۰۰۰) ؛ رومینیا۔ سرویا اور مانٹی نگرو کو زائد رقبہ جو ملا (رقبہ ۱۰۲۰۱) (آبادی ۴۷۹۰۰۰) ؛ موجودہ خاص ٹرکی ان یورپ (رقبہ ۶۲۰۲۸) (آبادی ۴۲۷۵۰۰۰) ؛ علاوہ ازیں روس کو ایشیائی ٹرکی کے صوبہ آرمینیا میں سے ۱۰۰۰۰ میل مربع زمین ملی۔ عہدنامہ برلن سے پہلے رومینیا ۲۰ ہزار پونڈ سالانہ۔ سرویا ۲ ہزار پونڈ سالانہ۔ اور مانٹی نگرو ۱۵۰۰ سو پونڈ سالانہ خراج سلطان کو ادا کرتے تھے۔ ماسوائے خراج ادا کرنے کے اور ہر طرح سے آزاد تھے۔ عہدنامہ برلن کے مطابق بالکل آزاد کئے گئے اور علاوہ رقبہ سابقہ کے ان کو ۱۰۲۰۱ میل مربع زمین اور مل گئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون؛

ٹرکی واقع یورپ میں جو تغیرات عہد نامہ برلن کے رو سے ہوئے

لیکن تاہم یہ اُسی کی پالیسی کی طفیل ہے۔ کہ وہ بہت بڑے بھی نہ ہونے پائے۔ اور سب سے قوی وجہ جس نے زار کو مجبور کیا کہ اپنی فوجوں کو قسطنطنیہ پر بڑھنے سے روکے۔ اور اپنی سالہا سال کی مُتحملانہ اور مجوزہ پالیسی کے بالکل کامیاب ہونے سے محروم رہے۔ یہی تھی کہ ترکی دار الخلافہ لارڈ بیکنسفیلڈ کی عنایت سے انگریزی بیڑہ جہازات کی توپوں کی بڑی ہی نزدیک زد میں تھا۔ انگریزی وزیر مناسب موقعے پر کارروائی کرنے سے جھجکا۔ مگر آخر کار اُس نے دست اندازی کی۔ اور یہ اُس کی اِس دست اندازی ہی کا نتیجہ تھا کہ عہد نامہ سین سٹی فانو صلحنامہ برلن سے مُتبدل ہوگیا۔ سفراء ۱۷ جون کو بمقام برلن اکٹھے ہوئے۔ اور اُنہوں نے فی الفور اُن صوبوں کی حالت پر جو روسی حملے کے نام نہاد اور ظاہری باعث سے تھے غور کرنا شروع کیا۔

جیسے کہ ہندوستان پر انگریزی قبضہ صرف وہاں کے باشندگان کے تمدنی اور مذہبی اختلافوں ہی کے باعث ممکن اور پسندیدہ ہو رہا ہے۔ ویسے ہی سلطان کی حکومت اِن صوبوں پر عیسائی مسلمانی۔ سلیو۔ یونانی اور ترک کے آپس میں متفق ہونے کے راستے میں سخت اور مختلف مشکلات وارد ہونے کی وجہ سے قائم ہے۔ یہ امر سینٹ پیٹرزبرگ میں ویسا ہی معلوم تھا جیسا قسطنطنیہ میں۔ اور اس کی قدیم سے یہی پالیسی چلی آئی ہے کہ ان اختلافات اور باہمی رشک و حسد سے لاعلمی ظاہر کر کے دوِل عظام کے سامنے ان صوبوں کی باہمی اخوت اور اتحاد کا نقشہ پیش کرتا ہے۔ یورپین مدبروں نے صرف اسی وجہ سے آج تک سلطان کی حکومت کو گوارا رکھا ہے۔ جیسے کہ انگریزی لبرل فریق انگریزی قبضہ ہندوستان کے محض بایں وجہ روادار ہیں کہ وہاں سے قبضہ اٹھا کر واپس آجانے پر بہ نسبت قبضہ رکھنے کے زیادہ فتور اور برہمیاں پیدا ہو جاوینگی۔ اگر مغربی سلطنتوں کا اس امر پر

کلی اطمینان کردیا جاوے - کہ سلطان کی عیسائی رعایا آپس میں متفق اور یکدل ہیں - اور ایک اعلیٰ حاکم کے زبردست ہاتھ حکومت کے بغیر آپس میں صلح و امن کے ساتھ گزار سکتے ہیں - تو ہلال کی حکومت یورپ سے بالکل مفقود ہو جاویگی - مگر آغاز جنگ سے کچھ عرصہ پہلے ہی - باوجود روس کی سخت کوششوں اور سازشوں کے ایک خطرناک تفرقہ عیسائی اور ترکوں کے درمیان نہیں - بلکہ سلیو (Slave) قوم حرب اور یونانیوں کے درمیان واقع ہوا - میں لارڈ سالسبری (اُس وقت وزیر صیغہ خارجیہ تھا - اب وزیر اعظم انگلستان ہے - مترجم) کے وہ الفاظ جو اس نے کانگرس میں اس بارے میں کہے تھے نقل کر دیتی ہوں "سلیو جو پہلے کلیسائے یونانی کے ماتحت تھے اب ایک نئی مذہبی حکومت کے جس نے اُن کے مذہبی مقتدا ہونے کا دعویٰ کیا تھا تابع ہو گئے ہیں - اس تفرقے سے دونوں قوموں (سلیو و یونانی) میں اکثر تنازعات برپا ہو چکے ہیں بلکہ نوبت بہ کشت و خون پہنچ چکی ہے - اور ہر ایک فرقے کے مذہب کی اغراض - رسوم اُس کا کیریکٹر بلکہ اُس کا وجود تک بھی دوسرے فرقے کے ہاتھوں معرض خطر میں ہیں"۔

برلن کانگرس کے انعقاد کے وقت جنوب مشرقی یورپ کے معاملات پر پوری پوری روشنی پڑ جانے کی وجہ سے روس کے لئے اب ناممکن ہو گیا تھا - کہ وہ اس امر سے بالکل لاعلمی ظاہر کرے - کہ بالکل جدید طرز حکومت کے قائم کرنے میں سخت ابتدائی مشکلات حادث ہونگی - اس لئے اس کے وکلا نے لارڈ سالسبری کے بیان کا بالمقابل جواب دینے کے بجائے یہ ٹیڑھا سا جواب دیا - کہ زار کا مدعا یہ ہے کہ وہ باب عالی کی عیسائی رعایا کو خود مختارانہ ہستی عنایت کیجاوے - جس کی حفاظت بڑی مضبوط ضمانتوں سے کیجاوے - اور بحیثیت اراضی و جغرافیہ اُنکی تعریف کو حتیٰ الامکان کم کر دیا جاکر ساتھ ہی اُن صوبوں کی حالت کو درست کیا جاوے - اور یورپین

پرنس بسمارک

ٹرکی کے صوبجات کی بہتری کا جو حال ہی ہیں اِس قدر افسوسناک تباہی کا مرکز بن رہے ہیں۔ پُورا اطمینان کیا جاوے"۔

ہم زار کی اِس خواہش کی صداقت اور نیک نیتی کو "کہ ملکی تغیرات کم کردئے جائیں" بیشک مان لیتے۔ اگر پرنس گارچکوف کے پاکٹ میں عہدنامہ سین سٹی فانو کی نقل نہ موجود ہوتی۔ (یہ ایمانداری اور راست گفتاری)۔

لارڈ سالسبری نے بیان کیا کہ جو کچھ انگلستان کانگرس کے فرائض خیال کرتا ہے وہ یہ ہیں:- "ہمارا کام یہ ہے کہ ہم ٹرکی کو اِس طرح قائم کریں دُوس کی سابقہ آزادی کے مقاموں پر نہیں۔ کیونکہ اِس لڑائی کے اثر کو بالکل زائل کرنا ناممکن ہے کہ اُس کو نسبتاً آزادی حاصل ہوجاوے۔ جس سے وہ اُن تمام جنگی سٹریٹیجیکل (Straategical جنگی وقعت کے لحاظ سے) پولیٹیکل (Political مُلکی) اور تجارتی اغراض و مقاصد کو جن کی وہ نگہبان رہیگی محفوظ رکھنے کے قابل ہو" اِس اظہار سے میں بیان کئے دیتی ہوں۔ عہدنامہ سین سٹی فانو کے پُرزے پُرزے اُڑ گئے۔

اِن نیک ارادوں کے اختتامی بیان کے بعد کانگرس کے پریزیڈنٹ پرنس بسمارک نے جو ایسا اُستاد ہے کہ داؤ گھاتیں دکھا کر اپنے اصلی مطلب پر آ پہنچتا ہی (یہ حضرت شاہ ولیم کے وقت جرمنی کے وزیر اعظم تھے جس کی ناک کے بال بنے ہوئے تھے۔ اور کُل روئے زمین میں اول درجے کے مدبر، منتظم اور صاحب دماغ مشہور تھے۔ شاہ حال فریڈرک کی تخت نشینی پر بھی انھوں نے وہی اپنا رُعب داب رکھنا چاہا۔ جو کہ اُس کے والد کے وقت میں اُسے حاصل تھا۔ مگر یہ نوجوان والئِ سلطنت اِس بوڑھے مدبر کے داؤ پیچ میں نہ آیا۔ اور اُسے فوراً وزارت سے مستعفی کر دیا۔ چنانچہ اب یہ اپنے ہی بادشاہ کے برخلاف بہت سے

زہر اگل رہے ہیں۔ اور ملک کو اس جو امر دے خلاف لکھا ہے ہیں (مترجم) بیان کیا کہ سب سے بڑا حل طلب مسئلہ یہ ہے کہ بلگیریا کا انتظام قانونی اور اس کی حدود بندی کا تقرر کیا جاوے۔ اور تحریک کی کہ مباحث عہد نامہ سین سٹی فانو کی ان شرائط پر غور کرنے سے جن میں بلگیریا کے لئے آئندہ کے واسطے نئے طرز انتظام کے قیام کا ذکر ہے شروع کیا جاوے۔ یہ تحریک منظور ہو گئی۔ جیسی کہ اور بہت سی تحریکیں جو اس ذات اقدس نے کیں منظور کی گئیں۔ اور چند دنوں تک کانگرس کی کارروائی کا مباحثہ صرف انگریزی اور روسی وکلاء کی ڈپلومیٹک (سفارتی) لڑائی تھی۔ جس میں اول الذکر زور دیتے تھے کہ اس قدر زیادہ۔ اور مابعد الذکر کہتے تھے کہ اس قدر او کم حصہ بلگیریا سلطان کی براہ راست حکومت میں رہے جس کا آخری فیصلہ یہ ہوا کہ بلقان خود مختار صوبے کی جنوبی حد مقرر ہوا۔

واقعات مابعد سے ثابت ہو گیا ہے کہ روس کا یورپ اور انگلستان کے اس دباؤ سے دب جانا اصلی ہونے کے بجائے صرف بناوٹی تھا۔ اس وقت سے لے کر آج تک اس نے اس امر کے چھپانے کی کبھی کوشش نہیں کی کہ عہد نامہ برلن کو بجائے قطعی فیصلہ ہونے کے وہ کس بے وقری اور حقارت سے دیکھتا ہے۔ بلکہ ان صفحوں کے دوران تحریر میں بھی ہر ایک تار برقی جو مشرقی یورپ سے آتی ہے اس نئی نئی ریاست بلگیریا میں اس کے ایجنٹوں کی ان تھک پھرتی اور چالاکی کی شہادت دیتی ہے۔ مگر اس نے یورپ کی خواہش کو قبول کرتے وقت اپنی ناراضگی اور آئندہ کے ارادوں کا کافی اشارہ جتا دینے سے اپنا فرض ادا کر دیا تھا۔ ۲۲ جون کو پرنس گارچکوف نے جو باعث بیماری چند دن غیر حاضر رہا تھا چند الفاظ بیان کرنے کی خواہش ظاہر کی "وہ جن کو کہنے پر امن خواہی اور صلح جوئی کے جوش نے اس کو آمادہ کیا تھا"۔ اور وہ صلح جوئی اور امن طلبی کے الفاظ یہ ہیں: "کانگرس کی

پرنس گارچکوف

ابتدائی نشست میں لارڈ بیکنسفیلڈ نے یہ خواہش ظاہر کی تھی۔ کہ سُلطان اپنی مملکت میں مُطلق العنان مالک رہنا چاہئے۔ مگر میرے خیال میں اِس اختیار کا وجود چند شرائط پر منحصر ہے۔ جن کے بغیر خود عقل بھی معجزات نہیں دکھلا سکتی۔ اور میرے خیال میں وہ شرائط انتظامی اور پولیٹیکل ہیں۔ انتظامی حیثیت سے یہ ضروری ہے کہ اِن صوبوں کے باشندوں کو جن کو کانگرس آزاد نہ کریگی یہ اطمینان دلایا جاوے۔ کہ اُن کی جان ومال اور جائداد وغیرہ سب محفوظ رہینگی۔ نہ صرف کاغذی اقراروں سے جو شائد سابقہ اقراروں کی طرح سے پورے نہ کئے جاویں۔ اور بد نظمی اور ناجائز مطالبات کو نہ روک سکیں۔ بلکہ ایک ایسے بہین معاہدے سے۔ جو اِن اقراروں کے ایفا کی تسلی کردے اور باشندوں میں اعتماد پیدا کردے۔ پولیٹیکل حیثیت سے پرنس گارچکوف فرماتے ہیں۔ کہ بجائے انگریزی۔ فرانسیسی یا روسی غلبۂ رسوخ کے جو مختلف اوقات میں فرداً فرداً رہے ہیں۔ وہ چاہتا ہے کہ آئندہ کے لئے مشرق میں روس کا یہ غلبۂ رسوخ بہ نسبت اَور ریاستوں کے کسی طرح زیادہ نہ رہے۔ اور یہ ضروری ہے کہ قسطنطنیہ پر سے ان فرداً فرداً ادنی اور مُضرت وہ کوششوں کو ہٹایا جاکر کُل دوَلِ عظّام کا مُتفقہ عمل جاری کیا جاوے۔ جس کے باعث بابِ عالی کئی مُغالطوں اور غلطیوں سے بچ جاویگا۔" پھر وہ ایک ایسے فقرے کا استعمال کرتا ہے جس کو ماہرانِ فنِ جنگ کو روسی افواج کی بہادرانہ کوششوں کی وجہ سے شائد جائز اور مناسب معلوم ہو۔ اور وہ یہ ہے "روس اِس جگہ نشانِ فتحمندی لے کر آیا ہے۔ اور وہ امید کرتا ہے کہ کانگرس اُس کو امن وصُلح کی علامت سے مُبدل کردیگی"۔ اُس نے یہ بھی بیان کیا۔ کہ پچھلی دو نشستوں میں میرے دونوں ساتھیوں نے قیامِ صُلح کے لئے جو یورپ کی طرح روس کو بھی دل سے منظور ہے بہت عالی تجویز دی ہیں۔ اُنھوں نے اجتماعِ عُلیا د کانگرس ہے کے آگے صرف زبانی ہی فقرے

پیش نہیں کیئے بلکہ عملی واقعات بھی بتائے ہیں اور میں بھی امید کرتا ہوں کہ کانفرنس اس بارے میں میرے ملک کی پوری داد دیگی۔ میں یہ اچھی طرح سے سب کو جتا دیتا ہوں۔ کہ اگر کوئی سلطنت خواہ وہ کوئی ہی کیئوں نہو۔ اپنی خواہشوں کو ایسی حدود تک بڑھا لیجائے جن کو قبول کرنا اس بڑے بادشاہ اور اُس کی زبردست قوم کے لیئے جن کا وہ مالک ہے ناممکن ہو۔ تو وہ امن و صلح کے بڑے اہم نتیجے کو جو کُل یورپ کی اغراض کے لیئے یکساں ضروری ہے۔ روکنا چاہتی ہے۔ میں دُہرائے دیتا ہوں کہ ایسا امر ہرگز وقوع میں نہ آسکیگا۔ جس کو کُل ہمعصر اور مورخ بنظر حقارت دیکھیں"۔

دو دن بعد ۲۸ جون کو کانگرس کے سامنے مشرقی مسائل کا وہ مسئلہ پیش ہوا۔ جو آسٹریا ہنگری سلطنت کے مفاد اور اغراض کے متعلق تھا۔ اور اس سلطنت کے سفیر نے اس کو بڑی خوبی سے ایسے پیرائے میں بوضاحت بیان کیا کہ میں اُس کو اسی کی عبارت ہی میں لکھتی ہوں۔ اُس نے اس کو مسئلہ بوسینیا و ہرزگوینیا کے نام سے موسوم کیا" اور کہا "اِن ممالک کی آبادی مسلمان۔ یونانی۔ عیسائی اور رومن کیتھولک عیسائیوں سے مرکب ہے۔ جو اس مذہبی تفریق اور اختلاف کی وجہ سے سخت متعصب ہو گئے ہیں۔ اور مختلف ضلعوں میں الگ الگ نہیں رہتے بلکہ ایک ہی مقاموں ایک ہی قصبوں اور ایک ہی دیہات میں مِلے جُلے رہتے ہیں۔ باب عالی کو ان متضاد عنصروں کو خود مختار طریق حکومت کے سانچے میں جمع کرنا ہوگا۔ بشرطیکہ عہدنامہ سین سٹی فانو کی شرائط کو کانگرس تسلیم کرے۔ اُسے ان تمام فراریوں کو جو آسٹریا اور مانٹی نگرو میں بکھرے ہوئے ہیں پھر آباد کرنا پڑیگا۔ اور ان کے گزارہ کے لیئے سامان مہیا کرنا ہوگا۔ ان کو معمولی کاروبار از سر نو شروع کرانے کے لیئے کاشتکاری کے واسطے تخم اور مکانات کی دوبارہ تعمیر کے لیئے اسباب دینا ہوگا۔ اور اُسے مسئلہ اراضی کی درستی اور سُلجھاؤ کرنا ضروری ہوگا۔ جو ان ممالک کی

تباہ کرنے والی بار بار کی بغاوتوں کا اصلی باعث ہے۔ یہ مسئلہ ایسی آبادی ہیں
جو مذہبی عناد اور قومی رقابتوں سے لبریز ہو بڑا تکلیف دہ اور پُر از مشکلات ہے
اس مسئلے کو ایسے مُلک ہیں جہاں اصلی ملکیت اراضی مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو
اور آبادی کا بڑا حصہ عیسائی کاشتکار اور دہقانی مزدور ہوں۔ صرف ایک مضبوط اور
بے تعصب سلطنت ہی درست کر سکتی ہے۔ اور علاوہ ان سب امور کے باب عالی
کو بیرون از استطاعت مصارف برداشت کرنے پڑینگے اور بے اندازہ رعائتیں
دینی پڑینگی۔ عہدنامۂ سین سٹی فانو کی چودھویں شرط یہ ہے کہ ٹکسوں کے بقائے
وصول نہ کئے جاویں۔ اور یہ دفعہ باب عالی کو مجبور کرتی ہے کہ آئندہ دس سال تک
ان صوبوں کے موجودہ (مقررہ) خراج کو بھی نہ وصول کرے۔ یہ بیان کرنا کہ روم اس
کام کو پورا کرنے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اسپر کوئی اعتراض یا اس کی نیک نیتی پر
کوئی شبہ کرنا نہوگا۔ یہ کام اس لڑائی کے خاتمے پر جس کا ختم ہونا ابھی تک مشکل
ہے اور بھی زیادہ ناممکن ہو جاویگا۔ خاصکر سب سے بڑھکر اس مخالفت اور
عناد کی ترقی کی موجودگی ہیں۔ جو اُن ضلعوں کے جن میں مسلمان آباد ہیں سرویا اور
مانٹی نگرو کے قبضے میں چلے جانے سے اور بھی زیادہ بڑھ جاویگی۔ یہ تشویش بڑی
مضبوط بنیاد پر قائم ہے۔ کہ بموجودگی ان حالات کے خود مختارانہ حکومت قائم کرنے
سے ان صوبوں میں بجائے امن وامان ہو جانے کے وہ تکالیف اور فسادوں کے
دارالقرار بن جاوینگے"۔

روسی تجاویز کے ناقابل الترویج ہونے کو اس خوبی اور خوش اسلوبی سے
جتلانا یا اُن بے ایمانیوں کو جو ان تجاویز بنانے کی اصلی باعث تھیں ایسی اچھی طرح
سے فاش کرنا سفیران روم کے لئے بھی ناممکن ہے۔ روسی سفرا اس امر کو ٹلگئے اور
اُن کی طرف سے کسی عذر یا اعتراض کے پیش کئے جانے کی بغیر بوسینیا و ہرزگوینا کے

خود مختارانہ انتظام کی تجویز ردی کاغذات کی ٹوکری میں ڈالی گئی - اگرچہ کونٹ اینڈرسی
آسٹریا کا وزیر اعظم اور برلن کانگرس میں اپنے ملک کی طرف سے نائب تھا - نے روسی
تجاویز کو اس عمدگی سے رد کیا - مگر یہ معلوم ہوتا تھا - کہ اس کا اس میں کوئی اپنا مطلب
یا غرض پنہاں نہ تھی - اور اس نے اپنے بیان کو ان صوبجات میں مطلوبہ امن و
امان قائم ہو جانے کی خواہش پر ختم کیا - ہر ایک شخص جو ڈپلومیسی رایلچی گری - سفارتی
بے ایمانی کے ٹیڑھے راستوں سے ناواقف ہو - اس صورت میں یہی خیال کرتا -
کہ اب پریسیڈنٹ کو نہایت ہی قریب تعلق والے نمایندہ فریق اسفرائے روم سے دریافت
کرنا چاہئے تھا کہ بابِ عالی کے اس عقدے کو سلجھانے کی لیاقت و استعداد کی
بابت ان کی کیا رائے ہے - مگر آسٹریا کا وزیر مشکل سے اپنی جگہ پر ابھی بیٹھا ہی ہوگا -
کہ ظاہر ہو گیا کہ کانگرس کے کاروبار کا بہت سا حصہ اور کہیں علاوہ اس کمرے کے
جہاں یہ نشست کرتی ہے - طے ہو جاتا ہے - گو کونٹ اینڈرسی شرم کے مارے خود
اپنی زبان سے اپنے ملک کی اغراض کی تائید نہ کرسکا - تاہم اس نے اپنا اطمینان کر
لیا تھا کہ ایک اور شخص یہ کام اس کی جگہ کریگا - پس لارڈ سالسبری اٹھا اور خود مختارانہ
حکومت کی روسی تجاویز کو کانگرس سے مسترد شدہ مان کر اور یہ فرض کر کے کہ بابِ عالی
اب صوبجات زیر بحث پر قابض ہونے اور ان کے انتظام کرنے کے قابل نہیں رہا -
اور یہ بھی فرما کر کہ اگر وہ ہو بھی تو اسے ان سے کچھ فائدہ نہیں اپنی دلائل بیان کرنی
شروع کیں - ”بوسنیا و ہرزیگوینا بابِ عالی کی دولت یا قوت کو کچھ فائدہ نہیں پہنچاتے
کانفرنس منعقدہ قسطنطنیہ میں یہ امر فیصل ہو گیا تھا - کہ ان صوبوں کے اخراجات انکی
آمدنی سے بڑھ کر ہیں - ان کو محفوظ رکھنے کے لئے بیشک بہت خرچ برداشت کرنا پڑیگا -
اور وہ روم کو بوقت جنگ بحیثیت موقع کوئی ایسی کارآمد نہیں - بابِ عالی اپنی عقلمندی
کا بہت بڑا ثبوت دیگا - اگر وہ اس بیرون از استطاعت بوجھ کے اٹھانے سے انکار

کرے۔ اور وہ (بابِ عالی) اِس بوجھ کو کسی ایسی سلطنت کے سپرد کرنے سے جو اُس کو برداشت کرسکتی ہو سلطنت روم سے بہت سے خوفناک خطرے ہٹادیگا۔

یہ دیکھ کر کہ زمانے کی چرخی کس طرح اپنا بدلہ لیتی ہے ایک شخص خواہ مخواہ بڑی سنجیدگی سے مسکرا پڑتا ہے۔ اور اب اکثر لارڈ سالسبری کو آئرش ہوم رولرز (Irish Home Rules) (آئرلینڈ میں حکومتِ خود مختاری قائم کرنے کے حامی) کی ایسی ہی دلائل کا کیسے جواب دینا پڑتا ہے۔ خیر اِس کی ساری تقریر تو سن لیجئے۔ اور آگے چل کر وہ آخرکار یوں ختم کرتا ہے کہ "اِن ہی وجوہات کے باعث ملکہ معظمہ کی گورنمنٹ کانگرس میں تجویز پیش کرتی ہے کہ وہ یہ فیصلہ کرے کہ بوسینیا و ہرزگوینیا پر آسٹریا قابض ہو اور اُس کا انتظام کرے"۔

ڈپلومیٹک (سفارتی چالبازوں) کی تماشا نما قابلیت اِس درجہ تک ہے کہ کونٹ اینڈرسی اِس تقریر کے اثنا میں مسکرایا تک نہ تھا۔

لارڈ بیکنسفیلڈ جو ضرورت کے وقت اپنے چہرے کو قائم رکھنے میں کسی سے بھی ذرا وسے کم نہ تھا۔ اور جس نے کئی دفعہ (ناٹکوں کی) نقلوں میں بڑی خوشی سے شمولیت کی تھی۔ اپنے وزیرِ صیغۂ خارجیہ کے بعد فی الفور اُٹھا۔ اُس نے اِن دونوں صوبوں میں امن و امان قائم کرنے میں ٹرکی کی بے استطاعتی اور اُن کے ایک زیان بخش سودا ہونے کو بیان کرکے اپنے ساتھی کی تائید کی۔ اور "اِسی لئے" اُس نے بیان کیا۔ اور عمر بھر کبھی ایسا نازک اور تمسخرانہ کلام اُس نے ایسے متین اور سنجیدہ چہرے سے نہ بیان کیا تھا۔ کہ "اِسی لئے کوئی اور قوم سوائے آسٹریا ہنگری کے اِس وقت اِن صوبوں پر قبضہ کرلینے سے حفظِ امن۔ قیامِ دولتمندی۔ اور بابِ عالی کو یورپین معاملات میں اُس کی وقعت کو زیادہ تقویت دلینے سے۔ اچھی طرح محفوظ کر دینے کے فرضِ اعظم کو پورا نہیں کرسکتی"۔

پرنس گارچکوف کے قیامِ صُلح کے بارے میں کچھ واہیات گفتگو کر لینے کے بعد سُلطان کے سفراءِ انگلستان کی تجویز کے برخلاف اپنے عُذر پیش کر کے کہا۔ کہ بابِ عالی اِن صوبوں میں امن و امان قائم کرنے کے لئے کافی مضبوط ہے اور اقرار کرتا ہے کہ وہ وہاں ایک ہائی کمشنر کو پولیس کے قائم کرنے اور فراریوں کو تا وقتیکہ کاشتکاری کا کام شروع ہو جاوے مکان اور گزارہ دینے کے لئے روانہ کرکے کام کو فی الفور شروع کر دیگا ؞

انگریزی سفراء کے اس اعتراض کے جواب میں کہ بھلا گزشتہ تین سالوں میں ٹرکی اِن صوبوں میں کیوں نہ امن قائم رکھ سکی۔ اُنہوں نے کہا۔ کہ بابِ عالی اِس سارے عرصے میں دو ملحقہ صوبوں (آسٹریا و مانٹی نگرو) کے ساتھ لڑائی کرتا رہا اور پچھلے بارہ ماہ وہ ایک بڑے بھاری جنگ میں مشغول رہا۔ اور باایں ہمہ عُثمانی حکومت بوسینیا اور ہرزگوینیا میں بغیر کسی تزلزل کے برابر قائم رہی ہے۔ اب ایسے وقت میں جبکہ صُلح کی تکمیل ہونے پر ہے اور بابِ عالی کو کافی فراغت مِل جانے والی ہے کہ وہ اپنی کُل قوت اندرونی اصلاحوں پر خرچ کرے۔ کیا یہ صریح زیادتی اور ظُلم نہیں۔ کہ وہ اِن صوبوں کو کسی دوسری طاقت کے سپرد کر دینے پر مجبور کیا جاوے ؟ یہ سچ ہی سہی کہ بوسینیا عُثمانیہ سلطنت کے نزدیک مالی حیثیت کی وجہ سے قابلِ قیمت نہیں۔ اگر اس سے یہ نہیں پایا جاتا۔ کہ اُس پر غیر طاقت کا قابض ہو جانا بڑی تکلیف کا باعث نہوگا۔ مسئلۂ اراضی کی مشکلات کے بارے میں کہا سُنا گیا ہے۔ اُس کی بابت ہم (سفراءِ روم) کانگرس کو یاد دلانے کی جُرأت کرتے ہیں۔ کہ بوسینیا ہی صرف یورپ کا ایسا حصّہ نہیں جہاں اِس قسم کی مشکلات پیش آئی ہوں۔ مگر کسی جگہ کے بارے میں اِس قسم کی چارہ جوئی کرنے کو کسی نے پیش نہیں کیا۔ جو اب بوسینیا کے متعلق پیش کئے جاتے ہیں۔ (یہاں ایک چھوٹا سا جانور ہمیں بتلاتا ہے۔ کہ لارڈ

سالسبری کے منہ سے بے اختیار نکل گیا" آئرلینڈ؟" ہم امید کرتے ہیں کہ کانگرس اُن اقراروں کو مدِ نظر رکھ کر۔ جو ہم اپنے شاہی آقا کے نام پر پیش کرتے ہیں کسی غیر سلطنت کو قبضہ دینے کی تجاویز مسترد کریگی جس سے بجائے حال کی موجودہ تکالیف رفع ہونے کے اور زیادہ دقتیں واقع ہو جاوینگی۔ جب کاراتھیوڈوری پاشا بیٹھ گیا۔ تو پرنس بسمارک نے سفرائے روم کو یاد دلایا کہ وہ کانگرس نقشے رجغرافیہ کے بعض خاص مقامات کے قائم رکھنے کے لئے جن کے قیام کا باب عالی بڑا خواہشمند ہی کیوں نہو نہیں منعقد ہوئی۔ بلکہ یورپ کے امن کو حالاً اور استقبالاً قائم رکھنے کے لئے۔ شہزادہ بہادر نے اُن کو یہ بھی جتلا دیا۔ کہ کانگرس کی مداخلت کے بغیر انہیں عہد نامہ سین سٹی فانو سے کلیتہً سابقہ پڑیگا۔ اس مداخلت سے اُن کو بجائے بوسینیا کے ایک زیادہ زرخیز اور وسیع صوبہ ملتا ہے۔ یعنی وہ زمین جو بحر الجزائر سے بلقان تک پھیلی ہوئی ہے۔ وہ اسی لئے گمان کرتا ہے۔ کہ عثمانی گورنمنٹ بہت جلد اپنے سفرا کو نئی ہدایات روانہ کریگی۔ جن کا کانگرس انتظار کریگی"۔

۱۳ جولائی کو یہ ہدایات پہنچ گئیں۔ اور سلطان کا آخری جواب کانگرس کے سامنے رکھا گیا۔ وہ یہ تھا" امپیریل عثمانی گورنمنٹ نے بوسینیا و ہرزیگوینا میں امن قائم کرنے کے مناسب طریق اور ذریعوں کے بارے میں کانگرس کی تجاویز کو بنظر غور ملاحظہ فرمایا ہے۔ وہ اُن پر پورا بھروسہ کرتی ہے۔ لیکن یہ حق محفوظ رکھتی ہے کہ اس بارے میں دربارِ ویانا کے ساتھ براہِ راست خود سمجھوتہ کرے"۔

عہد نامہ سین سٹی فانو کی باقیماندہ شرائط بہ نسبت شرائط متعلقہ بوسینیا و ہرزیگوینا بہت جلد فیصل ہو گئیں۔ سرویا کی آزادی بغیر کسی مزاحمت کے قبول کی گئی۔ مگر امسیر کاراتھیوڈوری پاشا کی تقریر قابلِ اندراج ہے جو کانگرس میں عہد نامہ سین سٹی فانو کی شرائط متعلقہ آزادی صوبجات کے بیان ہونے کے اس پہلے

موقعہ پر کارا تھیوڈوری پاشا اپنی رائے کے ساتھ چند الفاظ کہنے کی اجازت چاہتا ہے۔ یہ امر ایک بہت بڑے یورپین مقصد بلکہ خود سرویا کے مفاد کے لئے تھا۔ کہ یورپ نے اس رشتہ محکومی کو جس سے آج تک سرویا اپنے آقا سے وابستہ تھی۔ منظور کیا ہوا تھا۔ ٹرکی نے ان حقوق کو جو اُسے بذریعہ عہدنامجات حاصل تھے بڑی نرمی سے برتا ہے۔ جو ہر حال میں بلکہ سخت سے سخت آزمائشوں کے وقت بھی یکساں رہی تھی۔ اور اس حق سے وہ تکالیف جن سے وقتاً فوقتاً یورپ کو سخت حیرانی پیدا ہوتی رہتی ہے بڑی آسانی سے دور ہو جاتی رہیں۔ مگر باوجود اس شاہی حق کے بھی جو اس طرح نہاں تھے۔ سرویا کو دراصل ایک آزادی سی حاصل تھی۔ اور اُس کے فوائدِ عظیمہ کا سرویا نے کئی دفعہ اقبال کیا ہے۔ یہ سب مسلمہ امور ہیں۔ عہدنامہ سین سٹی فانو نے اس صوبے کو اور اور دوسرے اسی طرح کے صوبوں کو اپنے مرکزِ مخصوصہ سے ہٹا کر ایک نئی طرز پر قائم کیا ہے اگر آزادی کا ہی خیال آجکل یورپ کی کونسلوں میں اوج پر ہے۔ تو ٹرکی اس کی مزاحمت نہیں کرتی۔ کیونکہ اُسے اطمینان ہے کہ یہ آزادی جو کانگرس اب بخش رہی ہے۔ سچی اور خالص ہوگی۔ اور یہ ریاستیں اس (آزادی) کو اپنے اپنے فرائض اور حقوق کو اچھی طرح سمجھ بوجھ کر اختیار کرینگی۔ کیونکہ اس وقت سے برابر اس کی وقعت کی جاویگی۔ اور یورپین حفظِ امن کی وہ ضمانتیں کم نہونے پاویں۔ جو اب تک رشتۂ آقائی کے باعث موجود و قائم تھیں۔

اس وقت روس کو اپنے دعویٔ آزادی کی صداقت کو ظاہر کرنے کا موقع ملا۔ اور اُس نے اپنی ہی طرز میں اُس کو بیان کیا۔

انگریزی اور فرانسیسی وکلاء اس بات پر زور دیتے تھے۔ کہ مذہبی آزادی کا اصول ان صوبوں میں ایک خاص ایکٹ کے ذریعے سے بہ پختگی قائم کیا جاوے

مگر پرنس گارچیکوف نے ہر ایک قسم کی آزادی سے خواہ ملکی یا مذہبی ہو اُسے قدیمی روسی نفرت کے منشاء کے مطابق یہودیوں کو اُس میں شامل کرنے سے عذر کیا۔ جو اُس کی رائے میں دیسی آبادی کے لئے فی الحقیقت ایک پھٹک و تازیانہ ہے۔ مگر اس امر پر باقی سب سفراء معہ سفرائے روم متفق تھے۔ اور اس بحث کا نتیجہ عہدنامہ برلن کی چھتیسویں دفعہ میں درج ہوا جس نے اس معاملے کو بغیر کسی شک وشبہے کے باقی رہنے کے طے کردیا۔

بعدازاں کانگرس یونانی سرحد کی درستی کے مسئلے کی طرف متوجہ ہوئی۔ اور اس موقعے پر سفرائے یونان جو برلن میں پہلے ہی سے موجود تھے۔ کانگرس میں شامل کئے گئے۔ اور اُن کی رائے دریافت کی گئی۔ انگلستان کا منشا تھا کہ یونان کے سفیر باقاعدہ طور پر کانگرس میں شامل ہوں۔ مگر یہ تجویز حسب خواہش روس۔ روم اور فرانس کے ترک کی گئی۔ ۲۹۔ جون کو ایم رینزیب (M. Ranzaabe.) سفیر اور ایم ڈیلی اینس (M. Delyannis.) وزیر صیغہ خارجیہ حاضر ہوئے۔ ایم ڈیلی اینس نے بیان کیا کہ اُس کی قوم اس غرض کے لئے کہ امن و امان اور قومی آزادی کا وجود قائم رہیں۔ اور کریٹ اور اُن صوبوں کا جو یونان کی حد پر ہیں۔ الحاق چاہتی ہے۔ اس دعوے کی تائید میں اُس نے بیان کیا۔ کہ یہ صوبے مدت سے ایک مسلسل بغاوت کی حالت میں ہیں۔ اور کانڈیا تو اس وقت بھی پوری سرکشی کی حالت میں ہے۔ اور اُن ملکوں کی قومی اُمنگوں اور خواہشوں کو پورا کرنا۔ جو ہر وقت ظاہر کی جاتی ہیں ایک انصاف اور ہمدردی کا کام ہوگا۔ اور آئندہ کے لئے اُن کو اس تباہی اور مصیبت سے بچانا ہوگا۔ جو اپنے قومی وجود کے حاصل کرنے کی کوششوں میں عائد ہوتی ہیں۔ اُس نے بڑے زور سے یونانیوں کے جو مملکت کے اندر آباد ہیں یا باہر موجودہ خیالات کو بڑی لمبی تقریر میں بیان کیا۔ اور

شائد اُسی کی عبارت نقل کرنی بہت مناسب ہوگی۔ "وہ عثمانی سلطنت کے یونانی
صوبوں میں یونانیوں کی گنتی ہزاروں میں ہے۔ بہت سے گورنمنٹ کے ہر ایک محکمہ میں
خواہ سول ہو یا بحری یا جنگی بڑے بڑے اعلیٰ عہدوں پر مامور ہیں۔ باقی تجارتی
دُنیا میں اعلےٰ حیثیت رکھتے ہیں۔ روم میں یونانی قوم کی بغاوتوں کی خبروں کا
اثر ایسا نہیں کہ اُن کے دلوں میں جُنبش نہ پیدا کرے۔ بہتوں کو اپنی جانوں
سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے اور اکثر اپنی جائدادوں سے محروم ہو جاتے ہیں (یعنے
بجُرم بغاوت یا تو سرکارِ ٹرکی اُن کو پھانسی دیدیتی ہے یا اُن کی جائدادیں ضبط کر
لیتی ہے۔ مترجم)۔ معاملات کی ایسی حالت سے ریاست یونان کے اندر برابر
خطرناک نتیجے پیدا ہوتے ہیں۔ اور گورنمنٹ یونان کو ایک بڑے مخمصے میں پھنسنا
پڑتا ہے۔ وہ زیر بحث صوبوں کے یونانیوں کے ساتھ جو آزاد یونان کے ساتھ
تاریخ، قومیت اور عام پشینی رشتوں سے وابستہ ہیں ہمدردی کرنے سے نہیں
رُک سکتی۔ اور ساتھ ہی گورنمنٹ یونان چونکہ سلطنتِ روم کے یونانیوں کی اُن
جائز اُمیدوں کو جو وہ اپنے آزاد بھائیوں پر قائم کرتے ہیں زور سے دبا نہیں
سکتی۔ اس لئے اِس سَیل کے روکنے سے معذور ہے۔ اگر وہ ایسا کرنے کی جرأت
بھی کرے تو یہ سیلاب ہے تہ و بالا کر دیگا۔ اور تمام مُلک کو باغی صوبوں کے ہنگاموں
میں لیجا کر شامل کر دیگا۔ نیز اگر ہماری گورنمنٹ قومی جوش کو روکنے کی کوشش
بھی کرے تو وہ اِتنی استعداد نہیں رکھتی۔ کیونکہ مُلک کی حدود اِس طرح واقع ہیں
کہ ایک لاکھ آدمی کی فوج بھی کافی طور پر محافظت نہیں کر سکتی۔ اور نہ ہی مجاہدین
روانبشرہ کی خفیہ روانگی کو روک سکتی ہے"۔ یہ بیان کر کے یونانی سفراء اٹھ گئے۔ اور
۵۔ جولائی کو اِس یونانی مسئلے کے پھر پیش ہونے پر ایم ویڈنگٹن (M. Wad-
dington.) فرانسیسی سفیر نے بحث شروع کی اور مندرجہ ذیل ریزولیوشن

پیش کیا۔جس سے روم کو یورپ کا عندیہ معلوم ہو جاوے۔ اور یونان کو واضح ہو جائے کہ وہ ان حدود سے آگے بڑھنے کا مجاز نہ ہوگا ؛

"کانگرس باب عالی سے درخواست کرتی ہے کہ وہ ہتیسلی اور اپائرس کی سرحدوں کی درستی کر کے یونان کے ساتھ فیصلہ کرلے۔ اور اپنی رائے ظاہر کرتی ہے۔ کہ یہ فیصلہ ہر ایک ساحل کے کنارے پر اس خاص لین کے مطابق ہو۔ (جو اچھی طرح بیان کی گئی تھی)۔ کانگرس یقین کرتی ہے۔ کہ دونوں فریق آپس میں مصالحت کرلینے میں کامیاب ہونگے۔ ساتھ ہی نامہ و پیام کے کامیاب ہونے میں سہولیت پیدا کرنے کے لئے دونوں فریقوں میں براہ راست بیچ بچاؤ کرنے کے لئے دول عظام تیار ہیں" - اس تجویز پر عمل کیا گیا اور یہ مسئلہ دونوں سلطنتوں کے آپس میں نبٹ لینے پر چھوڑا گیا۔ اس بحث کے اثنا میں لارڈ بیکنسفیلڈ نے اپنے اکثر تکیہ کلام تاریخی جملوں میں سے ایک کا پہلی دفعہ اظہار کر کے یونان کے متعلق کہا۔ کہ "اس مُلک کی حالتِ آئندہ کے بارے میں کسی کو شک نہیں ہوسکتا۔ مگر ریاستیں بھی اُن افراد کی طرح جنہیں حالت مستقبلہ سے سابقہ پڑتا ہو۔ انتظاری کرسکتی ہیں"۔ اس نے اپنی رائے بیان کی کہ سرحدوں کی درستی کے لئے دباؤ ڈالنے کو وہ ہرگز پسند نہ کریگا۔ اور کہا کہ میری نظروں میں "سلطان ان بڑی بڑی مصیبتوں کی آزمائشوں کے بعد بڑی عزت اور ہمدردی کا مستحق ہے"۔ اور مجھے اُمید ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ "سلطان سرحدی مسئلے کے منصفانہ سلجھاؤ کو منظور فرمالینگے" ؛

عہدنامہ سین سٹیفانو کے اُن فقروں کے پیش ہونے پر۔ جو رومینیا کی آزادی اور روس کے پھر بسر بیا کے لے لینے کے متعلق تھی۔ روس اور انگلستان کے سفراء میں بڑی طول طویل اور سخت بحث ہوئی۔ انگلستان دریائے

ڈینیوب کی آزادیٔ جہازرانی پر زور دیتا تھا اور یہ امر ابتدائی عہدنامہ بنانیوالوں کی نظر سے خدا جانے کس طرح رہ گیا۔ اِس بحث میں کونٹ شووالاف۔ (Count Schouvaloff.) روس کے دوسرے سفیر نے رومینیا والوں کو مُلک کی اِس نئی انتظامی ردّ و بدل کی مُخالفت کرنے پر سخت ناشگرگزاری کا مُتہم کیا۔ آخر کار فیصلہ ہوا۔ کہ اِس معاملے پر خود رومینیا والوں کی رائے سُنی جاوے۔ تب ایم کوگلنیسی آنو (M. Cogalnviceano.) رومینیا کے سفیر کو دخل دیا گیا۔ اور اُس نے فوراً یہ اچھی طرح سے بیان کر دیا کہ میری گورمنٹ (مُلک) اپنے موجودہ مقبوضات کے کسی حصّے کو دینے ہی کی سخت مُخالف نہیں بلکہ برعکس وہ اُن جزیروں کو بھی جو دریائے ڈینیوب کے دہانے پر واقع ہیں لینا چاہتی ہے۔ اِس کے چلے جانے پر پھر بحث شروع ہوئی۔ مگر پرنس گارچکوف اور کونٹ شووالاف نے بصریبیا کی ایک انچ زمین بھی چھوڑنے سے انکار کیا۔ اور چونکہ اِن کا مالک (زار) قابضِ زمین تھا۔ آخر کار وہ کامیاب ہوئے۔ اور رومینیا کو اُس کے عوض میں مطلوبہ جزائر میں سے ایک اور زمین کا ایک نیا چھوٹا سا ٹکڑا دیا گیا۔

مانٹی نگرو (جبلِ اسود) کی آزادی بغیر کسی بحث مُباحثے کے منظور ہو گئی۔ اِس کے بعد کانگرس ڈینیوب کی جہازرانی کے مسئلے کی طرف متوجہ ہوئی۔ جو بصریبیا کے پھر روس کے قبضے میں آجانے سے دوسری دریائی ریاستوں کے لئے ایک بڑا تکلیف دہ اور پیچیدہ مسئلہ ہو گیا تھا۔ کونٹ اینڈریسی نے مندرجہ ذیل چار شرطیں پیش کیں۔ جو آخر کار فیصلے کی بنیاد قرار دی جا کر منظور ہوئیں:۔

(۱) دریائے ڈینیوب آہنی دروازوں (Iron gates) تک کھلا رہے۔

(۲) یورپین کمیشن برابر قائم رہے۔

(۴۳) کمیشن کے کاروبار میں رومینیا بھی شامل کیجاوے ؛

(۴۴) باب آہنی (Iron Gates) پر ہر ایک قسم کی تعمیر کا حق صرف آسٹریا ہنگری کے لئے مخصوص رہے ؛

اب کانگرس عہدنامہ سین سٹی فانو کی اُن شرائط کی طرف متوجہ ہوئی - جو تاوانِ جنگ کے قدرے نقدی میں ادا کرنے اور باقیماندہ کے عوض میں مُلک دینے کے متعلق تھیں - جب تاوانِ جنگ کے آخری حصّے (یعنی بعوض بعض حصّہ تاوانِ جنگ ملک کے لینے کا) فیصلہ ہو چکا - تو کاراتھیوڈوری پاشا نے کانگرس کو اُسکے پہلے حصّے (نقد حصّہ تاوانِ جنگ) کی طرف مخاطب کر کے یوں بیان کیا کہ اُس کو لڑائی سے اس قدر بیشمار فائدے حاصل ہو چکے ہیں - جو اُس کے مالی اخراجات کا کافی معاوضہ ہو سکتے ہیں - اور روم اِتنے بھاری نقصان اُٹھانے کے بعد اس رقمِ مطلوبہ کے ادا کرنے کے شائد ہی قابل ہو - اور اگر ہو بھی تو اُس کے ادا کرنے سے وہ اُن انتظامی اصلاحوں کے کرنے سے بالکل لاچار ہو جاویگا جن کو وہ خود اور کُل یورپ نہایت ہی ضروری مانتا ہے - پس اگر یورپ نے علاوہ اس قدر ملک دی دینے کے روس کو اس قدر بھاری رقم وصول کرنے میں مدد دی تو اس سے رعایا کی حالت جس کی بہتری کے لئے یورپ اپنے آپ کو ایسا متردد بتاتا ہے - بالکل نازک ہو جاویگی - بلکہ خود گورنمنٹ عثمانیہ تباہ ہو جاویگی - جس کے قیام کو اُس دیو یورپ نے اپنی اغراضِ اعظم میں سے بتلایا ہے" ؛

رعایا کے نام پر اس سفیر کی تقریر نے جن ہی کے باعث حال ہی میں ظاہرا یہ کشت و خون اور روپئے کی بربادی ہوئی تھی گو پرنس گارچکوف اور کونٹ شووالاف پر تو کچھ اثر نہ کیا - تاہم دوسرے سفراء پر پورا اثر کر دیا - اور یہ فیصلہ ہوا کہ عہدنامے کے متن میں نقد تاوانِ جنگ کا کوئی ذکر نہ کیا جاوے ؛

ملہ دیکھو نوٹ صفحہ آئندہ پر ؛

تمام سلطنتِ روم میں مذہبی آزادی کے قیام پر۔ جو پریسیڈنٹ کے دسترخوان پر دوسری رکابی تھی۔ کازاتھیوڈوری پاشانے سلطان المعظم کا یہ پیغام پڑھا جس کو میں یہاں پورا درج کرتی ہوں۔" مذہبی آزادی کی تائید میں جب کبھی جو بیانات مختلف اوقات میں کانگرس کے سامنے پیش ہوں۔ تو ہمارے سفراء کو یہ بیان

(نوٹ صفحۂ گزشتہ ۱)۔ مندرجہ ذیل فقرہ لارڈ سالسبری کے اُس مُراسلے سے انتخاب کیا گیا ہے جو اُس نے تاوان جنگ کی ادائگی کے بارہ میں کانگرس کے ارادے پر لکھا تھا۔ ھوھٰذا:۔" نقد تاوانِ جنگ کا مسئلہ جس پر سلطان روم کی گورنمنٹ نے بہت اعتراض کئے تھے۔ عہدنامہ کے متن سے خارج کیا گیا ہے۔ کانگرس نے ایسے معاہدے کو تڑ ملنے سے انکار کیا۔ جو عہدنامہ پیرس کے صریح متضاد ہو۔ اور جو بایں وجہ صرف دونوں فریق ہی آپس میں کرسکتے ہیں۔ لیکن کانگرس میں ایسے بحث مُباحثے پر بیانات ہوئے ہیں جو پروٹوکل میں لکھے گئے ہیں۔ اور جن سے اُس کا عملی اثر بہت کم ہو جاویگا۔ روسی سفراء نے بیان کیا کہ وہ نقد تاوانِ جنگ کے عوض اور ملک لینا نہیں چاہتے۔ اور نہ ہی اِس بات پر جھگڑا کرتے ہیں کہ اُس کو اُن قرضوں پر جن کی دوسری گورنمنٹوں نے ضمانت دی ہو۔ یا جن کی ضمانت میں عثمانیہ گورنمنٹ کے محاصل مکفول ہو چکے ہوں فوقیت دیجاوے۔ انگریزی سفراء نے بیان کیا۔ کہ وہ اِس تاوانِ جنگ میں کوئی ایسا امر نہیں پاتے کہ اُس کو اُن قرضوں پر جو اِس سے پہلے کے ہیں کسی طرح فوقیت دیجاوے۔ اِن بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ ترکی قانوناً دباہمی تعلقات کے اصول کے مطابق) اِس کو ادا کرنے کی ذمہ وار نہیں اور نہ ہی وہ اِس کو ادا کرنے پر مجبور کیجا سکتی ہے۔ جب تک وہ تمام قرضے جو تاریخ جنگ سے پہلے کے ہیں پورے نہ ادا ہو جاویں۔ اگر روم کبھی کسی زمانے میں ایسا خوشحال ہو جاوے۔ اور دیگر تمام قرضوں سے سبکدوش ہو جاوے۔ تو اُس وقت نقد تاوانِ جنگ کا مطالبہ کرنا بے شک جائز ہوگا لیکن ایسے وقت میں یہ مطالبہ روم کے لئے نہ ہی ناجائز ہوگا۔ اور نہ ہی کوئی تکلیف دہ۔ یہ معاہدہ اصولاً تو نافذ نہیں۔ مگر اس کی تعمیل۔ حالاتِ موجودہ پر غور کرنے پر۔ بہت دور دراز عرصے تک ملتوی رہے گی"۔

کرنے کا اختیار دیا جاتا ہے۔ کہ بابِ عالی کا منشاء اِس بارے میں یورپ کے منشاء
مدعا کے عین مطابق ہے۔ اُس کی نہائت ہی مضبوط اور قدیمی مصلحتیں اُسکی
دنیاوی پالیسی (آئینی حکمتِ عملی)۔ اور اُس کی رعایا کے فہم و ادراک سب اِسی انجام کی
طرف مائل ہیں۔ کُل سلطنت میں سلطان المعظم کی رعایا کے کروڑوں آدمی مختلف
متضاد مذاہب کے پیرو ہیں۔ لیکن آج تک کسی شخص کو اپنے مذہبی احکام کی پابندی
کرنے کے باعث ذرا بھی تکلیف نہیں دی گئی"۔

کانگرس میں اِس سلطانی مراسلے کو پیش کرتے وقت کاز اتھیوڈوری پاشا
نے یہ توقع ظاہر کی۔ کہ نئے عہدنامے کے اُس آرٹیکل میں۔ جو مذہبی آزادی کے
مسئلے کے متعلق تحریر ہو۔ اِس امر کا ضرور اشارہ کر دیا جاویگا۔ کہ یہ اصول پہلے ہی سے
میرے شہنشاہ کے تمام ممالکِ محروسہ میں جاری اور رائج ہے۔ اِس کی یہ خواہش
پوری کی گئی۔ اور عہدنامے کا باسٹھواں آرٹیکل (دفعہ) یوں شروع ہوتا ہے "بابِ
عالی نے مذہبی آزادی کے اصول کو برابر قائم رکھے جانے۔ بلکہ حتی الامکان اُس
کو اور زیادہ وسعت دینے کا منشاء ظاہر کیا ہے۔ جس کے بطیبِ خاطر اِس امر کے
اظہار کرنے کا کُل دوَلِ عظام دل سے قدر کرتی ہیں"۔

ایشیائی ممالک کے قبضے کی بابت۔ جو اب کانگرس میں پیش ہوا۔ روسی
اور انگریزی سفیروں میں پہلے ہی سے خفیہ طور پر فیصلہ ہو چکا تھا۔ روسیوں نے
ارض روم۔ بایزید اور وادی الوشرد کا دعویٰ تو چھوڑ دیا۔ مگر قارص۔ باطوم اور اردہان
کے لینے پر مصر رہے۔ پرنس گارچکوف نے باطوم کے متعلق مندرجہ ذیل منشاء ظاہر کیا
جس کی طرف میں ناظرین کو خاصکر متوجہ کرتی ہوں۔ کیونکہ اِس سے اُن کو روسی
پالیسی کے کُل نشیب و فراز اور اُس کے دعاوں کی ماہیت اچھی طرح معلوم ہو جائیگی
اُس نے کہا کہ: "مجھے یہ بیان کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ کہ میرا آقائے نعمت

باطوم کو اپنے زیرِ حکومت رکھ کر اُسے ایک آزاد بندرگاہ قرار دیگا۔ جس سے تمام تجارتی قوموں کو عموماً اور برطانیہ اعظم کو خصوصاً جس کے تجارت میں نسبتاً بہت ہی زیادہ جہاز مصروف رہتے ہیں۔ فوائدِ عظیمہ حاصل ہونگے"۔ لارڈ بیکنسفیلڈ نے اِس اظہار کی نسبت یہ رائے دی کہ" بحیثیتِ امن خواہی یہ امر بڑا قابلِ وقعت ہے"۔ اور لارڈ سالسبری نے تو یہ بھی کہدیا کہ" اگر باطوم کا قبضہ ایسی حالتوں میں رکھا جاتا۔ جس سے بحیرۂ اسود کی آزادی میں خلل واقع ہوتا۔ تو انگلستان یورپین طاقتوں کے ساتھ یہ معاہدہ ہرگز نہ کرتا۔ کہ وہ اپنے آپ کو اس (یعنی اپنے جنگی بیڑہ جہازات کے جبراً داخل ہونے سے) بحیرے میں داخل ہونے سے باز رکھیگا۔ لیکن چونکہ باطوم ایک آزاد اور تجارتی بندرگاہ قرار دیا گیا ہے۔ اِس لئے انگریزی گورنمنٹ اپنے اِن معاہدوں کو (جیسے کہ وہ اب اِس کانگرس کے فیصلوں سے ترمیم ہوگئے ہیں) از سرِ نو قائم (تجدید) کرنے سے انکار نہ کریگی"۔

اب اِس وقت باطوم ایک نہایت ہی مضبوطی سے قلعبند جنگی مقام ہے۔ (یہ ہیں روس کے وعدے۔ مترجم)

کانگرس کی اخیری نشستوں میں پرنس گارچکوف اور کونٹ شووالاف کی اِن تجاویز پر بحث ہوتی رہی جن کا مطلب یہ تھا کہ عہدنامے میں ایک خاص آرٹیکل درج کیا جاوے جس سے کُل دولِ عظام اِن کُل شرائط کی تکمیل کی نگرانی پر مجبور کیجاویں۔ اور اُن کو اختیار دیا جاوے کہ عند الضرورت اِن شرائط کی کماحقہٗ تعمیل کرائی جانے کے لئے مناسب وسائل سوچیں۔ مگر کوئی طاقت بھی اِس مداخلت کی پالیسی کو قبول کرنے کی طرف مائل نہ تھی۔ اور کاؤنٹ اینڈراسی پاشا نے یہ بیان کرکے کہ بابِ عالی اِن تمام شرائط کو پورا کرنے کا اپنے آپ کو ویسا ہی ذمہ دار سمجھتا ہے۔ جیسا کہ عہدنامے پر دستخط کرنے والی باقی سلطنتیں ہیں۔ اِس تجویز کی

لارڈ بیکنسفیلڈ

سخت مخالفت کی۔ ایم ویڈنگٹن نے قابلِ یادداشت الفاظ میں جن سے معاملات کی حالت بڑی خوبی اور اختصار سے واضح ہوگئی تھی۔ اِس کی تائید کی اور کہا "اِس تجویز سے جو اب کانگرس میں پیش ہے۔ عثمانی گورنمنٹ پر ایک دائمی دباؤ رکھنا پایا جاتا ہے۔ جس کے ذریعہ سے بابِ عالی کے کُل فعلوں میں متواتر جائز مداخلتوں کے لئے کافی بہانوں کا موقع مِل سکیگا۔ ٹرکی گورنمنٹ کا خود اپنا فائدہ ہے کہ وہ کانگرس کے تمام فیصلوں کو پوری طرح سے تعمیل کرلے۔ اِس لئے ٹرکی کے صاف بیان کردہ ارادوں پر شُبہ کرنے سے پہلے دولِ عظام کو اُس وقت تک انتظار کرنا چاہئے جتبک کہ وہ اُس کو اُن کی تعمیل کرنے سے پہلو تہی کرتے نہ دیکھیں۔ کیونکہ یہ گمان کرنے کا اُن کو کوئی حق نہیں کہ عثمانی گورنمنٹ اُن شرائط پر جنہیں وہ منظور کرچکی ہے عمل کرنا نہیں چاہتی۔ یا اُن کے پورا کرنے کی اِستعداد نہیں رکھتی"۔

یہ معلوم کرنا ناممکن ہے کہ شاید سفراء نے روس کی تجاویز کو نامناسب سمجھا۔ یا اُنہوں نے اپنی اپنی گورنمنٹوں کو ایسے امر کا ذمہ دار گردانا پسند نہ کیا جس میں تکلیفیں بہت اور فائدہ کچھ نہو۔ مگر یہ تجاویز باتفاقِ رائے رد کی گئیں اور ۱۲۔ جولائی کو سفراء نے ایک دوسرے سے آخری ملاقات کرکے اپنی اپنی راہ لی۔ پرنس گارچکوف بمعہ اپنے ساتھی کے شُتُمان کے لئے اور زیادہ مشکلات پیدا کرنے کی تجاویز سوچنے کے لئے سینٹ پیٹرزبرگ کو سدھارا۔ ترکی سفراء قسطنطنیہ کو واپس گئے کہ وہاں اصلاح اور انتظام کی کونسلوں میں مدد دیں۔ اور لارڈ بیکنسفیلڈ اور لارڈ سالسبری لنڈن کو چلتے بنے۔ جہاں صُلح اور باعزت صلح قائم کرنے کے باعث اُن کی بہت بڑی آؤبھگت اور خوش آمدی ہونے کو تھی۔

تیسرا باب

اصلاح

جوں ہی مُلک پر سے یہ جان فرسا مخمصہ دور ہوا۔ سُلطان عبد الحمید اُن صوبوں میں جو اُس کے پاس باقی رہ گئے تھے۔ امن و امان قائم کرنے اور اُن سلسلۂ اصلاحات کو جنہیں عمل میں لانے کا اُس نے تخت نشین ہوتے ہی ارادہ کر لیا تھا۔ شروع کرنے میں مشغول ہو گیا،

روپیہ مُلک کا بحالتِ صُلح پُشت پناہ اور بوقتِ جنگ اُس کا دست و بازو ہے۔ اِس لئے سب سے پہلے سُلطان سلطنت کے مالی صیغہ کی طرف متوجہ ہوا۔ اُس وقت سے کہ جبکہ نیکر[۵] (Necker.) نے انقلاب فرانس رجب فرانس نے

---

[۵] جیکوبس نیکر۔ فرانس کا وزیر ایک آئرش خاندان کی نسل سے تھا۔ وہ اوائل عمر میں روزگار کی تلاش میں پیرس گیا اور ایک بینک میں نوکر ہو گیا جس کا وہ رفتہ رفتہ حصہ دار بن گیا۔ اُس نے تیرہ سال میں ٹھیکوں اور اجاروں سے بے انتہا دولت جمع کی۔ اور مالی معاملات میں مشہورِ آفاق ہو گیا۔ اسی اثنا میں وہ کاروبار سے الگ ہو کر جنیوا (واقع سوئٹزرلینڈ) میں رہائش پذیر ہوا۔ جہاں کی کونسل کا وہ ممبر ہو گیا اور کانسل کی طرف سے پیرس میں سفیر مقرر ہوا۔ جہاں اس نے بڑے بڑے عہدے حاصل کئے۔ سنہ ۱۷۶۵ء میں وہ فرینچ ایسٹ انڈیا کمپنی کا مہتمم مقرر ہوا۔ اور سنہ ۱۷۷۶ء میں شاہی خزانہ کا ڈائرکٹر بنا۔ اور سنہ ۱۷۷۷ء میں فرانس کے کل صیغہ ہائے مال کا ڈائرکٹر جنرل مقرر ہوا۔ فرانس اُس وقت سخت مالی مشکلات میں گرفتار تھا۔ لیکن اُس نے روپئے پیسے کے معاملات میں اپنی ناموری سے (دیکھو بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ پر)

بغاوت کرکے بادشاہ کو قتل کر دیا۔ اور سلطنت جمہوری قائم کر لی۔ ۱۸۴۸ء میں (م-
کے ہتھیلوں کو اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔ آج تک کسی انسانی فنانیشر (Fina-
ncier خزانچی - دیوانِ مال) کو ایسی بے امیدی اور مایوس حالت سے
سابقہ نہیں پڑا تھا۔ برسوں سے روم مالی دیوالیہ پن کی اُس سطح شیبی (Inclin-
ed Plane) سے برابر پھسل رہا تھا۔ جس پر اس نے اپنا پہلا منحوس قدم جنگِ
کریمیا کے وقت رکھا تھا۔ (جنگِ کریمیا سے پہلے روم میں قومی قرضے کا نام
تک بھی نہ تھا۔ یہ بلا صرف سلطان عبد المجید کے مہربان مددگاروں انگلستان
اور فرانس کی مہربانی سے روم پر نازل ہوئی۔ ۱۸۵۴ء میں ان دونوں ملکوں نے
اوّل ہی اوّل سلطان عبد المجید کو فوجی تیاریوں کے لئے قرضہ دے کر اس زہر کی
چاٹ ڈالی۔ یہ رقم اس قلیل عرصے میں بڑھتی بڑھتی ۲۔ ارب تک پہنچ گئی تھی۔ سلطان
عبد الحمید کی تخت نشینی کے وقت تک (م ۱۸۵۴ء سے لے کر سلطان عبد العزیز کی
معزولی سے چند برس پیشتر تک اس نے وقتاً فوقتاً اس قدر بھاری رقمیں ممالکِ
غیر کی تبادلوں (کوٹھیوں) سے قرض لیں۔ کہ عبد الحمید کی تخت نشینی پر اس کی
نام نہاد تعداد بیس کروڑ پونڈ (پونڈ = ۱۶ روپے) سے بہت بڑھ کر تھی۔ میں نے
نام نہاد تعداد اس لئے کہا ہے۔ کیونکہ اس کُل رقم کا نصف سے زیادہ خزانۂ عامرہ
میں ہرگز داخل نہیں ہوا۔ اور باقی پچاس فی صدی اُن لائق۔ نامور اور دیانت دار

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ):۔ حاصل کی ہوئی تھی۔ کہ تھوڑی ہی مدت میں بے تعداد قرضوں کا
انتظام کر لیا۔ اور سلطنت کو سنبھال لیا۔ آخرکار پروٹسٹنٹ مذہب رکھنے کے باعث اسی عہدے سے الگ ہونا پڑا۔
بادشاہ فرانس لوئس شانزدہم نے اسے دوبارہ بلا کر وزیر مال مقرر کیا۔ لیکن وہ چند ماہ رہ کر اپنی جائداد اراضی کا پٹا
واقع جنیوا میں چلا گیا۔ اس نے مختلف مضامین پر بہت سی کتابیں اور فرانس کی مالگزاری اور مداخل پر تین
جلدیں تحریر کیں۔ بمقام جنیوا ۱۷۳۲ء میں پیدا ہوا۔ اور سوٹیزرلینڈ میں ۱۸۰۴ء میں مر گیا۔

فنانشروں کے ہاتھوں میں رہا۔ جنہوں نے ان مختلف قرضوں کو مہیا کیا۔ دیعنی سو کی دستاویز کے پچاس وصے، مگر علاوہ ان بیرونی قرضوں کے ایک بہت بڑی رقم غلطی سے سوداگروں اور ساہوکاروں کی اس جماعت سے قرض لی گئی تھی۔ جس کا عثمانیہ بینک کے سرغنہ ہونے کی وجہ سے سلطنت کے صیغۂ مال میں بہت کچھ دخل رہا ہے۔ سلاطینِ سابقہ کا یہ عام دستور ہو گیا تھا۔ کہ جب کبھی سود کی ایک بہت بڑی رقم واجب الادا ہو جاتی۔ تو اس کو اور نیا قرضہ لے کر ادا کر دیتے تھے۔ مگر یہ طریق جو ہر فردِ انسان اور ہر قوم کے معاملات میں بڑا آسان اور خوش آئند معلوم ہوتا ہے۔ بہت مدت تک نہیں چل سکتا۔ اور اگر عبد الحمید بھی اپنے متقدمین کے اسی آسانی بخش دستور پر چلنا چاہتا (جو امر وہ ہرگز نہ کرتا)۔ تو بھی اس کو معلوم ہو جاتا۔ کہ یہ امر اب ناممکن ہو گیا ہے۔ کیونکہ سودی اقرارناموں کے نہ ادا ہونے کے باعث ٹرکی کا کریڈٹ (Credit۔ مالی اعتبار) ممالکِ غیر اور خود اپنے ملک دونوں جگہوں میں بالکل زائل ہو گیا تھا۔ اس لئے نہ صرف باہر ہی سے کسی مدد کی توقع ہو سکتی تھی۔ بلکہ اس کی اپنی ملکی آمدنی کا بہت بڑا منبع۔ خراج و محاصل ایک بڑی حد تک خشک ہو گیا تھا۔ کیونکہ اس لڑائی سے بدنظمی اور بدنسقی کی ایسی خطرناک حالت ہو گئی تھی کہ محاصل کا وصول کرنا بڑا مشکل ہو گیا تھا۔ اور جس صورت میں وصول بہہ گئے ہوں تو مقامی تحصیلداروں سے اُسے وصول کرنا اور بھی زیادہ مشکل تھا۔ پس جبکہ بیرونی قرضخواہ بھاری شرح سود و کمیشن کے بہانوں سے خزانۂ ٹرکی کو لوٹ رہے تھے۔ اور منتظمانِ صوبجات بیشرمانہ اور علانیہ عیبوں اور خیانت سے۔ تو اس صورت میں یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ کہ روم روز بروز قرضے کی گہری دلدل میں دھنستا گیا ۵

غالباً سب سے پہلا کام جو سلطان نے خاتمۂ صلح پر کیا یہ تھا۔ کہ اس نے

سلطنت کے مالی صیغوں میں پوری پوری باضابطہ تحقیقات کئے جانے کا حکم دیا
اِس تحقیقات کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ کُل بیرونی قرضخواہوں کے وکلاء کی ایک کونسل
قسطنطنیہ میں ٹرکی گورنمنٹ کے ساتھ اِس بیرونی قرضے پر بحث مُباحثہ کرنے کو طلب
ہوئی۔ اِس کونسل کے تمام ممبر تجارتی اور مالی دُنیا کے مردانِ آزمودہ کار تھے۔
انگریز اور ڈچ قرضخواہوں کا وکیل آنریبل بورک ایک لائق کنسر ویٹو مدبر تھا!
(اب لارڈ کونیمارا۔ سابقہ گورنر مدراس)۔ آیم والفری فرانسیسی صیغۂ خارجیہ کا
ایک افسر فرانس کی طرف سے وکیل تھا۔ اور آسٹریا جرمنی اور اٹلی نے بھی بڑے
لائق اور نامور وکلاء روانہ کئے۔ اِن صاحبوں نے بمعیتِ سُلطانی وُزرا صیغہ
مال کانفرنس قائم کی اور طول طویل مُباحثوں کے بعد چند خاص تجاویز پر مُتفق
ہوئے۔ کہ یہ اعلیحضرت سُلطان المعظم کی خدمت میں پیش کیجاویں۔ جب یہ
تجویزیں عام معلوم ہوگئیں۔ تو بقولِ اخبارات یہ ظاہر ہوگیا کہ مختلف قرضوں نے
اجرا کے وقتوں سے متعلقہ حالات پر کمشنروں کی دیانتداری اور نصفت
پسندی نے گوارا نہ کیا۔ کہ وہ کُل نام نہاد قرضے کی وصولی کا مطالبہ کریں۔ اور
اُنھوں نے بالاتفاق اِس رقم کو گھٹا کر ۱۰۵ کروڑ پونڈ مقرر کیا۔ مگر اِس قدر رقم
(۱۰۴ کروڑ پونڈ) کے یکلخت دور کردینے پر اُنھوں نے اِس بات پر زور دیا۔ کہ
اختتامِ قرضہ تک بالواسطہ محاصل Indirect taxation یعنے
محاصلِ نمک۔ تمباکو۔ اسٹامپ۔ شراب۔ ماہی گیری۔ ریشم کی مدات آمدنی جو
سب سے زیادہ فائدہ مند اور سب ہی سے زیادہ خراج والی ہیں۔ بالکل اُن کے لئے
مخصوص کر دیجائیں۔ ساتھ ہی اُنھوں نے خراج بلگیریا اور سائپرس و مشرقی رومیلیا
کی آمدنیوں۔ ایرانی تمباکو کے محصول کا کچھ حصہ اور مداخل کی اُس زیادتی کا جو کہ جنگی
کے نئے محصولوں اور نئے لائسنسوں کے عطا سے یا پروانجات Patents کی

فیسوں سے حاصل ہو۔ دعویٰ کیا۔ اور نیز اُنھوں نے اُن رقوم کے لینے کی جو سرویا۔ جبلِ اسود۔ بلغاریہ۔ یونان سے قرضے کی ادائگی کے متعلق وصول ہوں۔ شرط کی۔ اُنھوں نے ۱۸۸۱ء قسطنطنیہ میں قرضخواہوں کے ڈیلیگیٹوں کی ایک کونسل

۱۹ بیرونی قرضوں کی تعداد شرح سود اور اصل رقم وصول شدہ معہ سنہ اجرا کا نقشہ ذیل میں دیا جاتا ہے:-

سنہ اجرا	نام نہاد تعداد قرضہ	شرح فیصدی	وصول فیصدی	سنہ اجرا	نام نہاد تعداد قرضہ	شرح فیصدی	وصول فیصدی
۱۸۵۴ء	۳۰۰۰۰۰۰-پونڈ	۶	۸۰	۱۸۵۵ء	۵۰۰۰۰۰۰-پونڈ	۴	۱۰۲½
۱۸۵۸ء	۵۰۰۰۰۰۰-پونڈ	۶	۸۵	۱۸۶۰ء	۲۰۷۰۰۰۰-پونڈ	۶	۶۲½
۱۸۶۲ء	۸۰۰۰۰۰۰ پونڈ	۶	۶۸	۱۸۶۴ء	۸۰۰۰۰۰۰ پونڈ	۶	۶۶
۱۸۶۵ء	۳۶۲۶۲۲۲۳٪	۵	۴۷½	۱۸۶۵ء	۶۰۰۰۰۰۰-پونڈ	۶	۶۵½
۱۸۶۵ء	۲۵۰۰۰۰۰-پونڈ	۶	۶۳	۱۸۶۹ء	۲۲۲۲۲۲۲۰-پونڈ	۶	۶۰½
۱۸۷۱ء	۵۷۰۰۰۰۰-پونڈ	۶	۷۳	۱۸۷۲ء	۱۱۱۳۶۲۰۰-پونڈ	۹	۹۲½
۱۸۷۳ء	۲۸۰۰۰۰۰۰ پونڈ	۶	۵۸½	۱۸۷۴ء	۴۰۰۰۰۰۰۰ پونڈ	۵	۴۳½

میزان کل ۱۸۲۹۸۱۷۸۳-پونڈ

یعنی ۱۸۷۴ء تک نام نہاد تعداد قرضہ بیرونی ۱۸ کروڑ ۲۹ لاکھ ۸۱ ہزار ۷ سو ۸۳ پونڈ تھی۔ جو ۱۸۷۶ء تک بیس کروڑ پونڈ تک پہنچ گئی۔ اور ناظرین کو جدول مندرجہ بالا سے اصل تعداد وصول شدہ بھی معلوم ہو گئی ہوگی۔ اِس کے علاوہ دس کروڑ پونڈ سے زیادہ اندرونی قرضہ تھا۔ اور سلطان عبد الحمید کے تخت نشین ہوتے ہی روس سے جنگ چھڑ پڑی جس میں روم کا تخمیناً دس کروڑ پونڈ سے زیادہ خرچ ہوا۔ اور اعتبار کا یہ حال تھا۔ کہ اب ایک کوڑی تک قرضہ نہ مل سکتا تھا۔ یہیں سے خیال کر لیجئے کہ ۱۸۷۶ء میں ترکی دستاویزات کی قیمت ۳۴۔ فی صدی تھی۔ مگر صد ہزار آفرین اس شہنشاہِ بیدار مغز پر جس نے صرف اَور زیادہ قرض لینا ہی نہیں ترک کر دیا بلکہ سابقہ قرضہ بھی بہت سا ادا کر دیا ہے۔ جو تاوانِ جنگ اور خرچ جنگ کے شامل ہو جانے سے (دیکھو بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ پر)

منتظمہ کے مقرر ہونے کی درخواست کی جس کو وصولی کا پورا اختیار ہو۔ اور جس کو

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ):- ایک مہیب حد تک پہنچ گیا ہوا تھا۔ اور باوجودیکہ ملک کے کئی زرخیز صوبے اُس کی حکومت سے نکل گئے۔ آمدنی کم ہو گئی اور خرچ ویسا ہی رہا بلکہ اَور زیادہ بڑھ گیا۔ اب اِس وقت روم کا اعتبار بہت عمدہ حالت میں ہے۔ اور ترکی دستاویزوں کی قیمت ۸۰ فی صدی تک پہنچ گئی ہے۔ اعلیحضرت سلطان المعظم نے اِس حسن و خوبی سے اپنے ملک کی مالی حالت کو سنوارا ہے کہ مداخل اور مخارج مساوی کر دیے ہیں۔ فوج اور ملازمین کے مشاہرے باقاعدہ ادا تقسیم ہوتے ہیں۔ بیرونی اور اندرونی قرضے کا صرف سود ہی نہیں بلکہ اصل بھی ادا کیا جاتا ہے۔ فوجی اور بحری طاقتوں میں دن رات ترقی ہو رہی ہے۔ اور روم مالی حیثیت سے اگرچہ ایسا بہت دولتمند تو ابھی نہیں ہوا۔ مگر وہ دیوالیہ پن کے حضیضِ اِدبار سے نکل کر ایک خاص فارغ البال حالت میں ہو گیا ہے۔ چنانچہ مہذب مطبوعہ یکم اگست ۱۸۹۱ء میں دولت عثمانیہ کی مالی حالت پر جو مضمون شائع ہوا میں اُس کی یہاں بجنسہٖ نقل کرتا ہوں:-

''جس چیز نے ترکوں کو دُوَلِ یورپ کی نظر میں ضعیف اور مریض ثابت کیا در اصل وہ اُن کی مالی حالت ہے۔ اس لئے کہ بتغیرِ زمانہ سے اب ترقی کا مدار صرف ریاست کے خزانے کی مضبوطی پر ہے۔ لیکن اب تسلیم کر لیا گیا کہ ترکوں نے اپنی مالی حالت کو نہایت عمدگی اور شائستگی سے سنبھال لیا۔ لیونٹ ہرلڈ نے عثمانیہ سلطانی بینک کے اٹھائیسویں سالانہ جلسے کی رپورٹ شائع کی ہے۔ اس رپورٹ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دولت عثمانیہ کا مالی اعتبار جتنا اب بڑھ گیا ہے اور ترقی کر گیا ہے اُس قدر اس سے پہلے کبھی نہ تھا۔ یہ خبر مشہور ہوئی ہے کہ دولت عثمانیہ اپنے مالی اصول میں کسی قسم کا تغیر و تبدل کرنے والی ہے۔ جس پر لیونٹ ہرلڈ تعجب کے ساتھ رائے دیتا ہے کہ پبلک قرض کی حالت ایسی ہے کہ سلطنت اور نیز رعایا کو اس پر کامل اعتبار دنیا بھر میں اب ترکی قومی قرض یعنے پرامیسری نوٹوں کا بھاؤ فی صدی پانچ روپئے ہے۔ جو قریب قریب دیگر سلطنتوں کا حال ہے۔ انگریزی پرامیسری نوٹوں کا بھاؤ بھی اسی کے قریب رہا کرتا ہے۔ نیز امپیریل مجسٹی سلطان عبد الحمید خاں جب تخت پر بیٹھے ہیں اور سلطنت کی باگ اپنے ہاتھ میں لی ہے اُس وقت بڑی قیمتوں سے دس روپئے سیکڑا پر ترکی پرامیسری نوٹ فروخت ہو سکتے تھے۔ اور اب اتنی ترقی ہوئی (دیکھو بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ پر)

تمام پراونشل (Provincial-مفصلاتی) اور سنٹرل (Central)
اندرونی عہدوں پر جو عثمانیہ قرضۂ قومی کی خدمات کی بجا آوری کے لئے

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) ہے کہ پورے اعتماد اور اعتبار کے ساتھ زیادہ سے زیادہ پانچ روپئے سیکڑا کی کمی پر گورنمنٹ عثمانیہ کے نوٹ لے لئے جاتے ہیں۔ بمقابلہ اس کے جبکہ محتشم الیہ کی سلطنت شروع ہوئی ہے تب دس روپئے سیکڑا کی کمی بھی کافی نہیں خیال کیجاتی تھی۔ اور پھر بھی بے اعتباری رہتی تھی۔ سلطان نے گزشتہ چودہ برس کی حکومت میں اپنا اعتبار اور مالی ساکھ دینے سے بھی زیادہ بڑھا لی۔ اس کے برابر ترقی دنیا کی کوئی سلطنت اور کوئی قوم نہیں دکھا سکتی۔ اسی بنا پر یوونٹ ہرلڈ لکھتا ہے کہ جب ایسی ہمیشہ ترقی نمودار ہوتی تو پھر کسی جدید تغیر و تبدل کی کیا ضرورت ہے۔

رپورٹ میں پریسیڈنٹ نے اپنی سپیچ میں صاف اقرار کیا ہے کہ "بنیک کا اتنا کم قرض گورنمنٹ پر کبھی اور کسی سال میں نہ تھا۔ جتنا اس سال ہے"۔ یوں مقروض ہونے کو دنیا کی کوئی سلطنت نہیں جو اپنے بنیک کی مقروض نہو۔ اور قومی قرض کا قائم رہنا اصولاً ترقی و بقائے سلطنت کا ایک جزو لازمی تسلیم کر لیا گیا ہے۔ دولتِ عثمانیہ کی حالت زیادہ نازک اس لئے ہو گئی تھی کہ اس پر قرض اعتدال سے زیادہ بڑھ گیا تھا۔ جس کی ادائی سلطنت کی حالت کے دیکھتے غیر ممکن خیال کیجاتی تھی۔ سلطنت کے وعدوں کا رعایا کو اعتبار نہیں رہا تھا۔ اور بنیک کا قبضہ روز بروز گورنمنٹ پر بڑھتا جاتا تھا۔ لیکن سلطان عبد الحمید خاں نے نہایت بیدار مغزی اور سرگرمی کے ساتھ اس جانب توجہ کی۔ اور اسی توجہ کا آج ہم یہ نتیجہ دیکھ رہے ہیں کہ چودہ برس کے اندر سلطنت کی مالی حالت اس قدر سنبھل گئی کہ اب اس کے نوٹوں کا بھاؤ دیگر دول یورپ کے برابر ہی ہے۔ اور اس کا اعتبار اس قدر ہو گیا کہ بلا عذر اور بے کھٹکے ہر شخص اپنا روپیہ گورنمنٹ عثمانیہ کو دے سکتا ہے"۔

مگر یہ کبھی خیال نہ کرنا کہ سلطنت روم بالکل ہی نادار ہو گئی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نقد روپیہ (Species.) اس کے پاس کوئی نہیں رہ گیا تھا۔ مگر جواہرات اور طلائی اور نقرئی ظروف جس بیشمار اور بے حساب قیمت کے امیر المومنین کے خزانۂ عامرہ میں موجود ہیں۔ (بقیہ نوٹ دیکھو صفحہ آئندہ پر)

وضع ہوں پُوری دسترس ہو۔ اِن کی یہ کُل درخواستیں سلطان المعظم نے قبول فرمائیں اور زیرِ حکم فرمانِ سلطانی مورخہ ۲۰ ڈسمبر ۱۸۸۱ء قوانینِ سلطنت میں شامل کی گئیں چنانچہ کمیشن نے اپنی رپورٹ میں جو سالِ اوّل کی کارگزاری کے اختتام پر لکھی اُس میں اِس فرمان کے کُل جزو کُل برابر عمل کئے جانے کو تصدیق کیا۔

یہ کُل بڑے تغیرات ۱۸۸۲ء میں زیرِ عمل آئے۔ اور کمیشن کے ممبروں کو اُن تکالیف کی حقیقت کا ایک ذرا شمہ معلوم ہونے لگ پڑا جو ایک اصلاح کنندہ اور نیک نیت دیانتدار فرمانروائے روم کو واقع ہوتی ہیں۔

اِن تکالیف کی چھوٹی سی مثال کے لئے مَیں محاصلِ تنباکو کی کیفیت بیان کرتی ہوں۔ یہ سلطنت کے اٹھارہ صوبوں سے جو یورپ و ایشیا میں واقع ہیں جمع کیا جاتا ہے۔ ہر ایک ضلع پر ایک اعلےٰ ایجنٹ ہوتا تھا۔ جس کے ماتحت دو سو سے لیکر تین سو تک افسرانِ زبردست ہوتے تھے۔ جو قسطنطنیہ سے بغیر کسی کافی تعلق

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) کسی اَور سلطنت کو اُن کا عشر عشیر بھی نہ نصیب ہوا ہے اور نہ ہے چنانچہ تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے کہ جب شہنشاہ جرمن اسلامبول میں اعلیحضرت امیر المومنین کی ملاقات کو گئے۔ تو خلیفہ المسلمین نے امپراطور اور شہنشاہ بیگم کو ۷ کروڑ روپے کے قیمتی تحائف عنایت فرمائے۔ جائے غور ہے کہ کتنا بے اندازہ خزانہ ہوگا کہ اُس کا مالک بڑی فراخ حوصلگی سے صرف ایک ملاقاتی کو سات کروڑ کے تحائف عطا فرما سکتا ہے ناظرین ایسی دریادلی اور تموّل کی نظیر آپ کو ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک کوئی ملی ہے۔ ہرگز نہیں بجز خانۂ سلطانی میں اِس آب و تاب اور قیمت کے جواہرات اور مرصّع اشیاء موجود ہیں کہ کوئی اور سلطنت دنیا میں اُن کی ادنیٰ نظیر بھی نہیں رکھتی۔ خزانۂ عامرۂ سلطانی کا ادنیٰ الماس دیکھ لو تو کوہِ نور کا نام تک نہ لو۔ مسٹر لین پول اپنی تاریخ روم میں بصفحہ ۲۷۵ لکھتا ہے۔ کہ "سلطان کے خزانۂ عامرہ کی سونے چاندی کی اشیاء اور جواہرات کی چمک دمک دیکھ کر اور اُن کی خالص قیمت اور وزن کا اندازہ کرکے ہر ایک شخص بالکل سکتے کے عالم میں ہو جاتا ہے"۔

یا لگاؤ رکھنے کے بطور خود اپنے فرائض منصبی ادا کرتے تھے۔ اور اکثر اوقات اُن کو خاصکر ایشیا کوچک میں ناجائز طریقے سے مال کو اخفائے محصول کر کے لانے والے کاروانوں کے ساتھ۔ جو مقابلے کی نیت سے مُسلح اور صف بند ہو کر آتے تھے جنگ کرنی پڑتی تھی۔ اور یہ خیال باطل ہے کہ اجنبیوں کی ایک کمیشن معاملات کی ایسی حالت سے روبراہ ہو سکتی۔ اگر اُن کو سرکاری (مقامی) حکام سے عملی مدد نہ ملتی۔ اور یہ صرف سُلطان المعظم کے براہ راست رُعب اور بالذات منشاہی کی وجہ سے تھا۔ کہ اُن کو ایسی مدد ملے ؛

آج تک اِس کمیشن کو ۱۷½ لاکھ پونڈ وصول ہو چکے ہیں۔ اور جبکہ کُل سلطنت کی آمدنی صرف ۱½ پونڈ رہ گئی ہے (علاوہ اُن آمدنیوں کے جو قومی قرضے کے ادا کرنے میں وقف ہیں) تو روم کا نہایت ہی متعصب مُخالف بھی یہ تسلیم کرلیگا۔ کہ روم نے ان قرضوں کے سود ادا کرنے میں جن کے ایک نصف سے اُس نے کوڑی بھر فائدہ نہیں اُٹھایا۔ بہر حال خالص اور سچی کوششیں کی ہیں۔ چنانچہ اِس رقم میں سے ۵۲۳۶۳۲ پونڈ غلطہ کے سنڈیکیٹ کے جس کا اوپر ذکر آچکا ہے قرضے سود اور قدرے اصل رقم کی بیباقی میں ادا کئے گئے ہیں۔ جس قرضے کی کفالت میں بھی بلاواسطہ محاصل مستغرق ہیں۔ یہ قرضہ ۲۴ سال میں بالکل ادا ہو جاویگا ؛

اب یہ تو معلوم ہو گیا کہ سُلطان نے اپنے قرضخواہوں سے کیا سلوک کیا مگر اب ایک لمحے کے لئے یہ بھی دیکھئے کہ اُس کے مقروضوں نے اپنی باری میں اُس کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔ اور دُوَلِ عظام نے مالی معاملات پر اپنے پختہ وعدوں اور اقراروں کو کیسے پورا کیا ؛

عہدنامۂ برلن کی نویں دفعہ کے مطابق بلگیریا کے سالانہ خراج کی رقم کا تعین کُل دُوَل متحولۂ کانگرس نے کرنا تھا۔ اِس آرٹیکل کا مضمون یہ ہے "نئے انتظام کے

شروع ہو جانے سے ایک سال بعد ریاست کی اصلی آمدنی کا لحاظ کر کے یہ رقم معین کیجائے گی۔ اور چونکہ بلگیریا نے سلطنت کے قومی قرضے کی ایک جزو ادا کرنی ہے پس جس وقت سلطنتیں خراج کی رقم معین کرینگی اُس وقت وہ حالات پر غور کر کے یہ بھی فیصلہ کر دینگی۔ کہ بلگیریا قومی قرضے کا اس قدر حصّہ ادا کرے"۔

اب تک باوجودیکہ اس دفعہ پر سفرائے دُوَل کو دستخط کئے نو سال گزر گئے ہیں۔ اس کی تعمیل کرائی جانے کی طرف ایک ذراسی کوشش بھی نہیں کی گئی۔ مگر ٹرکی گورنمنٹ ان سالوں میں برابر بلگیریا کے خراج کے علاوہ اپنی چند باقیماندہ مداتِ آمدنی میں سے بھی ایک مد کی رسیدیں دینے پیداوارِ تنباکو کا عشر اپنے قرضخواہوں کو دیتی رہی ہے۔ اس سے زیادہ اَور کونسا ثبوت ہو سکتا ہے کہ عہدنامہ برلن کی شرائط لیسی بدنیتی سے دستخط کنندگانِ عہدنامہ نے لکھیں۔ اور تمام کا ان سب کو پورا کرنے کا کیسا سچا منشاء تھا۔

ہر ایک مالی مطالبہ جو بابِ عالی پر تھا۔ بڑے زور سے پورا کرایا گیا۔ اور مَیں کہتی ہوں کہ بڑی خوشی سے ادا کیا گیا۔ مگر ٹرکی کے مطالبے بڑی سنجیدگی کے ساتھ نظرانداز کئے گئے۔ بلگیریا نے قومی قرضے کے حصّے کے ادا کرنے کی استطاعت سے کبھی انکار نہیں کیا۔ کیونکہ اُس کو ایسا کرنے کے لئے کبھی کہا بھی نہیں گیا۔ دُوَلِ عظام نے کسی وقت اتنی تکلیف بھی تو گوارا نہیں کی کہ اس رقم (حصّہ قومی قرضہ) کو معین کر دینے سے اِس مسئلے کو چھیڑ ہی دیں۔ سلطان کے وزراء کی ہر ایک تاکید اس بارے میں پس انداز کی گئی ہے (یہ ہے یورپ کی ایمانداری) مگر صرف یہی نہیں۔ کیونکہ تیتیسویں دفعہ میں درج ہے کہ "کیونکہ مانٹی نگرو کو بروئے عہدنامہ زائد قطعاتِ اراضی ملے ہیں۔ اُس کو عثمانی قومی قرضے کا کچھ حصّہ ادا کرنا ہوگا۔ سفرائے دُوَل متمدّنہ متعینہ قسطنطنیہ بمشورۂ بابِ عالی اس رقم کو معین کرینگے

اسی طرح چالیسیں دفعہ ہیں سرویا کو قومی قرضے کے ایک حصّے کے ادا کرنے کا ذمہ وار گروانا گیا۔ اور اگرچہ آخر الذکر ریاست کو حال ہی میں ایک غاصبانہ جنگ کرنے کے لیے بلگیریا کے ساتھ سامان مِل گیا۔ لیکن دونوں ریاستوں سے ایک حبّہ بھی وصول ہو کر سلطانی خزانے میں داخل نہیں ہوا۔ میرے ناظرین جب کبھی روزانہ اخباروں کو شرائطِ متعلقہ آرمینیا وغیرہ کے حرف بحرف نہائت سختی سے پورا کرانے جانے کے بارے میں غل غپاڑا کرتے دیکھیں۔ تو میں درخواست کرتی ہوں کہ وہ مندرجہ بالا امور پر بھی ایک باطنی نظر کر لیا کریں گے ؛

اِن تکالیف اور دقتوں کے سادے اور سچّے بیان سے جو سلطان کو صرف بالواسطہ خراج کے قضیئے کو درست کرنے میں پیش آئیں۔ ناظرین کو اُس امر کی حقیقت بھی معلوم ہو جاوے گی جو سلطان کے سامنے شاہی حسابات میں آمدنی کے اکثر زرخیز وسائل کے سبب مداخل و مخارج کو برابر کرنے میں پیش آیا۔ یہ ایک ایسا کام تھا جس سے لائق سے لائق چانسلر آف ایکسچکر Chancellor of Exchequer۔ سرکاری خزانے کا صدر الصدور بھی جو آج تک سینٹ سٹیفنس St Stephens ۔ انگریزی وزیر صیغہ مال کی درگاہ کی چوکی پر بیٹھا ہو۔ چکرا جاتا۔ مگر اس کام سے عبد الحمید بالکل نہ جھجکا۔ ظاہر ہے کہ پہلا کام ترجیح کو واجب الامکان خرچے کی کمی تک اس طرح گھٹانا تھا جس سے قومی مجد و عظمت اور انتظامی قوت میں خلل نہ پڑے۔ پھر اُسکے بعد دوسرا کام بدنظمی۔ خیانت اور غبن کی اُس قدیمی باقاعدہ طرز کو جو برسوں میں باہستگی اِس خطرناک حالت تک بڑھ گیا تھا بہت جلدی روک دینا تھا۔ اِن دونوں امروں کو سرانجام دینے کے لئے ایک تو لائق اور دیانتدار آدمیوں کی ضرورت تھی کیونکہ یہ مسئلہ ایسا نہیں تھا کہ صرف فرمان جاری کر دینے سے روباصلاح ہو سکتا اور دوسرے

امن وصلح کے ایک دراز زمانے کی احتیاج تھی۔ جس میں وہ باطمینان کام کر سکیں۔
کیونکہ صوبوں کی اَبتریاں اور بد بختیاں مہینوں بھر میں دور نہیں ہو سکتیں۔ مگر سفراء (برلن کانگرس کو ختم کر کے) کے چلے جانے سے لے کر تا ایندم مشکل سے کوئی ہفتہ گزرتا ہے جس میں گورنمنٹ کی توجہ اصلاحوں کے کام سے ہٹائی نہ جاتی ہو۔ اور اس کا باعث وہ اصلی بغاوتیں ہیں جو تنخواہ دار بھڑکانے والے گماشتوں (جاسوسوں) کی کارستانیوں سے واقع ہوتی ہیں یا بے بنیاد بغاوتوں کی جھوٹی افواہیں جن کو ممالکِ غیر کے مُتفنّی اور بے خبر قونصل مشتہر کرتے ہیں۔ تاہم باوجود ان سب مصائب اور سخت مزاحمتوں کے اور باہر سے بغیر کسی ایک آدمی کے معین ہونے کے اصلاح کا کام بڑی مستعدی اور تیزی سے روز بروز چلتا رہتا ہے۔ اور میں اس جگہ یہ بیان کرنے کے قابل ہوں۔ جیسے میں آگے چل کر ثابت بھی کرونگی کہ یورپ کے کسی دوسرے ملک نے اس ہر ایک چیز میں جو شائستگی اور تہذیب کی ارکان ہیں ایسی جلد اور اتنی ترقی نہیں کی کہ جتنی سلطنتِ عظمیٰ عثمانیہ نے اعلیحضرت سلطان عبدالحمید کے مضبوط مستقل اور رہنما دست مبارک کے طفیل کی ہے ؛

اب تک میں موجودہ تاریخ روم کے واقعات کو تاریخ وار بیان کرتی ہوں مگر بہبودئ عوام کے ان امور کو بیان کرتی ہوں جن کو سلطان نے شروع کیا اور اس کے وزراء نے اس سے براہِ راست حکم احکام لے کر ان کو مکمل کیا۔ میں اس طریقے کو گڑبڑ کر دینے والا خیال کر کے چھوڑ دیتی ہوں اور ہر ایک اصلاح کا بیان فرداً فرداً بالکل مکمل طور پر الگ الگ تحریر کرونگی ؛

میں پہلے ان چند غلط فہمیوں کی تردید کرتی ہوں۔ جو اشیائے کوچک کے

؎ جس قدر آزادی غیر مذاہب کی رعایا کو سلاطین عثمانیہ کے (دیکھو بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ پر)

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) :- زیر عمل رہی ہے آج تک نہ کسی اور سلطنت میں نصیب ہوئی اور نہ ہوگی - اس کے ثبوت میں ہم چند اور عیسائی مصنفوں اور مدبروں کی رائے کو مختصراً قلمبند کرتا ہوں معہذا یہاں تک تو ہم نے سلطنت ٹرکی کے صرف اسی قدر آئین و قوانین بیان کئے ہیں جو مسلمانوں کے متعلق تھے - اب ہم اُن کے وہ حصے جو عیسائی رعایا کے بارے میں ہیں تحریر کرتے ہیں - قرآن مشرکین پر جنگ کرنے کا حکم کرتا ہے - مگر ساتھ ہی اُن اہل کتاب کو جو جزیہ دینا قبول کریں حفاظت کرنے کی سخت تاکید کرتا ہے (جزیہ کے بارے میں مولوی شبلی صاحب نعمانی کا رسالہ ملاحظہ کرو - جس میں صاف طور پر واضح کیا گیا ہے کہ عیسائیوں پر یہ ٹیکس بہ نسبت اُن ٹیکسوں کے جو مسلمانوں کو ادا کرنی پڑتی ہیں بدرجہا ہلکی اور کم خرچ ہوتی ہے - اور علاوہ ثقیل اور گراں ٹیکسوں کے مسلمانوں پر فوجی خدمت لازمی ہوتی ہے - مترجم) - ٹرکی قانون ہے کہ "مطیع سر کو جدا مت کرو" - مفتی سے ایک دفعہ استفتا کیا گیا کہ اگر گیارہ مسلمان ایک عیسائی کو جو بادشاہ کی رعایا ہو اور خراج ادا کرتا ہو ناحق جان سے مار دیں - تو اُن کے بارے میں کیا حکم ہے - اُس نے جواب دیا کہ اگر ایک ہزار ایک مسلمان بھی ایسا کریں تو سب کو پھانسی دو - عیسائی رعایا کا جان و مال اور جائداد ہر طرح سے محفوظ ہے - اور اُن کو اپنے مذہب کے احکام کی بجا آوری میں پوری آزادی ہے - (از تاریخ روم مصنفہ کریسی صاحب صفحہ ۱۰۶) ؛

.. نومبر ۱۴۴۴ء کو سلطان مراد اور شاہ بوسینیا و دیگر شاہان یورپ کے درمیان بمقام وارنا سخت لڑائی ہوئی - جس میں بوسینیا کا بادشاہ مارا گیا اور تقریباً کُل عیسائی افواج تہ تیغ ہوئیں - "اس لڑائی سے پہلے سرویا کے بادشاہ جارج نیکوکس نے شاہان یورپ کی افواج متفقہ کے نامور کمانڈر انچیف جان ہن یاڈ سے کہا کہ اگر تم کامیاب ہو گئے تو رعایا کے مذہب کے بارے میں کیا فیصلہ کرو گے اُس نے جواب دیا کہ میں جبراً کُل رعایا کو رومن کیتھولک بناؤں گا - سلطان مراد سے یہی سوال کرنے پر جارج کو یہ جواب ملا - کہ میں ہر ایک مسجد کے دوش بدوش ایک ایک گرجا تعمیر کراؤں گا کہ میری رعایا میں سے جو چاہے مسجد میں جا کر خدائے واحد کے حضور میں سجدہ گزارے (دیکھو بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ پر)

سب لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پختگی سے جما ہوا ہے کہ گویو رپین ٹرکی میں عیسائی اپنی حفاظت آپ کرنے کے لئے کافی مضبوط ہیں۔ مگر ایشیا میں آبادی کا بہت تھوڑا حصہ ہونے کے باعث مسلمان ظالم اُن پر بڑے سخت تشدد کرتے ہیں۔

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ)۔ اور خواہی کلیسا میں جاکر صلیب کی پرستش کرو۔ (از تاریخ کریسی صاحب صفحہ ۱۶۱) "مہمانداری اور سچی پیروانی اپنے اصلی جوہر اور شرافت میں ماسوائے روم کے اور کہیں نہیں پائی جاتی۔ عیسائی مسافر اور رعایا کے جان و مال کی خلوص دل سے حفاظت کیجاتی ہے۔ اور سلطانوں نے بھی فیاضی اور علو حوصلگی سے بیرونی تجارت کو ہر زمانے میں کمال آزادی اور مزید سہولیت بخشی ہے۔" الخ (دیکھو تاریخ روم کریسی صاحب صفحہ ۲۰۰)۔ جان ڈیون پورٹ صاحب اپنی کتاب مظاہر الحق یا Apology of Mohamed & Quran میں تحریر فرماتے ہیں کہ دیانتداری، راستبازی اور نصفت شعاری سوائے ترکوں کے اور کسی قوم میں ایسی پائی نہیں جاتی۔ اگر تمہاری کوئی چیز راستے میں گر پڑی ہو تو خواہ دو مہینے گزر جاویں۔ اس کو کوئی نہ چھوئیگا اور جب واپس لوٹو تو تم کو اسی جگہ پڑی ملیگی۔ دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ اگر تم کسی یہودی دوکاندار سے کوئی سودا خرید و تو قیمت مطلوبہ سے چہارم پر تم کو مل جاویگی یعنے وہ دوکاندار پہلے اصل قیمت سے چوگنی طلب کریگا۔ اور اگر دوکاندار عیسائی ہے تو قیمت مطلوبہ سے نصف پر راضی ہو جاویگا۔ یعنے وہ دُگنا جھوٹ بولے گا۔ لیکن اگر کسی ترک دوکاندار کے پاس جاؤ تو بلا عذر قیمت مطلوبہ ادا کر دو۔ کہ تمہارے قیمت مطلوبہ میں سے ایک پائی بھی کم کہنے پر وہ پھر تم سے بات کرنے کا بھی روادار نہوگا۔ اور خواہ ہزار من کا بیوپار ہو یا پیسوں کا سودا ایک پائی بھی اصل قیمت سے زیادہ نہ طلب کریگا۔ یہ ترکوں کی بے تعصبی اور نیک نیتی ہی کے باعث ہے کہ کل ممالک عثمانیہ میں عیسائیوں کی اپنی زبانیں۔ اُن کے تعلیمی مدرسے اور اُن کی مذہبی حکومتیں اب تک قائم ہیں۔ اگر ترک بھی روس یا دیگر اقوام کی طرح غیر مذاہب پر تشدد کرتے اور اُن کو جبراً اپنی تہذیب میں شامل کر لیتے یا اُن کو جلاوطن کر دیتے۔ تو بلگیریا، آرمینیا اور کریٹ وغیرہ کے عیسائی کاہے کو آج روس وغیرہ کو چڑھا لانے سے فتنے اور شورشیں برپا کرتے۔

لیکن یہ امر واقعی ہے کہ ایشیائے کوچک میں اعلیٰ عہدوں پر عیسائیوں کی تعداد اُس سے بدرجہا زیادہ ہے۔ جو آئرلینڈ میں کیتھولک نیشنلسٹ مجسٹریٹوں کی ہے (چونکہ انگریز پروٹسٹنٹ ہیں۔ اور آئرلینڈ میں اکثر رومن کیتھولک عیسائی آباد ہیں جو اختلاف مذہبی اور قومی کی وجہ سے کسی طرح ایک قوم نہیں ہیں۔ مترجم) اور ملکہ وکٹوریا کی حکومت کی نسبت سلطان عبد الحمید کے علم کے نیچے مذہب کسی شخص کی ترقی میں بہت کم مانع ہوتا ہے۔ ایشیائی روم میں صوبوں صوبوں کا انتظام عیسائی گورنروں کے سپرد ہے۔ اور بیشک تکالیف کا بہت سا حصہ صرف ان ہی (عیسائی) گورنروں کے تعصب اور مذہبی عداوت کے باعث سرزد ہوتا ہے تمہارا ایشیائی عیسائی ابرادر) اپنے یورپین بھائی کی طرح اپنے آقا حضرت مسیح کی تعلیمات کا صرف وہی حصہ مانتا ہے۔ جو اُس کی اغراض و مقاصد کے موافق ہو۔ وہ حضرت مسیح کے اس مقولے کو۔ کہ "قیصر کو قیصر کا حق دو" بڑی جلدی سے جھٹلا دیتا ہے اُن شکائتوں اور اپیلوں کا جو وہ یورپین عیسائی اقوام کے پاس کرتے ہیں۔ دو تہائی سے زیادہ حصہ صرف اُن خراجوں اور محاصل کے ادا کرنے کے عذرات پر مبنی ہوتا ہے جن کو ترک بغیر ذرا سی چون وچرا کے ادا کر دیتے ہیں میں اقرار کر چکی ہوں کہ میں اپنے ہر ایک بیان کو ساتھ ہی ثابت کرتی جاؤنگی۔ اور اس جگہ میں اپنے ناظرین کو دو چھوٹے سے واقعات کی طرف متوجہ کرتی ہوں جن سے ہر ایک منصف مزاج مرد یا عورت کے دل میں بجائے اُن جوش پیدا کر دینے والی رپورٹوں کے جو یورپ میں روس سے ہو کر آتی ہیں متضاد اثر پیدا ہوگا۔ پچھلے سال ایسٹر (Easter. مسیح کے جی اُٹھنے کی یادگار۔ کا دن) کے تیوہار پر میگیر عزرین (Maggar Azaraian) کیتھولک آرمینین کے پطرِ اعظم نے روہ توم جو پاشا کے گھوڑوں کے سُموں کے نیچے لتاڑی ہوئی بیان کیجاتی ہے)

ساگزاوفاچ کے بڑے گرجے میں ہائی ماس (.High Mass) - روم کے کلیسا کی عبادت اعلیٰ) کا جشن کیا۔ جس میں اُس ملت کے سرور آوردہ ارکین شامل تھے۔ اُس وعظ میں جو جشن کے اختتام پر ہوا۔ پطرِ اعظم نے اُن بیشمار مذہبی عائتوں کو جو سلطانِ عادل نے ارمنی کیتھالکو ں کو عطا فرمائیں بڑے زور شور سے بیان کیا اور کہا۔ کہ اعلیحضرت سلطان المعظم کا تمام سامعین کو تہِ دل سے ممنونِ احسان رہنا چاہیئے۔ اعلیحضرت کی درازیٔ عمر کی دعائیں مانگی گئیں۔ اور پطرِ اعظم نے یہ تین دفعہ بآواز پکار کر وعظ کو ختم کیا ”ہمارا پیارا شاہنشاہ عبد الحمید مدتِ مدید تک جیے“۔ چنانچہ اس اعتبار کا کچھ تھوڑا سا اندازہ جو آرمینیا کے عیسائی سلطان کی بے تعصبی پر رکھتے ہیں مندرجہ ذیل واقعہ کے بیان کرنے سے معلوم ہو جاویگا۔ پچھلے نومبر میں ارمنی قوم میں ایک تنازعہ برپا ہو گیا تھا۔ جس کی بنا کچھ تو مسئلۂ وراثت اور کچھ مذہبی رعائتوں کے سوال پر تھی۔ یہ ایک خاص خانگی معاملہ تھا۔ مگر ارمنیوں نے اُس کو قومی عبادت کے وزیر کے فیصلے پر چھوڑا اور بابِ عالی نے امورِ متنازعہ فیہ پر انصاف کرنے کے واسطے فوراً ایک کمیشن مقرر کر دی۔

پچھلے سال بیروت کا میرونائٹ (Maronite) میگیر یوسف ولبس (Archbishop of Bayrouth, Maggar Joseph Webs.) روما میں گیا تھا۔ جہاں اُس نے پوپ لیو سیزدہم (Leo 13th) کی زیارت کی۔ اِس ملاقات میں اُس نے اُن تمام بڑی مذہبی آزادیوں کا ذکر کیا جو خلافت پناہ سلطان المعظم نے میرونائٹ فرقے کے تمام پیروؤں کو عنایت فرمائی ہوئی تھیں۔ اور گھر آتے وقت قسطنطنیہ میں سلطان کی قدم بوسی کا شرف ملازمت حاصل کر کے اُس نے اُس جان نثاری اور دل کے جوش کا اظہار کیا جس سے تمام میرونائٹ ملت کے دل بھرے ہوئے ہیں۔

لیکن اس قسم کی ترکی خبریں اپنے مالکوں کے پاس روانہ کرنا ہمارے خاص اپنے نامہ نگاروں کی عادت ہی نہیں۔ مگر ہاں یہ سچ ہے کہ روس کے دوسرے مذاہب (ماسوائے مذہب زار جو یونانی کلیسیائی ہے) کے اعلیٰ پیشواؤں کے اسی قسم کے اظہارِ وفاداری بڑی جلدی سے قبول کر لئے جاتے ہیں۔ اور مذہبی بے تعصبی کے اُن کی خواہش کی صداقت کو فوراً مان لیا جاتا ہے ۔

عبد الحمید سے متقدمین سلاطین کے ایامِ حکومت میں ترکی سلطنت کی بڑی بدعتوں میں سے ایک راہزنی تھی۔ اور اگرچہ معاش حاصل کرنے کا یہ عجیب الماہیت اور دلفریب ذریعہ صرف سلطان کے ممالک محروسہ ہی تک محدود نہیں۔ بلکہ نجات یافتہ اطالیہ اور آزاد یونان بھی اس سے نہیں بچے ہوئے۔ تاہم اس میں کچھ شک نہیں کہ ایشیائے کوچک میں یہ اس حد تک پہنچ گیا ہوا تھا۔ جو مہذب دنیا کے دوسرے حصوں میں نایاب ہے۔ اس جگہ یہ بدعت ایسے درجۂ کمال کو پہنچ گئی ہوئی تھی کہ ایک جلد باز نامہ نگار کو فوراً اس نتیجے کے نکال لینے کے واسطے کافی بہانہ ہو سکتا ہے۔ کہ یہ قزاق یا تو مقامی مسلمان حکام کو بھاری رشوتیں دیتے تھے۔ یا فی الواقع اُن کی ملازمت ہی میں ہوتے تھے کیونکہ سلطان نے قزاقوں کے کما حقہٗ انتظام کو بڑی مستعدی سے اپنے ہاتھوں میں لیا جس سے دیار بکر کے کبوتر خانوں (جھونپڑیوں) میں عجیب پھڑپھڑاہٹ

؎ ملک روم میں اب ایسا امن ہے کہ سونا اچھالتے چلے جاؤ کوئی نہیں پوچھتا۔ اور زمانہ گزشتہ میں بھی یہی حال تھا۔ دیکھو مظاہر الحق مستقبلہ ڈیونپورٹ صاحب۔ "قزاقی پچھلے دس بارہ سال میں جو اس قدر بڑھ گئی تھی یہ صرف اُن سرکیشیا والوں کی کرتوت تھی جن کو روس کی گورنمنٹ ہر سال اسی غرض کے لئے اپنے ملک سے نکال کر ممالکِ عثمانیہ میں دھکیل دیا کرتی تھی۔ یا اُن عیسائیوں کی ناہنجاریوں سے سرزد ہوتی تھی جو عمداً ممالکِ عثمانیہ میں کوئی نہ کوئی فساد کھڑا رکھنا چاہتے ہیں ۔"

اور کھلبلی مچ گئی۔ اور بہت سے دلچسپ امور میں سے ایک یہ بھی امر ظاہر ہوگیا۔ کہ نامی قزاق جو بڑے فتنہ انگیز ہیں اور امن دامان میں زلزلہ ڈالنے والے ہیں کا کیشیا کے جلاوطنوں کی ایک چھوٹی سی چیدہ فوج ہے۔ جس کی تعداد ہزاروں تک ہے۔ اور جس کو رحیم گورنمنٹ روس نے اس جگہ دھکیل دیا ہے۔ روس کے لائق منتظموں نے یہ دیکھا کہ وہ اس نہائت ہی سست قوم کو کام کرنے پر نہیں اکسا سکتے اور نہ ہی اس کثیر التعداد گروہ نہلسٹوں کی طرح پھانسی دے سکتے ہیں۔ تو انہوں نے اپنے کوڑے کرکٹ کو ہمسلطنت کے باغ میں پھینک دینے کی قدیمی مکار پالیسی پر عمل کیا۔ ان جلاوطنوں نے کُردوں کے ساتھ مل کر ایشیا کوچک میں قزاقی کا طوفانِ عظیم برپا کر رکھا تھا۔ ان مسلح آدمیوں کے گروہ در گروہ اپنے اپنے افسروں کے زیر کمان سلطان کی امن خواہ رعایا کے ساتھ عملی جنگ کرتے رہتے تھے۔ اور جب قزاقی سے تھک کر با امن زندگی کے حظوظ حاصل کرنا چاہتے تھے۔ تو زمینداروں کے گھروں میں فروکش ہو جاتے تھے۔ خواہ وہ ارمنی ہوں خواہ مسلمان۔ کیونکہ تمہارے قزاق مذہبی تعصبوں سے مبرا ہیں۔ اور ان لوگوں کو مہینوں تک اپنے اور اپنے گھوڑوں کے لئے رسد و سامان دینے پر مجبور کرتے تھے۔

معاملات کی ایسی حالت تھی جس کے معالجے کے لئے سلطان نے اپنے آپ کو متوجہ کیا۔ یورپین صلاح دینے والوں سے کسی عمدہ چارہ جوئی کا حاصل کرنا بیفائدہ تھا۔ بس ان کا تو صرف یہی مشورہ ہے کہ کل بے ایمان مسلمان گورنر۔ جو مدتوں سے بیکس عیسائیوں کو لوٹ رہے اور برباد کر رہے ہیں یکقلم موقوف کر دئے جائیں۔ مگر اس کی رعایا کی خوش قسمتی سے عبد الحمید کو تخت پر بیٹھے تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا۔ کہ اس کو وہ حالات معلوم ہو گئے جو یورپین طاقتوں کے خیال

میں بھی نہ آسکے تھے۔ باوجودیکہ اُن کے بڑے بڑے تنخواہ دار قونصل اُنہیں خبریں دیتے رہتے ہیں۔ قزاقی کو دور کردینے کے لئے اس دسلطان کی تجاویز کو سلطنت کے کُل مطابع عیسائی اور تُرک دونوں نے اور ہر ایک شخص نے جو واقعات سے اچھی طرح واقف ہو تسلیم کرلیا ہے کہ اس مطلب کو پُورا کرنے کے لئے یہ نہائت ہی مناسب اور شایان ہیں۔ سُلطان نے اس بات کے امکان سے کبھی انکار نہیں کیا۔ کہ لنڈن کے مجسٹریٹوں اور ججوں کی طرح روم کے مجسٹریٹ اور جج بھی شائد بعض اوقات ناجائز افعال کے مرتکب ہوتے ہوں۔ اور اسی لئے پہلے ہی تمام ولیوں (گورنروں) اور مُتصرفوں (کمشنروں) کے نام حکم جاری کیا گیا کہ وہ اپنی اپنی گورنمنٹوں کی عدالتوں کے ماتحت پر متواتر اور سخت نگرانی رکھیں اور ذرا سی ناجائز حرکت کے بھی معلوم ہو جانے پر بذریعہ معدلت عامہ کے حضور میں رپورٹ کریں۔ اس حکم کی تعمیل سے اگرچہ ضرور ہی بہت سی بے ایمانیوں کا پردہ فاش ہو جاویگا اور بہت سے بدچلن عہدیدار کو چھیڑ لگے۔ تاہم یہ اکثر تغیر ہر اصلاحوں کے زیر تعمیل آجانے کے خلاف ... کرنے والے ایجنٹوں کے بھی بیشمار فائدے اور مالی منافع رک جاوینگے۔ ہمارے انگلستان کے دہقان بھی اپنے آنریری (بے تنخواہ) بڑے بڑے عہدیداروں پر اس قسم کی نگرانی کئے جانے کے دل سے خواہاں ہیں۔ بیشک بقول ایک مشرقی اخبار کے لیونٹ ہرلڈ (مورخہ ۲ نومبر ۱۸۸۶ء) بدچلن قاضیوں کی تحقیر اور ان کے مُربیوں کی بے عزتی کا نظارہ کیا ہی بڑا اطمینان بخش ہوگا۔

دوسری عملی اصلاح یہ ہوئی۔ کہ ملکی پولیس اور جنگی پولیس اُن ہی اضلاع سے بھرتی کی جانی شروع کی گئی جن کی اُنہوں نے حفاظت کرنی ہو۔ کیونکہ ایک جنگلی ملک کی پہاڑیوں اور گھاٹیوں میں قزاقوں کا گرفتار کرنا تب ہی کامیابی سے چل

سکتا ہے۔ جبکہ شکاری اُس کے نشیب و فراز سے اپنے شکار کی طرح واقف ہو۔ اسی لئے قزاقی کو روکنے کے لئے باقاعدہ فوج کی نسبت باشی بوزک (بیقاعدہ فوج) زیادہ کارآمد ثابت ہوئی ہے۔ وہ اسی ضلعے کی زبان بولتی ہے۔ اور اپنی دوستوں اور رشتہ داروں میں ہونے کی وجہ سے ہر قسم کی خبریں پاکر اُن کمین گاہوں میں جا پڑنے سے بچ جاتی ہے۔ جن میں وہ آدمی جو فاصلے سے آویں اچانک جا پھنسیں۔ اس موسمِ سرما میں قزاقوں کی بیخ کنی کا کام بڑی عمدگی سے جاری رہا ہے۔ اپنی پہاڑی بلندیوں سے سردی کے مارے نکل کر وہ اُن دیہات اور چھوٹے قصبوں میں جاگزین ہونے پر مجبور ہوئے جن میں وہ اپنی اس بیکاری کے موسم میں مالکوں کی طرح بسر کرنے کے عادی تھے۔ اور جوں ہی وہ ایک دفعہ وہاں آئے۔ اور اُن زمینداروں نے جو ان ظالموں کے ہاتھوں سے تنگ آچکے تھے۔ فوراً عدالت کے حوالے کردیا۔ اور چند ماہ اسی طرح کام جاری رہنے پر جیسا کہ اس موسمِ سرما میں رہا ہے۔ ایشیائے کوچک یورپین سیاحوں کے لئے ویسا ہی محفوظ ہوجائیگا جیسی کہ سکاٹ لینڈ کی مسطحات ہیں اور اُن سے بہت کم خرچ۔

اب میں اس مسخرانہ انسٹیٹیوشن (Institution - آئین - طرزِ قوانین) یعنے قیامِ قونسلانِ ممالکِ غیر کے بارے میں کچھ کہنا مناسب سمجھتی ہوں۔ قونسل بظاہر اس واسطے مقرر کئے جاتے ہیں کہ اپنے اپنے ملک کی رعایا کی جن کی طرف سے مقرر ہوں حفاظت کریں۔ مگر روم میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ قونسل صرف اپنے محفوظین کے ہمقوم و ہموطن ہی نہیں ہوتے۔ بلکہ اُن کی زبان تک بھی نہیں بول سکتے۔ ایک دفعہ مجھے کسی تجارتی معاملے پر کچھ معلوم کرنے کی ضرورت ہوئی۔ انگریزی قونسل سے دریافت کرنے پر مجھے یہ عجیب وغریب جواب ملا۔

"کاش کہ میں انگریزی بول سکتا" I wish I could a speak a Henglish. میں یہ بیان کئے دیتی ہوں کہ اس کی اس ناقابلیت کی وجہ سے مجھے بڑا نقصان اٹھانا پڑا۔

ایک دن ایک جزیرے کے گورنر سے اثنائے گفتگو میں ایک خاص یورپین سلطنت کے قونسل کا ذکر آگیا۔ جس ذات مبارک اور اس کی گورنمنٹ کا میں نام نہیں لیتی۔ اور جو اپنی بدچلنی کی وجہ سے بڑا مشہور ہو رہا تھا۔ گورنر نے بیان کیا کہ یہ ایک ایسے ملک کی طرف سے قونسل ہے۔ جس میں یہ آج تک کبھی نہیں گیا۔ اور نہ اس ملک کی زبان کا ایک حرف تک بول سکتا ہے۔ اور جس ملک کا صرف ایک ہی باشندہ اس جزیرے میں رہتا ہے۔ جو بڑا شریف آدمی ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ اس نے آج تک اپنے قونسل سے گفتگو تک نہیں کی۔

میں نے سوال کیا کہ اس قونسل کی گورنمنٹ اس کی نسبت کچھ تو جانتی ہوگی؟ جواب ملا "ہرگز کچھ نہیں۔ وائس قونسل کا عہدہ جو یہ شخص رکھتا ہے۔ اس ضلع کے قونسل جنرل کے اختیار میں ہے۔ قونسل خواہ بوجہ لیاقت یا رعایتاً مقرر کیا جاوے۔ باب عالی سے فرمانِ منظوری حاصل کرنا باقی رہ جاتا ہے۔ جو عموماً ایک رعایتی امر ہے۔ اور فرمان کے حاصل ہوتے ہی وہ اپنے عہدے پر قائم ہو جاتا ہے۔ اور لوازمِ منصبی برت سکتا ہے"۔ میں نے کہا "جناب اس قونسل کی نسبت کچھ ایسا اچھا خیال رکھتے نہیں معلوم ہوتے"۔ جواب ملا۔ "وہ کچھ ایسا بہت نہیں۔ میں جانتا ہوں اس کا گھر قزاقوں کے لئے پناہ ہے اور اس کے ملازم کل قزاق ہیں۔ خلاصہ کلام میں اس کو جزیرے بھر میں ایک بڑا خطرناک ڈاکو سمجھتا ہوں۔ میں نے اس کی حرکات کی نگرانی کے لئے پولیس اور فوجی سپاہیوں کی ایک جماعت مقرر کی ہوئی ہے"۔ میں نے کہا "اگر ایسی

گورنمنٹ کو یہ سب حال معلوم ہو جائے تو کیا اُسے موقوف نہ کرے گی؟" اُس نے
جواب دیا "میں نہیں جانتا۔ قونسلوں اور خاصکر اُس قونسلوں کی تقرری
صرف ایک رعایتی امر ہے۔ اور اکثر کسی عورت کی سفارش پر خواہش کے مطابق
مقرر ہوتے ہیں۔ یہ لوگ عموماً مقامی حکام کے ساتھ ایک قسم کی ٹھگی لڑائی
کرتے رہتے ہیں۔ اور اجرائے کاروبار میں غیر دشمنوں کی طرح مخل ہوتے ہیں۔"
میں نے کہا "بابِ عالی تو اس معاملے میں ضرور دخل دیتا ہوگا"۔ اس نے
کہا "ہرگز نہیں جب کوئی قونسل یا نائب قونسل مقرر ہو جاتا ہے۔ تو بابِ عالی
اُس کو خواہ مخواہ فرمانِ منظوری عطا کر دیتا ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو اسپر قونسلی
تقرریوں اور عدالتوں کے متعلقہ عہد نامے کی شکست اور انحراف کا الزام عائد
ہوتا ہے۔ حاصل کلام عثمانی گورنمنٹ خانگی آئین بندی کے معاملات میں
اِس قدر پھنسی ہوئی ہے۔ کہ کوئی اور گورنمنٹ ایسی پابندیوں میں آنا قبول نہ
کرے۔ اسی قونسل کی نظیر لو جس کا ابھی ذکر ہو رہا تھا۔ پولیس کی کتابوں پر
اِس وقت اِس شخص کے برخلاف آسائشِ عامہ کے مخل ہونے کے چونتیس
جُرم موجود ہیں۔ مگر میں اسے سزا نہیں دے سکتا۔ کیونکہ سچی بات تو یہ ہے۔
وہ ایک نائب قونسل ہے۔ وہ ایک ایسی گورنمنٹ کی حفاظت میں ہے جسکی
وہ رعایا نہیں اور جس گورنمنٹ کا صرف ایک ہی باشندہ اِس جزیرے میں رہتا
ہے۔ مگر یہ آدمی اِس طرح حفاظت پا کر مقامی گورنمنٹ کو ایک پرِکاہ کے برابر نہیں
جانتا۔ اپنے گھر میں ڈاکوؤں کو اُتارتا ہے اور اپنے کسی خاص کام کے پورا کرنے
کے لئے خواہ کسی ذاتی دشمن پر حملہ کرنا ہو یا کسی پسند شدہ جانور کو پکڑنا جیسے کسی
عمدہ نسل کی بھیڑ یا بکری کا۔ تو وہ اُن کو اپنی ملازمت میں کر لیتا ہے۔ اپنے قونسلی
جھنڈے کی پناہ میں وہ کھُلم کھُلا ڈاکوؤں کو پناہ دیتا ہے۔ اور ویسا ہی کھُلم کھُلا میرے

اختیارِ گورنری کا مقابلہ کرتا ہے۔ اگر آپ کہیں تو میں جناب کو چونتیس جُرموں کی ایک نقل بھیج دوں۔ جو اِس وقت تمہارے اِس وائس قونسل پر عائد ہیں"۔

میرے دوست نے اپنا وعدہ پورا کیا اور دوسرے دن مجھ کو ان جرموں کی نقل جو پولیس رجسٹر میں اِس وائس قونسل کے برخلاف درج تھے پہنچ گئی کیا بلا کی فہرست تھی! منڈی میں کُتوں کو بندوقیں جھونک دیں۔ کیونکہ انہوں نے اِس کے ایک پیارے تازی پر بھونکنے کی جُرأت کی تھی۔ شکارِ ماہی میں ڈائنامیٹ کا استعمال کیا اور اِتنے اِتنے وزنوں میں کیا۔ کہ نہ صرف چھوٹی چھوٹی کشتیاں بلکہ گورنر کا جہازِ علم بھی اِس طرح تھرتھرایا جیسے ایک بھونچال سے۔ ایک خاندان کے معزز باپ نے جو اپنے چار بچوں کے ساتھ شام کو گھر آرہا تھا۔ اِس معیبت آدمی کے ایک کتے کو اپنے ایک چھوٹے بچے کو ڈرانے کے باعث لاٹھی سے مارا۔ اِس جرم پر قونسل صاحب اُس بیچارے پر ایک پڑے اور اُس کے سر کو ایسا سخت مضروب کیا۔ کہ اب تک باوجود کئی سال گزر جانے کے وہ شخص اِن صدموں کی وجہ سے بہرہ ہے۔

مندرجۂ ذیل کہانی کو جو کہ میں نے ایک حاضر الوقت کے چشمدید بیان سے سُنی ہے۔ بیان کر کے میں اِس بیرونی قونسلوں کے ناپسندیدہ مضمون کو ختم کروں گی۔ جب کہ اسمعیل پاشا بحیرۂ ایجین کے جزائر میں سفر کر رہا تھا وہ ایک دن جزیرۂ کوس میں وارد ہوا۔ اِس کی آمد کے دوسرے دن انگریزی قونسل نے سرکاری طور پر ملاقات کی۔ پاشا نے ترجمان کے ذریعے اِس سے گفتگو کی۔ اور اِس سے کئی معقول سوال کئے۔ کیونکہ اسمعیل ایک بڑا زیرک آدمی ہے۔ اور اُن مقامات کے متعلق جن میں سے اُس کو گزر ہو پوری واقفیت حاصل کر لیتا ہے۔ شیرینی اور چاء کی تقسیم کے بعد ہمارا معزز قونسل معمولی آداب بجا لا کر رخصت ہوا۔ آدھ

گھنٹے کے بعد فرنچ نائب قونسل حاضر ہوا۔ اور اُس کی بھی ویسی ہی تواضع کی گئی
جیسی اُس کے انگریزی ساتھی کی کی تھی۔ پاشا نے اُس کے ساتھ ویسی ہی گفتگو کی۔
جیسی اُس کے پہلے ساتھی کے ساتھ۔ مگر چند منٹوں کے بعد وہ یکلخت مڑ
گیا اور قونسل کو بنظرِ غور دیکھ کر کہا "مجھے خیال پڑتا ہے کہ میں نے تمہارا چہرہ پہلے
بھی دیکھا ہے۔ مگر یاد نہیں کس جگہ"۔ اُس نے جواب دیا "ہاں حضور میں نے
اِس صبح ہی بحیثیتِ انگلش قونسل جناب سے ملاقات کرنے کا فخر حاصل کیا تھا"۔

اہا۔ کیا تم انگلش اور فرنچ دونوں کے قونسل ہو؟ جواب ملا۔ ہاں حضور
ایسا ہی ہے۔ پاشا نے پوچھا اور کتنی ایک اور سلطنتوں کے وکیل ہو۔ جواب
ملا اور پانچ کا۔ یعنے میں سات سلطنتوں کی طرف سے قونسل ہوں۔ اور اِس
بڑے قونسلی بھلے مانس نے اِن ساتوں سلطنتوں کو گن کر سنایا ۔

تم بحیثیت انگلش اور فرنچ قونسل کے مجھ سے ملاقات کر چکے ہو۔ کیا تم
باقیماندہ سلطنتوں کی حیثیت میں بھی ملاقات کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟

ہاں جناب۔ ایسا کرنا میں اپنا فرض قرار دیتا ہوں ۔

ہِز جیسر اسمعیل نے ہنس کر جواب دیا۔ کہ میں تمہاری اِن ہی ملاقاتوں سے جو
تم نے دو بڑی سلطنتوں کے نائب ہونے کی حیثیت میں کی ہیں۔ ایسا خوش
ہو گیا ہوں۔ کہ اب تمہارے باقیماندہ پانچ سلطنتوں کی حیثیت میں ملاقات
کرنے کی ضرورت نہیں۔ جب شام کے وقت اسمعیل سیر کے واسطے سوار ہوا۔
تو اُس نے اِس اشد شریف قونسل کے مکان پر سات مختلف قومی جھنڈے
لہراتے دیکھ کر خوب قہقہہ اڑایا ۔

دوسری سلطنتوں کے جائز دعووں کے پورا کرنے اور اُن کو کسی
قسم کی رنجش نہ پہنچانے میں بابِ عالی کے بعد تردد سے اکثر اُس کی اپنی رعایا کو

بہت تکلیفیں پہنچتی رہیں۔ ان تکالیف کی ایک نظیر تھوڑا ہی عرصہ ہوا مجھے معلوم ہوئی ہے۔ جزیرہ مٹی لین کے سواحل پر شکارِ ماہی کا ٹھیکہ دو ہزار پونڈ سالانہ پر رہیں کے یونانی ماہی گیروں نے لیا ہوا ہے۔ تھوڑی ہی مدت گزری ہی چند اٹالین ماہی گیروں نے اُن کی محفوظہ شکارگاہوں میں چوری شکار پکڑا۔ جس پر قدرتی طور پر فساد ہو پڑا۔ اور یہ جھگڑا جیسا کہ عموماً ان فسادوں کا انجام ہوتا ہی زد و کوب تک پہنچ گیا۔ اور اٹلی والوں کو سخت ضربیں آئیں۔ جس پر اُنہوں نے اپنے قونسل کے پاس یہ آکر شکایت کی۔ کہ ناحق اُن کے ساتھ یہ سلوک کیا گیا۔ اِس بھلے مانس نے اپنے ہموطنوں کے دعوے کی اِس زور سے اعانت کی۔ کہ یونانی جو صرف اپنے حق کے بچاؤ کے واسطے اور جس کے لئے وہ روپیہ ادا کر چکے تھے۔ لڑے تھے جیلخانے میں ڈالے گئے۔ جہاں سے وہ چھ مہینے کے بعد ایک لیڈی کے رسوخ سے نکالے گئے جس کو تمام واقعات کی اچھی طرح خبر تھی۔ اور جس نے بڑی تکلیفوں اور تعویقوں کے بعد اِس معاملے کو امپیریل گورنمنٹ کی خدمت میں پہنچایا۔ اِس اثناء میں جزیرے کا ترکی گورنر معطّل کیا گیا اور وہ تمام معززین جنہوں نے یونانیوں کی طرفداری کی تھی۔ جیلخانے میں ڈالے گئے ہوئے تھے۔ جوں ہی اِس معاملے کی واقعی کیفیت قسطنطنیہ میں معلوم ہوئی (اور امرِ واقعی کا قسطنطنیہ میں پہنچنا بہت مشکل ہے۔ کیونکہ اکثر اُس کو چھپانے میں کسی نہ کسی کا ضرور فائدہ ہوتا ہے) گورنر بحال کیا گیا۔ قیدی بری کئے گئے۔ اور اٹالین قونسل جنرل متعینہ سمرنا موقوف کیا گیا۔ اور کونٹ کورٹی اٹالین سفیر متعینہ قسطنطنیہ کو جس کا چلن کم از کم بہت ہی ظالمانہ رہا تھا سخت دھمکی دی گئی۔ یہ بھی ظاہر ہوا کہ وائس قونسل کے پاس جو اِس تمام ناانصافی اور تکالیف کا باعث تھا کوئی سرکاری فرمان تقرری موجود نہ تھا۔ بلکہ وہ اصلی

عہدیدار کا جو اس وقت غیر حاضر تھا صرف ایک قسم کا قائم مقام تھا؎

اِن چھوٹے چھوٹے واقعات سے جن کی صداقت کی میں بذاتِ خود ذمہ وار ہوں۔ میرے ہموطنوں پر اچھی طرح واضح ہوجائیگا۔ کہ قبل اس کے کہ دُوَلِ مغربی ٹرکی گورنمنٹ پر صلاحیں جاری کرانے میں اس قدر پُرجوش ہوں اور سلطان کی آنکھ میں سے تنکا دور کرنے میں اتنا اضطراب ظاہر کریں۔ اُن کو اپنی آنکھوں ہی میں سے قونسلی شہتیر کے دور کرنے کے لئے کوشش کرنی چاہئیے؎

سوشل فلاسوفی میں یہ عام مسئلہ ہے کہ کسی قوم کی شائستگی کا اندازہ اُس کی عورتوں کی حالت کے موازنے سے معلوم ہوسکتا ہے اور یہ اکثر کہا جاتا ہے۔ کہ جنوب شرقی یورپ میں عورتوں کی حالت شائستگی کا ایک بہت ہی تھوڑا درجہ بتلاتی ہے۔ جہاں تک کہ وہ ٹرکوں کے زیرِ حکومت پہنچی ہیں۔ آجکل کے زبان زد مسئلہ عورات کو بغور دیکھ کر (اگرچہ مجھے اب تک یہ معلوم نہیں ہوا۔ کہ یہ کیسا مسئلہ ہے جسپر کہا جاتا ہے کہ ہم عورتیں بڑے شور وغل سے درخواست کررہی ہیں) مجھے یہ مجبوراً کہنا پڑتا ہے۔ کہ قبل اس فیصلہ کرنے کے کہ آیا میں اِن عورتوں کو ترجیح دوں۔ جو عبد الحمید کے زیرِ حکومت ہیں۔ یا اُن کو جو ہماری مہربان ملکہ کے ماتحت ہیں مجھے ایک دفعہ دوبارہ بلکہ سہ بارہ سوچنے کی ضرورت ہے۔ ایک امر پر تو بیشک میں قائل ہوں۔ کہ اگر عورت کی زندگی مغربی یورپ میں اسلامیہ طرزِ زندگی کی حالت سے کئی درجے بڑھ کر ہے تو یہ فوقیت اعلیٰ ترین اور اعلیٰ تر درجوں ہی میں پائی جاتی ہے۔ ہماری محنتی جماعتوں کی حالت بہ[1]

[1] میں اس جگہ شہزادی صاحبہ کی رائے سے متفق نہیں ہوں۔ کیونکہ جو اقتدار اور اختیار و رتبہ اعلیٰ ہر ایک ٹرکی مخدرات کو حاصل ہیں وہ بجملا مغربی امیرزادیوں اور (دیکھو بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ پر)

تھوڑا سا غور کرنے پر بھی ایک متعصب عیسائی کو واضح ہو جائیگا کہ وہ تنگدستی کی

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) یہ لیڈیوں کو کہاں نصیب۔ ہاں رہی یہ بات کہ ان میں یہ آزادی نہیں کہ غیر مردوں کے ساتھ اپنے خاوندوں کے روبرو کمر میں باہیں ڈال کر ناچتی پھریں۔ مسٹر آر کیتھ۔ ہارٹ اپنی کتاب "مشرق اور مشرقی خیالات" کی جلد دوم کے صفحہ ۱۱۱ میں لکھتے ہیں۔ کہ "ہم سب خیال کرتے ہیں کہ مشرق میں مستورات اپنے خاوندوں سے ہر وقت خائف اور لرزاں رہتی ہیں۔ گر مجھے یہاں آکر اسکے عین برعکس معلوم ہوا ہے۔ اور خود (ترکی) لیڈیوں کی شہادت سے میں ایک ترکی لیڈی کی رائے کو ہی اس بارہ میں نقل کرتا ہوں۔ "فاطمہ خانم کہتی ہیں کہ ہماری حالت کسی امر میں مردوں سے کم درجے پر نہیں۔ اگر ہم ان کے جلسوں میں شریک نہیں ہوتیں تو ویسا ہی وہ بھی تو ہماری محفلوں میں دخل نہیں پاتے۔ اور اس میں بھی خسارہ انہی کو ہے۔ خاوند محنت کرکے روپیہ کماتا ہے اور اس کی بیوی اسے خرچ کرتی ہے۔ عورت اپنے خاوند کے جاہ و حشمت اور مال و متاع سے کافی حصہ لیتی ہے۔ بلکہ اس سے زیادہ شان و شوکت میں بسر کرتی ہے۔ اگر وہ متمول ہے اور اس کی سلاملک (مردانہ نشستگاہ) ملازموں اور ملاقاتیوں سے پر ہے تو ویسے ہی اس کی بیوی کے کمرے میں بھی اس کی ویسی ہی خدمتگاریں اور اس کے پاس بھی ملاقاتنیں آتی ہیں۔ اگر وہ وزیر ہے اور امرائے سلطنت اس کے سلام کو حاضر ہوتے ہیں تو اس کی بیوی کے پاس بھی ان امرا کی بیویاں آتی ہیں۔ اگر اس کا خاوند شہنشاہ کے دربار (دیوان) میں شامل ہوتا ہے تو اسی طرح اس کی بیوی بھی اپنی شہنشاہ کو سلام کرتی ہے یعنی بیگمات اور مخدرات (قادین اور سلطانہ) کی حضوری میں باریاب ہوتی ہے۔ ایک ترکی لیڈی ان پولیٹیکل مصائب اور خطرات سے بالکل محفوظ ہے جن میں اس کا خاوند گرفتار ہو سکتا ہے اس کی زندگی۔ اس کی جائداد بلکہ اس کا کل سامان ضبطی وغیرہ سے مصئون اور محفوظ ہے۔ اس کی زبان اس کی اپنی ہے۔ اور نہ ہی خاوند پاشا اور سلطان اسے بند کر سکتا ہے۔ اگر خاوند بیوی کو طلاق دے سکتا ہے تو بیوی بھی اپنے خاوند سے خلع کر سکتی ہے۔ اور فرزند نرینہ کی ماں تو گھر کی مالک ہے۔ مذہبی عبادت میں مرد اور عورت برابر ہیں۔ دونوں کے لئے نماز یکساں ہے۔ دونوں حاجی (دیکھو بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ پر)

غلامی جس سے ہماری تنگدست عورتیں تکلیف اٹھا رہی ہیں۔ اور محنت کرتی ہیں۔

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) :- کھلا سکتی ہیں۔ اور مراسم حج ہر ایک کے لئے مساوی ہیں۔ عورتوں کو ویسی ہی آزادی ہے جیسی مردوں کو۔ بلکہ سیر و سیاحت میل ملاقات۔ خرید فروخت اور حمام کرنے میں تو مردوں سے بدرجہا زیادہ تفریح اٹھاتی ہیں۔ ہر ایک عورت کی جائداد مرد کی جائداد کی طرح مامون ہے۔ بیوی کی جائداد اس کی اپنی رہتی ہے اور تمہاری (یعنے عیسائیوں کی طرح) شادی پر خاوند کی نہیں ہو جاتی۔ عورتوں کو بھی مردوں جیسی تعلیم ملتی ہے بلکہ مدارس میں لڑکیوں کی تعداد لڑکوں سے زیادہ ہے۔ نہایت ہی مشہور زندہ شاعروں میں تین عورتیں ہیں۔ ان میں سے ایک پری شیخ خانم سلطان مصطفےٰ کی پرائیویٹ سکرٹری تھی محمد علی پاشا خدیو مصر کی خفیہ خط و کتابت کرنے والی سکرٹری دو لیڈیاں تھیں عورتوں کا مرد اتنا ادب کرتے ہیں جتنا کہ وہ نہیں کرتیں۔ اور جب کوئی عورت کسی مرد سے ہمکلام ہوتی ہے تو وہ مودبانہ اپنی آنکھیں نیچی کر لیتا ہے۔ (سر عسکر پاشا جو کل سلطنت میں سب سے اعلیٰ عہدہ دار ہے اور سلطان کے دو داماروں کا سرپرست یا باپ ہے (وہ اس کے غلام تھے۔ اور ترک لائق غلاموں کو فرزندوں سے زیادہ عزیز اور محترم رکھتے ہیں مترجم) کل خانم کے سامنے کبھی نہیں بیٹھتا۔ وہ مشہور حسن پاشا کی جو سر عسکر پاشا کا سرپرست یا باپ تھا بہن ہے کہ اب بتاؤ ہم کس چیز میں اپنے خاوندوں کی غلام ہیں؟ ہم کس امر میں یورپ کی مستورات سے کم ہیں؟ کیا صرف اس لئے کہ ہمارے چہروں کو مرد بیحیائی سے بالمقابل اور عینکوں میں سے نہیں گھورتے؟ تم خاوندوں اور بیویوں کے حسب دلخواہ پسند کرنے پر بڑا فخر کرتے ہو۔ مگر کیا تمہاری ازدواج ہم سے زیادہ راحت بخش ہیں؟ اور کیا تمہارے پاس بصورت ناچاقی ہو جانے کے یا مرضی نہ ملنے کے الگ ہو جانیکا بھی کوئی راستہ ہے؟ اور بھلا بتاؤ تو سہی اس خاوند کی کون بیوی ذرہ بھر بھی پروا کرے گی جو غیر عورتوں کے ساتھ ان کو بغل میں دبائے ہوئے ہنستا اور کھیلتا چلتا پھرتا ہو۔ اور کون خاوند ایسی بیوی کو محبت اور پیار کر سکتا ہے جس کو دوسرے مرد انگلیاں دیتے اور بہلاتے پھرتے ہوں"؛

اسی کتاب کے ۲۰۹ صفحہ میں مصنف موصوف فرماتے ہیں۔ (دیکھو بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ پر)

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) :- کہ "میں بڑا حیران ہوں کہ وہ یورپین بھی جو مدتوں مشرق میں رہی ہیں اس عزت و امتیاز سے جس سے ترکی لیڈیاں بسر کرتی ہیں بہت کم واقف ہیں"۔ مردوں کا عورتوں کے بدرجہ کمال فرمانبردار ہونے کی مندرجہ ذیل مثال دے کر وہ لکھتے ہیں کہ "زبردست سے زبردست اور بڑے سے بڑا بھی اس رسوخ و اقتدار سے جو والدہ کو اپنی اولاد پر حاصل ہے خلاصی نہیں پا سکتا۔ خیال کرو کہ ابراہیم پاشا (فاتح یونان و شام و حجاز) ایک ہفتے تک اپنی والدہ کے حرم میں گزارش مدعا کرنے کے لئے مناسب موقعے کی تاڑ میں رہا۔ اور جب اس کو اندر آنے کی اجازت ملی تو اس نے اپنی والدہ کے پاؤں چوم کر بیٹھنے سے انکار کیا۔ اور ڈیڑھ گھنٹے تک دست بستہ والدہ کے حضور میں کھڑا رہا۔ اس کی درخواست کا مضمون بھی عجب سبق بخش ہے۔ چند سال پیشتر محمد علی پاشا نے اپنے ملک کی راہ و رسم کی پروا نہ کرنے کی معمولی عادت سے اپنی بیوی کی (جو ابراہیم پاشا کی ماں تھی) ایک خادمہ سے راہ و رابطہ پیدا کر لیا۔ اِس پر قادین نے سخت ناراضگی ظاہر کی۔ مگر محمد علی نے بجائے معافی طلب کرنے کے اس کی خفگی کی کچھ پروا نہ کی۔ جس پر اس نے اس کے مکان کو چھوڑ دیا اور اس وقت قلعے میں اپنے الگ مکان میں رہائش اختیار کی۔ لیکن اتنی بڑی بھاری بدنامی اور بے عزتی کو محمد علی جیسا شخص بھی نہ برداشت کر سکا اور صلح کی درخواست کی۔ مگر اس کی تمام کوششیں بے اثر رہیں۔ اسی قادین نے جس سے محمد علی کے لئے فرزند ہی نہیں بلکہ اشجع دوران اور شیرانِ نرینہ جنے تھے۔ ایسی گستاخی کے بعد درخواستوں کا خیال تک بھی نہ کیا اور یہی جواب دیتی رہی۔ میں نہیں جانتی محمد علی پاشا کون ہے۔ لیکن اِسی اثناء میں اس کا بیٹا توسن پاشا مر گیا۔ اور اسی صدمے میں محمد علی کو ایسا رنج ہوا کہ سخت بیمار ہو گیا اور اس کی جان کے لالے پڑ گئے۔ اِس وقت اِس کی بیوی اِس کے پاس گئی اور جب تک اس کی زندگی خطرے میں رہی۔ اس کے سرہانے سے نہ ملی لیکن جس وقت وہ تندرست ہو گیا۔ تو پھر اپنے مکان میں چلی گئی۔ اِس پر محمد علی نے دوبارہ صلح کی کوشش کی۔ قادین نے جواب دیا۔ اگرچہ محمد علی پاشا نے اپنے فرائض ادا (دیکھو بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ پر)

رنج دہ ہے۔ منکوحہ عورت کی جائداد کے ایکٹ کی شرائط مدتوں سے ٹرکی میں بطور
قانون کے جاری ہیں۔ ایک ترکی لیڈی کی جائداد شادی کے بعد بھی اُس کی اپنی
رہتی ہے۔ اِس قسم کی آزادی جو مُلازمانِ کارخانجات۔ دھوبنوں اور درزنوں کو حاصل
ہے خوش قسمتی سے اُن کی مشرقی بہنوں کو نامعلوم ہے۔ اور یہ کہنے سے میں ذرا
نہیں جھجکتی کہ جتنے عرصے تک یہ اُن کو معلوم نہو اُتنا ہی اچھا ہے۔ ایک ایسے شخص
کی بیوی کی عزت جو کہ ہفتے میں ایک پونڈ سے کم کی بے ثبات آمدنی رکھتا ہے۔
اور اُسی میں سے بچوں کو کھلانا اور پرورش کرنا ہو ایک ایسی قسم کی عزت ہے جس سے
میں سچے دل سے اِلتجا کرتی ہوں کہ تُرکی عورتیں عرصۂ دراز تک نا آشنا رہیں۔
درآنحالیکہ عیسائی اور مُسلمان مُلکوں میں غُربا کی حالت میں اختلاف (اور ہر دو حالتوں
میں آبادی کا بہت بڑا حصہ غریب ہی ہیں) ایک ایسا اختلاف ہے جو آخر الذکر کی
طرفداری میں ہے اور اُس کی فوقیت کو ثابت کرتا ہے۔ ہاں اِس بات سے انکار
کرنا بیفائدہ ہوگا کہ اعلیٰ درجے کی یورپین لیڈیاں ٹرکی کے اعلیٰ درجے کی جماعتوں کے
مردوں کی بیویوں سے تعلیم۔ تربیت اور سلیقے میں کئی درجے بڑھی ہوئی ہیں یہ ابھی
نہیں کہا جاتا کہ سابق الذکر اَور کتنک اپنی فوقیت کا گھمنڈ کرسکیں گی۔ شاید
ابھی اَور چند نسلوں تک۔ کیونکہ تُرکی بہن کو بہت سی کمی پوری کرنی ہے لیکن عبدالحمید
کے مضبوط ہاتھ نے اِس نیک کام کو شروع کر دیا ہے اور تعلیم نسواں نے اُس کی

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) ادا کرنے میں کوتاہی کی۔ مگر اس وجہ سے میں اپنے فرائض میں کوتاہی نہ کرسکتی تھی۔
میں نے اپنا فرض ادا کیا ہے۔ وہ اب تندرست ہوگیا ہے اور میری خدمت کی اُسے احتیاج نہیں رہی۔ اور اب میں
اُس کا ہونا نہ ہونا یکساں جانتی ہوں۔ یہ اُس موقعہ پر واقع ہوا تھا جبکہ ابراہیم پاشا یہ سب ادب بجالایا تھا۔
جس سے مجھے یہ امر بیان کرنا پڑا۔ اِس فاتح شام و ایشیائے کوچک نے اپنی معمر والدہ کی خدمت میں نہایت
عجز سے اِلتجا کی کہ وہ شوہرِ مصر کی خطا معاف کرے۔ مگر اُس کی درخواست منظور نہوئی۔

حکومت میں جو ترقی کی ہے وہ اعجاز سے کم نہیں:

بہت برس نہیں گزرے کہ ایسی ٹرکی لیڈی سے ملنا بہت مشکل تھا۔ جو کتاب پڑھ سکتی ہو۔ یا معقول گفتگو میں شامل ہو سکتی ہو۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب میں پہلے پہل مشرق میں گئی جس کو صرف نو سال ہوئے ہیں تو میری ترکی دوست مجھے ہاتھ میں کتاب لئے ہوئے یا اُسے فی الحقیقت پڑھتے ہوئے دیکھ کر سخت متعجب ہوتی تھیں۔ اور وہ گپیں اور بے فائدہ گفتگو جن کو ایک شخص حرم کی نازنینوں میں سنتا تھا۔ اُن سے اُن کی قابلیت یا واقفیت کا ایسا بہت عمدہ خیال پیدا ہوتا تھا۔ مگر اب جب کبھی میں باسفورس کے جہازوں میں اِدھر اُدھر جاتی ہوں تو ٹرکی لیڈیوں کو (وہ عورتیں کہ جن کو اکثر انگریز خیال کرتے ہیں کہ حرم سرا کے پردوں سے باہر نکلنے کی ہرگز اجازت نہیں) موجودہ علم ادب اور مخصوص الوقت مسئلوں پر بحث کرتے ہوئے اور ناطق انسانوں کی طرح گفتگو کرتے ہوئے سنتی ہوں:

مگر ان بے ترتیب عمومیتوں کو چھوڑ کر میں اُن چند واقعات کو جو میری نظر سے گزرے ہیں بیان کرتی ہوں۔ اور جن سے روم میں تعلیم نسواں کی ترقی بخوبی واضح ہو جائیگی۔ کیونکہ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ تعلیم اور صرف تعلیم ہی کے ذریعہ سے ٹرکی عورت آزادی کو حاصل کر سکتی ہے جب تک کوئی جماعت یا جنس بے تعلیم ہو وہ ضرور بے وقر رہیگی۔ اُس کو ضروری تعلیم دو اور پھر اگر وہ مکانِ مطلوبہ تک نہ پہنچ سکے تو اس کی اپنی کوتاہی ہے۔ اِس سے سلطان کی پولیٹیکل دانش اچھی طرح ثابت ہو جاتی ہے کہ اُس نے اِس واقعی اصول کو پہچان لیا جو کہ ہماری بہت سے تمدنی مصلحوں کی نظر سے مفقود رہا اور اِس امر کو جان کر اُس نے مسئلہ عورات پر اندر کی طرف سے حملہ کیا ہے۔ اور اندرونی حالات کو نظر انداز کر کے بیرونی حالات کو تبدیل کرنے کی کوشش نہیں کی:

اگر ایک ترکی عورت کو جو بے علم اور طرز زندگی سے نا واقف ہو دفعتاً اپنی مغربی بہن کے درجۂ مساوات پر لیا جاوے تو اُس کی حالت اُس مچھلی کی سی ہوگی جس کو پانی کے باہر رکھ دیا جاوے۔ اور اُس بدقسمت جانور کی مانند اُس کو تکالیف برداشت کرنی پڑینگی۔ اُس کو مغربی آزادی میں دخل دینے سے پہلے اُس باطنی حالت تک پہنچانا چاہیئے جس میں وہ آزادی کو بغیر کسی تکلیف کے برداشت یا بے دقری اُٹھانے کے نباہ سکتی ہو۔ اُس کو نئی ضروریات کے لائق بنانے کے واسطے جو کچھ کارروائی ہو رہی ہے اُس کو مندرجۂ ذیل امور بتلائے دیتے ہیں :-

۱۸۸۵ء کے اوائل میں مَیں نے لڑکیوں کے ثانیہ ترکی سکول کا ملاحظہ کیا۔ یہ ایک عالیشان مدرسہ ہے جس کی امپیریل گورنمنٹ امداد کرتی ہے اور سلطان کی خاص نگرانی میں ہے۔ اِس کے داخل ہونے پر ایک کھڑکی دار دروازے سے گزرنا پڑتا ہے جس کے اوپر روم کا شاہی نشان منقش کیا ہوا ہے۔ بڑے دروازے سے دربان مجھے ایک فراخ کمرے میں لے گیا میرے دائیں ہاتھ پر ایک خوبصورت زینہ نصف دائرہ کی شکل کا بنا ہوا تھا۔ زینے پر سے ہوکر اور ہال سے گزر کر میں ایک خوبصورت اور پرتکلف کمرے میں داخل ہوئی جس کے وسط میں ایک لمبی میز بچھی ہوئی تھی۔ جس پر تیس کے قریب چھوٹی لڑکیاں بیٹھی ہوئی تھیں یا اگر زیادہ درستی سے کہا جاوے تو معائنہ کنندگان کی تعظیم کے لئے کھڑی ہوئی تھیں۔ میز پر سادہ کام کی کچھ مقدار پڑی ہوئی تھی جس میں یہ جوان سینے والیاں مشغول تھیں۔ یہ اُن کی اپنی پوشاکیں تھیں اور میں یہ آرزو کئے بغیر رہ سکی کہ کاشکے انگلستان میں بھی سکولوں کے معائنے کے وقت انسپکٹروں کو ایسا نظارہ دکھائی دے۔ مَیں اِس پرتکلف کمرے اور اس کی سجاوٹوں کی تعریف ہی کر رہی تھی کہ مجھ کو ایک لیڈی معلمہ نے بتلایا کہ یہ تمام عمارت پہلے نوغلو پاشا کا کوناک یا محل تھا۔ اور گورنمنٹ نے ترکی لڑکیوں کے مدرسے کے واسطے اسے عطا کر دیا ہے

خواہ مخواہ مجھے اپنے نارتھمبرلینڈ ہاؤس کا خیال آگیا کہ اب اُس کی جگہ کیسا مزیدار ہوٹل بنا ہوا ہے:

چھیوں لیڈی معلمہ جن میں سے چار فرانسیسی بول سکتی تھیں مجھے ہر ایک امر پر آگاہی بخشتی جاتی تھیں۔ مدرسے کی ڈائرکٹرہ لیڈی کاآوس اِس وقت آ پہنچی۔ اور مجھ کو تمام جماعتوں کے کمروں اور خوابگاہوں کا مُعائنہ کرایا۔ اِن کمروں کے دریچوں میں سے جو نظارہ میری آنکھوں کے پیشِ نظر ہوا لطیف اور دلآویز تھا۔ میرے سامنے خلیج قسطنطنیہ واقع تھی۔ اور بادِ نسیم گولڈن ہارن سے گزر کر دریچوں میں داخل ہوتی تھی۔ پس ماندہ تُرکی معمار نے ہواداری کے اِس پیچیدہ مسئلے کو ایسی خوبی سے نباہا۔ جو انگلستان میں ہمارے بورڈ سکولوں کے تعمیر کنندگان کی شائستہ ہی زبردست کوششوں کو عجب مخمصے میں ڈال دیتا ہے۔ تعداد طلبا ۲۲۰ ہے۔ جن میں سے نَسّو رہائشی ہیں۔ سب کو مدرسے کے خرچ سے سکول میں کھانا ملتا ہے۔ خوابگاہیں بہت وسیع اور خوب ہوادار ہیں۔ ہر ایک بچے کو ایک آہنی چارپائی ملی ہوتی ہے جس کے بچھونے اور چادریں دودھ کی طرح سفید ہیں۔ اور شاذ ہی کوئی سکول انگلینڈ میں مُعائنہ کنندہ کو ثانیہ سکول جیسی پاکیزہ خوابگاہیں دِکھلا سکتا ہے۔ تعلیم کا کورس یہ ہے۔ تُرکی زباندانی۔ پڑھنا۔ انشاء۔ حساب۔ علم موسیقی رپیانو و گانا اور سادہ اور کشیدہ کا کام۔ میں نے طالبعلموں کی لیاقت آزمائی کے لئے امتحان لینے کی درخواست کی جسے مُعلمہ نے بڑی خوشی سے منظور کیا۔ آٹھ جوان لڑکیوں نے جن کی عمر نو سے چودہ برس تک تھی قالین پر گھٹنوں کے بل اپنی ایڑیوں پر بیٹھ کر تحریری نوٹس سے جو کہ اُن کے ہاتھوں میں تھے گانا شروع کیا۔ اور وقت اور سُر کی درستی کا خوب لحاظ رکھا۔ ذاتی طور پر میں تُرکی راگ کو کچھ بہت پسند نہیں کرتی۔ جو کہ مغربی سامع کو تقریباً یکسرہ معلوم ہوتا ہے۔ مگر اِن بچوں کو عُمدہ تعلیم دی گئی تھی۔ اور انہوں نے

نوٹس کے مطابق گانا سماعت کے ذریعے سے۔ پیانو ایک قسم کا باجہ ہے بھی اُنہوں نے قابل آفرین مشق کی۔ مگر نقاشی اور کشیدہ کے کاموں سے مجھے خاصکر بہت ہی خوشی حاصل ہوئی۔ اِن دونوں چیزوں میں ہنر اور خوبصورتی کا سلیقہ ایسی عمدگی سے دکھلایا گیا۔ جوکہ درحقیقت تعجب خیز تھا۔ متعجب تو میں ضرور ہو ہی گئی تھی مگر میرا تعجب حیرت سے بھی بڑھ گیا جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ ثانیہ سکول صرف ایک سال سے قائم ہوا ہے۔ اور اِن طالبعلموں میں سے ایک بھی جن کی مشقوں کا ابھی میں نے معائنہ کیا تھا۔ اِن فنون سے جن میں اُنہوں نے اِتنی بڑی ترقی کر لی ہوئی ہے۔ ذرا بھی واقفیت نہ رکھتی تھی۔ تعلیمی سٹاف چار مقامی معلمہ اور چار بیرونی معلموں پر مشتمل ہے۔ ماسٹر گانا بجانا نقشہ کشی اور لکھائی سکھلاتے ہیں۔ اور اُستانیاں دوسری چیزیں۔ شاگرد یا تو اعلیٰ ترین یا اعلیٰ تر جماعتوں میں سے ہیں اِن کا لباس صاف مگر سادہ ہے۔ اور سوتی یا اُونی کوٹ پہنے جاتے ہیں۔ مدرسے کا ماہواری خرچ ۲۰۰ روپئے ہے جس میں معلموں کے مشاہرے اور نوکروں کی تنخواہیں شامل ہیں۔ یہ رقم سلطان کی زیر سرپرستی جس نے اس سکول کو قائم کیا ہے گورنمنٹ ادا کرتی ہے ؛

اِس مُعائنے کے بعد میں امیر گیہان کے زنانہ سکول کی تقسیم انعامات کے وقت بھی موجود تھی اور اتنی بڑی ترقی پر جو تھوڑے ہی برسوں میں حاصل کی گئی سخت حیران رہ گئی۔ اہالی مجلس ترکی لیڈیاں تھیں جوکہ کارروائی میں بڑا ذوق لیتی رہیں کتابیں اور متفرق انعام ہیں تقسیم کئے گئے۔ اور صدر مُعلمہ فنت ہانوم کی اس وقت کی خوشی کو دیکھنا بڑی فرحت بخشتا تھا جبکہ اس کی شاگردیں اپنی محنتوں اور اُس کی کوششوں کے نتیجوں کے انعام لینے کے لئے جو اُس نے اُن کے ساتھ کی تھیں آگے بڑھتی تھیں ؛

مندرجہ بالا دلائل کی وجہ سے۔ یعنے تعلیم ایک قوم کی شائستگی کا پیشخیمہ ہی ہیں نے تعلیم نسوان کا خاص ذکر کیا ہے۔ جس جگہ لڑکیوں کی تعلیم کا اس قدر شوق ہے تو لڑکوں کی تعلیم سے اس جگہ کسی صورت میں غفلت نہیں ہو سکتی۔ اور روم اس قاعدے سے مستثنے نہیں۔ ہیں اس جگہ اُن سکولوں کی فہرست دیتی ہوں جو اس وقت قسطنطنیہ میں موجود ہیں اور جن سب کو سلطانِ حال نے قائم کیا ہے:۔

(۱) امپیریل سول کالج۔ (۲) مندرجہ بالا کا پریپیریٹری سکول۔ (۳) لاء سکول (قانونی مدرسہ)۔ (۴) مدرسہ تجارت۔ (۵) آرٹس کالج (سوئٹھ کینسنگٹن کے ٹکنیکل کالج کی طرح)۔ (۶) مدرسہ صنعت و حرفت (لڑکیوں کے لئے ٹکنیکل سکول)۔ (۷) صنعت و حرفت کا بورڈ سکول (یہ بھی لڑکیوں کے لئے ہے)۔

علاوہ اِن کے فائن آرٹس کے بہت سے سکول ہیں۔ ایک کالج علاج مویشی کا اور ایک سکول مختلف زبانوں کے حاصل کرنے کا ہے۔ کئی طبی[۲۳] سول جنگی مدرسے اور بہت سے اور سول سکول موجود ہیں جن کو بیچارے عبدالعزیز نے قائم کیا تھا۔ دارالخلافے میں قریب بیس کے ہائی سکول ہیں اور صوبوں میں ہائی سکولوں کی تعداد جن کو عبدالحمید نے قائم کیا ہے سَو سے زیادہ ہی اور اسی قدر پرائمری سکول اُس نے قائم کئے ہیں۔ اور ایسے سکول جن میں طالبعلم اعلیٰ کالجوں اور یونیورسٹیوں کے لئے تیار کئے جاتے ہیں سلطان نے مندرجہ ذیل مقاموں میں قائم کئے ہیں:۔ سمرنا میگنیشیا

[۲۳] شفاخانے بکثرت پہلے ہی سے موجود تھے۔ اب اور نئے بھی جاری ہو رہے ہیں اور سابقہ کی بھی ایزادی ہو رہی ہے۔ مطالعہ اخبارات روم سے اس طرح کی کل خبروں سے واقفیت ہو سکتی ہے۔ چنانچہ حال ہی میں جو ہسپتال شہر ہینکوئی میں صرف مسلمان خاتونوں کے لئے تھا اُس کی عمارت چوگنی بڑی کر دی گئی ہے اور اس کا فائدہ کل قوموں اور سب مذہبوں پر عام کر دیا گیا ہے۔

مناسطر۔ جنینا۔ بروصہ۔ کاراصہ۔ آدانہ۔ کاستامونی۔ ایڈریانوپل۔ طرابزون۔ لیمد۔ داناس۔ گرزنل چین۔ گیلی پولی۔ سالونیکا اور خرپوت ؂

مندرجہ ذیل مقاموں میں پریپیریٹری سکول ہیں جن میں طلبا تعلیم پاکر دار الخلافے کے نارمل سکولوں میں داخل ہوتے ہیں:۔ ایڈریانوپل۔ سالونیکا۔ کاسووا۔ البانیا۔ مناسطر۔ سمرنا۔ بروصہ۔ ویاربکر۔ خرپوت۔ سیواس۔ قونیہ۔ لوکاد۔ ارض روم۔ کاستامونی۔ موصل۔ حمص۔ نولی۔ دان۔ بٹس۔ انگورا اور کریٹ۔ اِن مقاموں میں اَور نئے سکول یا تو تعمیر ہو گئے ہیں یا زیرِ تعمیر ہیں:۔ ایدن۔ طرابلس۔ روڈس۔ کٹاہوا۔ ارض روم۔ انگورا۔ یوزگد۔ قیصریہ۔ کرچیکر۔ حلب۔ سیواس۔ سرفیجہ۔ بیگاہا۔ مکہ[۲۴] اور یروشلم ؂

قومی تعلیم پر سلطان کی کوششوں کو ٹھیک ٹھیک بیان کرنے یا اِس بڑے کام میں اُس کی اَن تھک مستعدی کو بعینہٖ بیان کرنے کے لئے کئی جلدیں چاہئیں شائد ہی کوئی دن گزرتا ہو گا جس میں اُس کی فیاضی اور خواہشِ ترقی تعلیم کا ثبوت نہ ملتا ہو۔[۲۵] حال ہی میں اُس نے کریٹ کے جزیرے میں پریپیریٹری (تمہیدی) مدرسوں کی امداد کے لئے ڈھائی لاکھ پیاسٹر خود بجود عطا فرما دئے۔ جس پر اُس کے مختلف

---

[۲۴] مکہ معظمہ اور کریٹ وغیرہ میں بھی ایسے مدارس کھولے گئے ہیں ؂

[۲۵] خود حضرت سلطان بنفسِ نفیس طلبا کے حال پر کس قدر شفقت فرماتے ہیں۔ ذیل کی کیفیت سے جو پیسہ اخبار کے نامہ نگار مقیم قسطنطنیہ نے لکھی ہے معلوم ہو سکتا ہے:۔

"حضرت سلطان المعظم خلد اللہ ملکہٗ و سلطنتہٗ بنظرِ رعیت پروری اور ملک و ملت کی ترقی کے ہمیشہ طرح طرح کی عنائتیں اور نوازشیں اپنی رعیت پر ارزانی فرماتے رہتے ہیں۔ چنانچہ طالبعلموں کو بھی اِن سیرگاہوں کی سیر سے مستفید کرنے کے لئے اِس موسم میں ہر ایک کالج کے طالبعلموں کو معہ معلمین اور پرنسپل وغیرہ متعلقین کالج کے اِس کاغذ خانہ نام سیرگاہ پر ضیافت دیتے ہیں۔ دیکھو بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ پر"

قصبوں سے رعایا کی کمال ممنونیت سے بھرے ہوئے ایڈریس پہنچے۔ یہ اور اسی قسم کے اور واقعات قسطنطنیہ کے تمام اخباروں میں ترکی خواہ بیرونی ہوں برابر چھپتے رہتے ہیں۔ مگر کوئی خاص نامہ نگار ان کو اخذ کر کے انگلستان میں اپنے مالکوں کے پاس بھیجنے کی تکلیف نہیں اُٹھاتا۔ اسی وجہ سے انگریزی قوم کا اب تک یہی خیال ہے کہ ترکی میں ہر ایک چیز ویسی ہی ہے جیسا کہ ڈیڑھ صدی گزشتہ میں تھی ٭

البتہ میں دعویٰ نہیں کرتی۔ کہ ترکی کے طریقۂ تعلیم کو اُس کے ہمسائیوں کی تعلیمی سسٹم کے ہم پایہ کرنے کے لئے اب اور کوشش کی ضرورت نہیں رہی مگر میں اس بات پر قائم ہوں کہ ان تھوڑے سے مندرجہ بالا بیانات سے آپ پر ظاہر و واضح ہو گیا ہوگا

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) :۔ آپ جانتے ہیں کہ شاہی ضیافت کس قدر پُرتکلف ہوگی۔ ان سب کے لئے دربار شاہی آگبوٹ تیار رہتا ہے جب سب مدعو سوار ہو جاتے ہیں تو شاہی باجے بجتے ہوئے اُن کو اُس سیرگاہ پر پہنچاتے ہیں۔ وہاں ہر طرح کے سامان خورد و نوش نہایت تکلف سے مہیا ہوتے ہیں ٭

گو ہر کالج کے طالب علم اور معلمین کی کُل تعداد چار پانچ سو آدمی سے کم نہیں ہوتی مگر پھر بھی سب کے لئے میز کرسی اور سب سامان خورد و نوش مہیا رہتا ہے۔ اور ان سب کی تصویر خاص شاہی فوٹوگرافر اتار لیتا ہے وہ تصویر حضرت سلطان المعظم کے پیش کی جاتی ہے۔ اس ضیافت میں سب حاضرین کو حضرت سلطان المعظم اپنے ایک ایڈیکانگ کی معرفت اپنا سلام تبلیغ کرتے ہیں۔ وہاں کھانے کے وقت بھی باجہ بجتا ہے۔ اور شام کا کھانا بھی وہیں تناول کر کے پھر اُسی دھوم دھام سے لوگ واپس آتے ہیں ٭

چونکہ یہاں بہت سے کالج ہیں اس لئے دوسرے تیسرے روز ضرور ایک ضیافت شاہی کا ضرور ہوتی رہتی ہے چنانچہ پرسوں دار الشفقہ نامی کالج کی ضیافت ہے۔ اس کالج میں صرف یتیم لڑکے تعلیم پاتے ہیں سادہ اور اک پوشاک سب سرکاری اور نہایت عمدہ ہے چنانچہ اس ضیافت میں ایک لڑکے نے حضرت سلطان المعظم کی ہمدردی اور محبت رعیت اور شفقت پدرانہ کی نسبت بہت عمدہ سپیچ کی۔ اور سب طالب علموں نے سپیچ تمام ہونے پر باواز بلند "بادشاہم زندہ باش" کہ کے پکارا ٭ (پیسہ اخبار ۲۶۔ جون ۱۹۰۳ء)

کہ سلطان کی مملکت نے پچھلے دس سال میں بہ نسبت کسی اور حصہ دنیا کے قومی تعلیم میں بہت ہی بڑی ترقی کی ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ کل ترقی باوجود اُن رکاوٹوں اور تکلیفوں کے جو کسی دوسری سلطنت کو عائد نہیں ہوئیں واقع ہوئی ہے۔ اور اِن رکاوٹوں اور تکلیفوں کا بہت بڑا حصہ صرف اِس بادشاہ کے نوکروں اور گماشتوں نے کھڑا کیا ہوا ہے جس کی آٹھ سالہ حکومت میں اُس کی مملکت کے اندر در حقیقت تعلیم بہت ہی پیچھے جا پڑی ہے ÷ نوٹ ۱۳ (سٹیپنیاک Stepniak ٹیخومیراف Tikhomiraff اور کراپوٹکن کی تحریریں روس کی تمدنی حالت پر دیکھو) ÷

سلطان کے اکثر عطیوں کا جو اُس نے روم کی تعلیمی قیامگاہوں کو عطا کئے ہیں اوپر ذکر آچکا ہے۔ یہ عطیے برعکس اور بادشاہوں کے وہ اپنی ذات پر تنگی اُٹھا کر دیتا ہے۔ عبد الحمید نے اپنی محدود سیول لسٹ میں سے[۲۶] صرف ایک دو دفعہ ہی بہت

نوٹ ۲۶ امیر المومنین کی کفایت شعاری اِسی سے معلوم ہو جائیگی کہ اُنھوں نے سول لسٹ کو جو سلطان عبد العزیز مرحوم کے وقت ۴۰ لاکھ پونڈ یا ۶ کروڑ روپے مقرر تھا نصف سے بھی زیادہ کم کر دیا ہے۔ اور اِس رقم میں سے ہی دیگر شہزادوں اور حرم سرا کا خرچ نکلتے ہیں اور کوئی دن خالی نہیں جاتا جس میں کوئی نہ کوئی چندہ کسی مسجد یا مدرسے یا اور خیراتی امور میں نہ دیا جاتا ہو۔ اُنھوں نے شاہانِ مشرق کے بیہودہ طمطراق اور محمد شاہی فضول خرچیوں کو پاس تک نہیں پھٹکنے دیا۔ مگر اپنے مذہب میں راسخ الاعتقاد اور عالم باعمل ہیں اور دینی مراسم کو جاہ و جلال شاہانہ سے ادا فرماتے ہیں۔ اور ہر جمعہ مسجد میں نماز ادا کرنے کو خود تشریف لیجاتے ہیں۔ ذیل میں دو ایک قابلِ غور مثالیں نقل کیجاتی ہیں:-

وہ کشتی رات دن اِس واسطے سفر کرتا تھا کہ قسطنطنیہ میں جمعے کو پہنچیں چنانچہ ہم وہاں جمعے کو صبح کے پہنچے گو تھکے ہوئے تھے لیکن کچھ کھانا کھا کر اور کپڑے بدل کر ہم سلطان کے محل کی طرف گئے اور اُن کے ایک ایڈیکانگ سے ملاقات کی کہ جنہوں نے نہایت مہربانی سے ہم

(دیکھو بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ پر)

بڑے بڑے عطیتے نہیں بخشے۔ ایک موقعہ پر اُس نے اپنے ظروف اور زیورات اور

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ):- ایک جگہ ہم کو آرام سے بٹھا دیا جہاں سے ہم سلطان کو جمعے کی نماز کے واسطے جاتے دیکھ سکیں۔ مسجد بھی ہمارے سامنے تھی۔ صبح سے بحری اور بری فوج اِدھر اُدھر سے آرہی تھی اور بارہ بجے تک کئی ہزار فوج معہ باجوں اور جھنڈوں کے سڑکوں پر محل سے لیکر مسجد تک آموجود ہوئی۔ میں نے انگلستان۔ فرانس۔ سوئیٹزرلینڈ۔ اٹلی آسٹریا اور جرمنی کی فوجیں دیکھی ہیں۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ قواعد میں۔ صورت میں اور بہادری میں مسلمانوں کی فوج بحری و بری سب سے عمدہ ہے۔ انگلستان کی فوج کا لباس زیادہ قیمتی ہے۔ لیکن ذرا غور کیجئے کہ انگلستان کی تمام دنیا بھر کی ریاست میں صرف کوئی ۲ لاکھ فوج ہے اور انگلستان کے پاس روم سے لاکھ درجے زیادہ روپیہ ہے روم میں بحری اور بری ملا کر ۱۰ لاکھ سے زیادہ فوج ہے اور ٹرکی امیر نہیں جب یہ سوچئے تو معلوم ہوتا ہے کہ فوج سلطانی کتنی عمدہ ہے کہ سوائے انگلستان کے اَور سب ملکوں سے اُس کا لباس بھی بہتر ہے۔ اتنی عمدہ مارچ (رفتار) میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ خیر جب سڑکوں پر پانی چھڑک دیا جا چکا اور فوج تمام کھڑی ہو گئی تو گاڑیاں نہایت عمدہ آئیں۔ اُن میں سلطان کی بی بی بیٹھی تھیں اور اُن کی خواصیں آئیں۔ اِن گاڑیوں کے ساتھ کچھ سوار آئے اور تمام فوج نے سلامی دی۔ مسجد کے پاس جا کر سب اُتر گئیں۔ اور اندر چلی گئیں۔ وہاں اُن کے واسطے ایک جگہ ہے جس کے آگے چلمن پڑی ہے اِس کے بعد سلطان کے بیٹے آئے اور بحری فوج کے آگے ایک بحری افسر کے لباس میں ننگی تلوار لے کر کھڑے ہوئے پھر سلطان کے دو چھوٹے لڑکے ایک کوئی ۶ برس کا اور دوسرا کوئی ۵ برس کا اُسی طرح چھوٹی چھوٹی تلوار لے کر کھڑے ہوئے۔ اِس کے بعد باجہ بجا اور بگل کی آواز ہوئی۔ محل کی طرف جو دیکھا تو دل خوش ہو گیا۔ فوج کے بڑے بڑے افسر (سب جنرل جو بڑی بڑی لڑائیاں لڑ چکے ہیں) دو لمبی قطاروں میں آئے یعنی اِس طرح ||| تیر کے سر کی طرف منہ کئے ہوئے۔ اور دونوں قطاروں کے بیچ میں سب سے جو بڑے جنرل تھے آئے۔ ہر ایک کے سینے پر پانچ پانچ چھ چھ تمغے سونے اور چاندی کے لگے ہوئے تھے۔ اُن کے پیچھے ایک نہایت ہی عمدہ چوکڑی میں سلطان آئے اور اُن کے سامنے غازی عثمان پاشا (دیکھو بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ پر)

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) :- بیٹھے تھے۔ عثمان پاشا کا سینہ تمغوں سے بھرا ہوا تھا اور گو کوٹ پر تمام سونا ہی سونا تھا تاہم تمغے قریب قریب اس سنہرے کام کو چھپا لیتے تھے۔ سلطان صرف سیاہ کپڑے پہنے تھے فقط ایک تارہ مجیدی اُن کے بائیں سینے پر تھا اور معمولی ترکی ٹوپی تھی۔ جب سلطان کی سواری گزری فوج نے سلامی دی اور پھر تین چار دفعہ زور سے نعرے دھتری چیرزم، ماری سلطان سب کو سلام کرتے جاتے تھے۔ مجھ پر تو عجیب اثر ہوا میں نے سلام کیا اور سب نے بھی سلام کیا یا ٹوپی اتاری یہ دن کبھی میرے دل سے نہ بھولیگا۔ سلطان کے مسجد میں جاتے ہی سب لوگ مسجد میں جانے لگے اور باہر تو تمام فوج کا نمونہ تھا۔ اندر مسجد کے اُور بھی زیادہ لُطف تھا۔ ۵ برس کے بعد مسجد میں میں نماز میں تھا اور خدا کا شکر ادا کیا۔ نماز کے بعد پھر میں وہیں آگیا جہاں پہلے بیٹھا تھا اور سلطان کو واپس آتے دیکھ کر اُس کے بعد اپنے مکان کو واپس آیا اور کھانا کھا کر آرام کیا چونکہ بہت تھک گیا تھا۔ دوسرے دن سینٹ سوفایا کی مسجد دیکھی نہائت عمدہ جگہ ہے اور سلطان وہاں عید کو جاتے ہیں"۔ (مسٹر محمد احمد کا سفر روم۔ از مہذب ۸۔ اگست ۱۸۹۲ء)

ساتھ ہی حضرت سلطان ہر ایک تقریب میں بکفائت لیکن باشان وشوکت خرچ کرتے ہیں جیسا کہ حال میں حضرت اعلیٰ کے تین بیٹوں کے ختنے کی تقریب سے ظاہر ہے جس کی کیفیت ایک لکھنؤ کے اخبار میں ۱۸۹۱ء میں اس طرح شائع ہوئی تھی :-

"ہمیں اگر اپنے ہاں کے رؤسا کی مجنونانہ حرکتیں اور بیعقلی کی نمائشیں دیکھنا ہوں تو ہم اس وقت ختنے کی دو ریسانہ اور شاہانہ تقریبوں کا مقابلہ کر کے بہت اچھی طرح دیکھ سکتے ہیں۔ ایک تقریب تو ہمارے اودھ کے نامور رئیس راجہ امیر حسن خاں بہادر تعلقدار محمود آباد کے صاحبزادے کے ختنے کی تھی۔ دوسری تقریب جو ابھی چند روز ہوئے قسطنطنیہ میں سلطان روم کے تین بیٹوں کے ختنے کی خوشی میں ہوئی۔ دونوں تقریبوں میں تیز و بیداری کی حیثیت سے اور تیز عقل کی حیثیت سے تضاد کی نسبت ہے۔ ہمارے بھولے راجہ صاحب نے تیرہ چودہ لاکھ کی سالانہ آمدنی پر تقریباً دس لاکھ روپیہ غارت کیا (بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ پر)

دوسرے موقعے پر اُس نے اپنے ذاتی نوکروں کی بہت بڑی تعداد کو تخفیف میں لاکر

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) :- اور قسطنطنیہ میں کروڑوں روپئے حاصل کرنے والی اور کروڑوں جانوں پر حکومت کرنے والی باعظمت و جبروت سلطنت کے شہزادوں کے ختنے کی تقریب میں صرف تین لاکھ روپیہ صرف ہوا۔ یہاں کا روپیہ عموماً رنڈیوں۔ ناچنے بجانے والوں۔ خوشامد کرنے والوں پا دریر از تکلف جوڑوں کی عام تقسیم میں صرف ہوا۔ تھوڑا بہت راجہ صاحب کے گھر کے پرجوں کو دیا گیا۔ اور کسی قدر قبلہ و کعبہ کی نذر ہوا۔ مگر کیا عزت رہی قبلہ و کعبہ کی کہ لڑکے کو بسم اللہ پڑھاتے وقت اُن کو گانوں سے ملے۔ اور اسی تقریب میں فضل حسین کو بھی جو لکھنؤ کے بھانڈوں کا ایک عمدہ طائفہ ہے ناچنے کے صلے میں گانوں دیا گیا۔ شاید اسی وجہ سے مولوی سید ناصر حسین صاحب نے جو ابھی کم عمر ہیں اور مرحوم میر حامد حسین صاحب کی یادگار ہیں گانوں اور جوڑا لینے سے قطعی انکار کر دیا۔ اب اس کے مقابل میں دیکھئے کہ قسطنطنیہ میں کیا کارروائی ہوئی۔ وہاں پندرہ سولہ روز تک مختلف گروہوں کی دعوتیں کی گئیں۔ پہلی دعوت جو خاص قصر یلدیز میں ہوئی تھی اُس میں تمام دولتوں کے سفیر اور کل اعلیٰ سرداران دولت عثمانیہ شریک تھے۔ اس کے بعد جو دعوتیں ہوئیں وہ ایک سرسبز مقام میں ہوئیں۔ جو "سویٹ واٹرز آف یورپ" کے نام سے مشہور ہے۔ یعنی "یورپ کا آب شیریں"۔ عثمانی یتیم خانہ اور اُس کے متعلق سکول جو "دار الشفقہ" کے نام سے نامزد ہے۔ وہاں کے تمام پروفیسروں۔ مدرسوں اور طلبہ کی دعوت ہوئی۔ گولڈن ہارن کمپنی کے دو سٹیمر اپنے سامان کے ساتھ موجود تھے۔ جو سب لوگوں کو "کیات خانہ" میں لے گئے جہاں دعوت کا سامان کیا گیا تھا۔ اور خاص شاہنشاہی باورچی خانے کا کھانا کھا کے وہ لوگ مسرور و محظوظ ہوئے۔ دوسرے روز بحری شعبے مدرسے کے پروفیسروں اور طلبہ کی دعوت ہوئی۔ اس کے بعد مدرسۂ صنعت و حرفت کے پروفیسروں اور طلبہ کی دعوت تھی۔ اور یوں ہی سلسلہ وار ہر طبقے اور ہر گروہ کے لوگوں کی دعوتیں ہوئیں۔ سلطان اعظم نے اس تقریب کی خوشی میں حکم دیا کہ دار السلطنت کی تمام مسجدوں کے اماموں اور واعظین میں سے ہر ایک کے پاس کچھ زر نقد اور نیز کوئی اور چیز ہدیۃً ہماری طرف سے بھیجی جاوے۔ اِس حکم کی تعمیل بذریعہ حسین فکری آفندی متولی محکمۂ اوقاف عمل میں آئی۔ (دیکھو بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ پر)

بچت کو مناسب خیراتی کاموں پر خرچ کیا۔ اور اس وقت یورپ کا کوئی بھی بادشاہ اس سے زیادہ شان و شوکت اور عیش و آرام سے اپنے ملک پر اس سے تھوڑا مالی بوجھ ڈالنے کی حالت میں بسر نہیں کرتا۔ اور یہ امر اور بھی قابلِ وقعت ہے۔ کہ سلطان کی آمدنی کے بہت بڑے حصے کو پولیٹیکل اکانومی کے پروفیسر انتظام اور نگرانی کی تنخواہ سمجھیں گے کیونکہ جس حال میں دوسرے بادشاہ صرف سلطنت کی زیبائش کا کام دیتے ہیں بلکہ کٹ پتلیاں ہیں جو بعض لائق اور زبردست وزیروں کے بجائے ناچتے ہیں عبدالحمید بذاتِ خود اپنی سلطنت کی ایک شدید اور محرک مصلح قوت ہے اور اس کے وزرا اس کے صرف ماتحت ہیں جو اس کے احکام اور ہدایات کی تعمیل کرتے ہیں۔

تعلیم کے مضمون کو بیان کرتے وقت میں اس کی ایک نئی شاخ کے اجرا کا بیان کرنا بھول گئی جو زراعتی سکولوں کے قیام میں ہوئی ہے اور جن کی ملک کو از حد ضرورت تھی۔ میں نے اس کو نہایت ضروری بتلایا ہے کیونکہ یورپ کی تمام زمینوں میں سے اس سے بڑھ کر کوئی زیادہ زرخیز نہیں۔ اور جو مستعملہ طریقۂ کاشت کے بہت بھدے اور بیہودہ ہونے کے باعث اب کم بارآور ہو رہی ہے پچیس سال گزرے بمقام سین سٹی فانو ایک آزمائشی فارم مقرر کرنے سے اس کام کی ابتدا کی گئی تھی۔ اور اس کے قیام کے وقت نازم سے تازہ اصلاح یافتہ کاشتکاری کے اوزار اور کلیں مہیا کی گئی تھیں۔ اور اس کا اہتمام ایک سپیشلسٹ بغوص سب وادیان کے سپرد کیا گیا۔ چند برسوں تک اس سے عمدہ عمدہ نتیجے حاصل ہوئے۔ مگر کسی نہ کسی طرح اس کا خیال چھوڑ دیا گیا اور وہ بالکل ترک کیا گیا جس سے روپیہ اور محنت دونوں ضائع ہو گئے۔ مگر

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ)۔ پندرہ روز تک جو مسلسل دعوتیں "آبِ شیریں یورپ" میں ہوئیں ان میں سے ہر ایک بارونق محفل کا فوٹو عبداللہ برادر کمپنی سلطانی فوٹوگرافر نے لیا۔ یہ سب فوٹو ایک خاص البم میں ترتیب کے ساتھ آراستہ کئے جائیں گے۔ جو بعد تکمیل ملاحظۂ سلطانی میں پیش ہوگا۔

موجودہ سلطنت میں آغوب پاشا سِول لِسٹ کے وزیر کو یہ خیال گزرا کہ اِس فارمؔ کو درست کر کے اس کو اِسی طرح کے یورپین انسٹیٹیوشنوں کی بنا پر قائم کیا جاوے سلطان نے فوراً بڑی خوشی سے اِس بات کو منظور کر لیا۔ اور اب از سرِ نو قائم شدہ فارم بڑے زور شور سے کام کر رہا ہے اور اس زراعتی سکول کی جڑ ہے۔ جس کی شاخیں بہت جلد سلطنت کے ہر ایک حصے میں پھیل جانے والی ہیں۔ اُن طلبا کو جو حصولِ تعلیم کے اختتام پر ڈپلومے حاصل کرینگے (یعنی باتعریف کامیاب ہونگے) سِول لِسٹ کے وزیر مختلف صوبوں میں سرکاری فارموں کے انتظام کے لئے بھیجا کریں گے اور اس طرح اندرونی مملکت کے تمام فارم بڑے بڑے لائق ڈائرکٹروں کے اہتمام میں ہو جاوینگے۔

دُشمن کی فوج کے سرحد سے ہٹ جانے پر سلطان کی توجہ خاصکر اِس امر کی طرف متوجہ ہوئی کہ اُس کی وسیع سلطنت کے مختلف حصوں کی آمد و رفت کے رستوں کو درست کیا جاوے۔ اجرائے ریلوے کے زمانے سے پہلے ٹرکی کی حالت اِس بارہ میں نہ ہی بہت بری اور نہ ہی بہت اچھی تھی۔ سڑکیں ہر ایک ملک میں بعض صورتوں کے سوا مسافر کو سہولیت دینے کے بجائے تکلیف دہ ہوتی تھیں۔ اور روم کی سڑکیں آسٹریا اور روس کی سڑکوں سے بہت مختلف نہ تھیں۔ مگر جب انگریزی سرمائے اور انگریزی محنت نے آبنائے ڈوور کو عبور کر کے تمام عیسائی یورپ پر پھیل کر ایسی لائنیں بنا دیں۔ جن پر آہنی گھوڑا اندھا دھند سرعت سے اپنے پیچھے اسباب تجارت کے بیشمار بوجھوں اور ہزاروں آدمیوں کو کھینچتا ہوا دوڑنے والا تھا۔ تو روم اپنے یورپین ہمعصروں سے

؁ ہر ایک صوبے میں زراعتی مدارس اور فارم قائم ہو گئے ہیں اور ایک زراعتی بنک بھی قسطنطنیہ میں قائم ہو گیا ہے۔ جس کی شاخیں ہر ایک صوبے اور جزیرے میں کھولی گئی ہیں۔ حال ہی میں اِس کی ایک شاخ جزیرۂ کریٹ میں زیرِ اہتمام قرابت سوادجیان آفندی کھولی گئی ہے اور ایک زراعتی فارم بھی ایک سندیافتہ ڈائرکٹر کے زیرِ اہتمام قائم کیا گیا ہے؎

تجارتی فوقیت کے معرکے میں سینکڑوں میل پیچھے رہ گیا۔ اور اسی سخت جکڑی ہوئی
حالت میں وہ رہا جب تک کہ موجودہ فرمانفرمانے عنانِ حکومت کو اپنے ہاتھ میں نہ
لیا۔ تعمیر ریلوے میں ایک معتدبہ ترقی کرنا نہایت ہی مشکل کام تھا۔ لڑائی سے
تباہ۔ قحط سے ویران۔ بد انتظامی اور منصوبے بازیوں سے تقریباً دیوالیہ۔ یہ ملک ایک
معمولی کنکروں کی سڑک بنانے کے لئے بھی فنڈ مہیا نہ کرسکتا تھا۔ بیرونی سرمایہ کے
بغیر اب اور کوئی چیز مزدوروں۔ نجاروں۔ لوہاروں کی فوجوں کو کام پر نہیں لگا سکتی
تھی۔ جن کے مضبوط بازوؤں کی حرکت کی بڑی ضرورت ہے۔ قبل اس کے کہ ایک
فیٹ لوہا بچھایا جائے یا ایک پہیہ گھڑا جائے۔ بیرونی سرمایہ جو ہمیشہ سے ڈرپوک
اور بزدل ہے۔ عبد العزیز کے وزراء کے انتظام کے وقت سودی اقرارناموں کی عدم
ادائگی سے بالکل ہی ڈر گیا تھا۔ تاہم باوجود نہایت ہی زبردست رکاوٹوں کے
اس صیغے میں بھی کچھ نہ کچھ ترقی کی گئی ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل رقموں سے ظاہر ہو
جائیگا۔ ۱۸۷۶ء میں کل سلطنت میں ۹۵۸ میل ریلوے تھی جس میں سے ۷۸۶
میل یورپین ٹرکی اور ۱۷۲ میل ایشیائے کوچک میں تھی۔ ۱۸۸۲ء میں ۱۰۷۰ میل
تک بڑھ گئیں اور ۱۸۸۶ء میں ۱۲۵۱ میل تک ترقی پذیر ہوئی جس میں سے ۲۴۷
ایشیا میں ہے جہاں کہ چار لائنیں ہیں۔ ایک سمرنا سے لے کر ایدن تک۔ ایک
سقوطری سے السمہ تک۔ ایک مینشیا سے طرسوس اور ادانا تک۔ اور ایک حنبیا سے
[۲۱] برودٹ تک ؞

---

۲۱ علاوہ اِن چار لائنوں کے اب ایک اور جافہ (بندرگاہ یروشلیم) سے لے کر رملہ ہوتی ہوئی یروشلیم
تک کھولی گئی ہے جس کا طول تقریباً بتیس میل ہے۔ اب کل تعداد ریلوے ۲۰۰۰ میل کے قریب ہے۔ اور
بغداد سے لے کر سمرنا تک تیار ہونے والی ہے۔ کیونکہ اس کمپنی نے جس کا ذکر اصل کتاب میں ہے سلطان
کی شرائط کو قبول کر کے کام شروع کر دیا ہے۔ بغداد سے لے کر کربلائے معلیٰ تک (دیکھو بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ پر)

سلطنت کے آخر الذکر حصے میں آئندہ کے لئے بہت بڑی وسیع ترقی ہونے کا منتظر رہنا چاہیئے۔ کیونکہ سلطان کا دلی منشاء ہے کہ اس کی آمدورفت کے رستے درست

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) :۔ دخانی ٹریموے پہلے ہی سے جاری ہے۔ اب بھی باقی پاشا اسمرنا کی حمیدیہ کمپنی کے ڈائرکٹر اور صوبہ ایڈن کے محکمہ رجسٹری اراضی کے سابق ڈائرکٹر علی آفندی نے باب عالی میں تجویز پیش کی ہے کہ سمرنا میں برقی قوت کی ٹریموے جاری کیجاوے جو ایڈن کے سٹیشن سے شروع ہو کر حمیدیہ تک ختم ہو۔ علاوہ ازیں ہینم زادہ حسن آفندی کو بیروت سے کر دمشق تک دخانی ٹریموے جاری کرنے کی اجازت مِل گئی ہے۔ ۱۸۷۶ء میں ۹۸۵ میل ریلوے جاری تھی بدیں تفصیل:۔ یورپین ٹرکی میں۔ (۱) قسطنطنیہ سے ایڈریانوپل تک ۲۱۰ میل۔ (۲) ایڈریانوپل سے سیرم بے تک ۱۵۲ میل۔ (۳) سالونیکا سے اسکپ تک ۱۵۰ میل۔ (۴) اسکپ سے میتروورا تک ۷۵ میل۔ (۵) قلولی سے دیفیا غلچ تک ۷۰ میل۔ (۶) ٹرنوا سے جامبولی تک ۶۵ میل۔ (۷) بنجالوک سے نوودی تک ۶۴ میل = ۷۰۶ میل یورپی روم۔ ایشیائی روم میں۔ (۱) سمرنا سے ایڈن تک ۱۴۵ میل۔ (۲) سقوطرا سے اسمد تک ۷۲ میل = ۲۱۷ میل ایشیائی روم میں۔ ۱۸۸۳ء میں ۱۰۷۰ میل ریلوی جاری تھی۔ ۱۸۸۶ء میں ۱۰۴۳ میل تک بڑھائی گئی اور وسط ۱۸۹۱ء تک ۱۳۰۰ میل ریلوے جاری ہو گئی اور ایک ہزار میل سے زیادہ زیر تعمیر ہے۔ یہ یاد رہے کہ صوبجاتِ ماتحت مصر و بلگیریا یا مشرقی رومیلیا وغیرہ کے سلسلہ ہائے ریلوی اس تعداد میں شامل نہیں۔ تار برقی ۱۸۸۲ء میں ۱۷۰۰۰ میل تھی جس کی تاروں کی لمبائی ۳۱۸۷۲ میل تھی۔ کُل پیغاموں کی تعداد اس سال ۱۳۴۴۷۰۲ تھی جن میں ۵۳۰۰۱۹ سرکاری۔ ۵۲۲۲۳۰ اندرونی اور ۲۹۱۴۵۲ بیرونی تھی۔ تار گھر یکم جنوری ۱۸۸۲ء کو ۷۱۰ تھے۔ اور ۱۸۸۱ء میں ان کی آمدنی ۲۴۵۳۲۱ پونڈ ہوئی۔ اور خرچ ۹۹۰۷۵ پونڈ ہوا۔ اس وقت تار برقی بیس ہزار میل سے متجاوز ہے اور تار گھر ۸۰۰ سے زیادہ ہیں۔ یکم جنوری ۱۸۸۲ء کو ۴۴۳ ڈاکخانے تھے۔ اس سے پہلے بیرونی خط و کتابت کی ترسیل وغیرہ ممالک غیر کے ڈاکخانوں کے سپرد تھی۔ مگر وہ ستمبر ۱۸۸۱ء میں ہٹا دی گئی۔ اور یہ کام بھی سلطانی ڈاکخانوں کے سپرد کیا گیا۔ اس وقت ڈاکخانوں کی تعداد چھ سو کے قریب ہے۔

کئی جائیں اور اس کی فراخ اور بیشمار آمدنی کے منبعے ظاہر کئے جائیں۔ سرمائے والوں کے واسطے دُنیا کے اِس حصّے کی طرف اِس وقت میں جبکہ سود کی شرح دن بدن بڑی جلدی سے گھٹتی جاتی ہے۔ بڑی بھاری بھاری رقمیں یورپ کے تبادلوں میں بھیک مانگ رہی ہیں۔ اور لوگ صرف ساڑھے تین یا چار فی صدی مُنافع حاصل ہونے پر بھڑک رہے ہیں توجہ کرنا بڑا فائدہ مند ہوگا ؎

ہاں البتہ یوریپین ٹرکی میں علاوہ مالی مُشکلات کے اَور بھی بہت سے امور تعمیر ریلوے کے مزاحم ہیں۔ یہ مزاحمتیں مالی بھی ہیں اور پولیٹیکل بھی۔ انگریز جو کہ میں میل تک طوفان خیز سمندر کی آڑ میں محفوظ ہیں۔ اِس بات کو جلد بھول جاتے ہیں کہ برِ اعظم پر قبل اِس کے کہ کوئی لائن بچھائی جائے۔ سرمائے داروں اور ریلوے انجنیروں کی تجویزوں کے ساتھ ہی بادشاہوں اور مُدبّروں کی تجاویز کو بھی سوچنا پڑتا ہے۔ اور اُن شخصوں کا جو بادشاہتوں کی حفاظت کے ذمّہ وار ہیں۔ یہ خیال کر لینا بھی فرض ہی کہ اَور کون کون سی چیزیں علاوہ (فوجوں اور سامانِ جنگ کی صورت میں) اسبابِ تجارت کے سیاحوں اور عام مسافروں کے مجوزہ لائن لیجانے کے قابل ہوگی۔ مُہذب دنیا کے کسی اَور حصّے میں یہ سوال اِتنا قابلِ غور نہیں جتنا یوریپین ٹرکی میں۔ اِس جگہ گو ایک لائن بحیثیت تجارتی فائدے کے ترکوں کو شائد بہت ہی فائدہ مند ہو۔ لیکن شائد ساتھ ہی روسیوں کو حملہ آور ہونے میں بڑی عمدہ مدد دے۔ اور یہ آخر البیان وجہ پہلے امر کو بالکل بے وقعت کر دیگی۔ مگر ایشیائے کوچک میں اِس قسم کی پیشبندیوں یا سوالوں کی کچھ ضرورت نہیں۔ وہاں زرخیز اور بارآور صوبوں میں راستوں کے کھولنے کی کوئی بھی بات مزاحم نہیں۔ مگر امریکن اور یوریپین سرمائے داروں کی ہیچ وسلگی اور ناواقفیت۔ کیا یہ اَمر مسلّمہ نہیں ہے کہ نندار اپنی ہمدردی کو اپنی جیب تک ہی محدود رکھتا ہے۔ اور یہ معلوم کرکے کہ اب تک کوئی ایسی کمپنی

قائم نہیں ہوئی جو ایشیائے کوچک کے مغربی ساحل کے کسی ایک مقام سے لے کر رقبرس کے ہی مقابل سے سہی خلیج فارس تک ریل جاری کرنے کے لئے آمادہ ہوئی ہو۔ ہر ایک شخص بڑا متعجب ہوتا ہے۔ اس قسم کی لائن سے انگلینڈ کو بحیثیت ملکی بہت بڑے پولیٹیکل فائدے حاصل ہو سکتے ہیں۔ اور حصہ داروں کو مالی منافع اس میں کچھ شک نہیں کہ سلطان سے چند پولیٹیکل رعائتیں مانگی جائینگی۔ مگر اپنے ملک میں ہر قسم کے کام کو رائج کرنے میں اس کی بیحد خواہش کا باعث اسکی جانب سے چند مناسب رعائتوں کے عطا کئے جانے میں کسی طرح کا شک نہیں ہو سکتا۔ اگر ہماری ایسی گورنمنٹ ہوتی جس کی آنکھیں ٹرلفالگر سے پرے تک دیکھ سکتی ہوں یا فریق مخالف ہی ایسا ہوتا جو آئرلینڈ کے سوا کسی اور چیز کو مد نظر نہ رکھتا۔ تو نہ ہی روم کو اور نہ ہی انگلینڈ کو ایک ایسی کمپنی کا انتظار کرنا پڑتا۔ جو کم سے کم قابل امکان منافعے کی قوی ضمانت پر کام شروع کر دیتی۔ کچھ عرصہ ہوا ہے مینے پالمال گزٹ میں جو لنڈن میں زار کا نیم سرکاری پرچہ ہے۔ دیکھا۔ کہ وہ سلطان کا اس بات پر مضحکہ اڑاتا ہے۔ کہ اس نے ایک بڑے امریکن قارون کے ساتھ ملاقات کی درخواست کی جس کی کشتی قسطنطنیہ کی خلیج میں لنگر انداز ہوئی تھی۔ اگر یہ بات عام طور پر ظاہر نہ ہوتی۔ کہ اس اخبار کے آسیب زدہ غیر مستقل اڈیٹر کا کمزور دماغ ایک پسندیدہ روسی ڈپلومیٹسٹ کی خوشامدوں اور دلآویزیوں سے بالکل چکر میں آیا ہوا ہے۔ تو یہ مشکل سے قابل اعتبار معلوم ہوتا۔ کہ اپنی رعایا کو فائدہ پہنچانے کے لئے کسی بادشاہ کی کوششوں کو لنڈن کا کوئی اڈیٹر اس کے برخلاف تہمت لگانے میں استعمال کرتا۔ اگر عیسائی یا یہودی سرمایہ کبھی ایشیائے کوچک میں داخل بھی ہو تو موجودہ سانحوں سے یہ امر ثابت ہو گیا ہے۔ کہ عبد الحمید کو اس بات کا ضرور خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ تمام فائدے اور محاصل حصے داروں اور مجوزوں کے آہنی صندوقوں

میں نہ داخل ہو جائیں۔ مگر سلطان نے تلخ تجربے سے معلوم کر لیا ہے کہ شکاری روپئے والے اس کے مُلک کو ایک بڑا عمدہ شکار خیال کرتے ہیں۔ اور اس کی رعایا یہ جانتی رہے کہ کبھی کوئی ایسی رعائتیں نہ عطا کی جائینگی۔ تاوقتیکہ اُن سے خاص خاص فوائد اور محاصل کا معتدبہ حصہ عثمانی سلطنت کو نہ ملجائے۔ وہ سوانح جن کا میں نے ذکر کیا ہے۔ اس ریلوے سے متعلق ہیں جو میسرس۔ آئرلینگر۔ آرلٹ اور سیفیلٹر صاحبان کے روپئے سے بننے کو تھی۔ سلطان نے بہت بڑی رعائتیں دینے کے عوض میں ان شرائط پر زور دیا تھا۔ (اول) ٹھیکہ دار اسیمد اور انکورلے سے ایک ہی وقت کام شروع کر کے لائن کو مقامِ آخر الذکر سے لے کر بغداد تک لیجائیں (دوم) گورنمنٹ کا اختیار ہوگا کہ تاریخ عطائے ٹھیکہ سے نہ کہ اجرائے ریلوے کی تاریخ سے تیس سال بعد لائن کو خرید سکے (سوم) یہ خریداری تاریخِ خرید کے ماقبل پانچ سالوں کی کُل آمدنی کی اوسط کے پچاس فی صدی کے برابر سالانہ رقم کی ادائگی سے کیجاوے گی ؛

یہ شرائط باوجود ایسی نرم ہونے کے کہ شاذ ہی کوئی اَور سلطنت اجارے کے عطا کرنے کے عوض میں پیش کرتی ۔ مسٹر آئرلینگر نے منظور نہ کیں اور اس وقت تک یہ امر معرضِ التوا میں ہے۔ میں شرطِ نمبر ۲ کو خاص کر کے جتلاتی ہوں جس سے سلطان کے اس پولیٹیکل فہم و فراست کی نظیر مل سکتی ہے جس کا میں نے پہلے بھی ذکر کیا ہے۔ اگر ایسی ہی شرائط انگلش گورنمنٹ بڑی بڑی ریلوے لائنوں کے اجارے کے عطا کرتے وقت کر لیتی تو آج ہماری انگریزی قوم سر ایڈورڈ ویٹکن جیسے اشخاص کے ظلموں کی برداشت کرنے سے بچی رہتی۔ فرنچ گورنمنٹ اپنے وقت میں زیادہ دانا رہی اور تھوڑے ہی سال گزرنے کے بعد فرنچ قوم اپنے ریلوے سلسلے کی آپ مالک ہو جائیگی۔ ریلیں زمانہ موجودہ کی شاہراہیں ہیں اور یہ ایک بڑا ظلم ہے

کہ خاص خاص پرائیویٹ اشخاص آمد و رفت کے دوامی اجاروں کے قابض ہیں
سرمایہ دار کا بڑے سے بڑا یہ حق ہے۔ کہ وہ اپنے دانستہ سرمائے کو بعد ایک مناسب
منافع کے ان خطروں کے عوض جو انہیں برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ واپس
لینے کا دعویٰ کرے۔ سلطان نے بیرونی قرض دہندوں کے فائدہ کے لئے
اپنی رعایا کی کمائی اور محنت کو ہمیشہ کے لئے مکفول کرنے میں انکار کرنے سے ثابت
کر دیا ہے۔ کہ وہ موجودہ سوشل ازم کے خیالات سے پورا ماہر ہے۔ جو دن بدن تمام بڑوں کے
افعال اور اقوام کی خواہشوں میں شامل ہو رہی ہے۔ مگر صرف ریلوے ہی آمد و
رفت کے وہ ذریعے نہیں (اگرچہ یہ سب ضروری ہیں) جس پر عثمانی گورنمنٹ نے توجہ کی ہو
بلکہ مصنفہ کو اچھی طرح یاد ہے کہ ایشیائے کوچک اور بعض جزیروں کی عام سڑکیں
سال کے خاص خاص موسموں پر بالکل ناقابل گزر رہتی تھیں۔ اب وہ یورپ کی
سڑکوں کی طرح بہت عمدہ ہو گئی ہیں اور انسان و حیوان آسائش سے سفر کر سکتے ہیں
ان میں سے اکثر سنگ مرمر سے پاٹی گئی ہیں۔ اور سخت سے سخت برساتی موسم میں
بھی بڑے آرام سے ان پر سفر ہو سکتا ہے۔ خود ہماری ہائی لینڈ کی شمالی شاہراہوں کے
متعلق ایک پرانا بیت زبان زد عام ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ " اگر تم نے یہ سڑکیں
بننے سے پہلے دیکھی ہوتیں۔ تو تم اپنی ٹوپی اتار دیتے اور جنرل ویڈ کا دلی شکریہ
ادا کرتے " ؛

اگر یہ بیت ترکی میں ترجمہ ہو جائے اور متوفی جنرل کی جگہ موجودہ سلطان کا
نام درج کیا جائے تو یہ اس ملک کے باشندوں اور سیاحوں کے خیالات کو جس جگہ
یہ نئی اور عمدہ سڑکیں تیار ہوئی ہیں بڑی عمدگی سے ظاہر کرے ؛
ملک[1] کا وہ صیغہ جس میں خرچ کی تخفیف بالکل ناممکن ہے سلطنت کا صیغہ

---

[1] شنشائے سے فوجی ملازمت ہر ایک مرد (بجز مستثنیات) پر (دیکھو بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ پر)

قلعہ کلید بحر (بجانب یورپ موہانہ ڈارڈانلز)

جنگ ہے۔ ملک کی ایسی حالت میں جبکہ ایک سخت اور بیرحم موروثی دشمن ہروقت

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) جو ۲۰ سال کی عمر کا ہو جاوے لازمی گردانی گئی ہے۔ اس سے پہلے اختیاری تھی۔ اور اشخاص مستثنیہ میں سے بھی جو کوئی چاہے پچاس پونڈ عوضانہ ادا کرکے فوجی ملازمت میں داخل کئے جانے سے آزادی حاصل کر سکتا تھا۔ اب کوئی ایسی شرط نہیں رکھی گئی جس سے سلطنت کی بڑی طاقت میں کمال قوت پیدا ہو گئی ہے پچھلے جنگ روم و روس کے وقت ترکی افواج کی تعداد کاغذوں میں ۷ لاکھ تھی۔ مگر میدان جنگ میں لڑائی کے آغاز کے وقت صرف ۲۲۴۰۰۰ فوج شامل تھی۔ بدیں تفصیل۔ بلقان کے شمال میں ۱۲۴۰۰۰ بایں حساب۔ بمقام ویڈن ۵۵ ہزار۔ رسچک میں دس ہزار۔ سلسٹریا میں ۱۵ ہزار۔ دوبرڈشا میں ۱۷ ہزار۔ شوملا میں ۱۸ ہزار۔ اور وارنا میں ۱۳ ہزار۔ اور بلقان کے جنوب میں ۴۸ ہزار فوج تھی جو صوفیا اور اس کے گرد و نواح میں جمع تھی۔ اور ایشیائی روم میں ۷۶ ہزار فوج بایں حساب موجود تھی۔ باطوم میں ۲۲ ہزار۔ قارص میں ۲۲ ہزار۔ اردہان میں ۱۲ ہزار اور ارض روم میں ۲۰ ہزار۔ علاوہ ازیں ۲۰ ہزار سرکیشین سوار اور بہت سی فوجیں ہرزیگونیا۔ البانیا اور قسطنطنیہ وغیرہ میں مقیم تھیں۔ پس ترکی واقع یورپ میں کل تعداد فوج ۴۱۴ پلٹن فوج پیدل اور ۷۰ سکواڈرن فوج سوار اور ۴۵۰ توپیں تھیں یعنے ۲ لاکھ ۹۰ ہزار فوج پیدل۔ ۱۲ ہزار فوج سواران۔ ۲۰ ہزار سرکیشین اور ۱۲ ہزار البانیا والے تھے۔ اور ایشیائی ٹرکی میں زیر کمان غازی احمد مختار پاشا ۱۰۴ پلٹن پیدل۔ ۴۲ رسالے اور ۹۰ توپیں تھیں یعنے ۷۴ ہزار فوج پیدل اور ۳۶۰۰ فوج سواران تھی۔ باقی ایشیائی فوج روسی سرحد سے علاوہ دیگر سرحدوں کے لئے ضروری تھی۔ مندرجہ بالا حساب سے معلوم ہو جاویگا کہ کل فوج جو روم میدان جنگ میں لا سکا ۳۶۲۰۰۰ فوج پیدل۔ ۱۵۶۰۰ فوج سوار۔ اور ۳۲۰۰۰ فوج بے قاعدہ۔ اور ۶۰۰ توپیں تھیں۔ اور اسی قلیل فوج سے اس نے سرویا کو سنہ ۱۸۷۶ء میں دوبار مغلوب کیا۔ مانٹی نگرو کو زیر کیا۔ بوسینیا۔ ہرزیگونیا اور بلگیریا کی بغاوتوں کو فرو کیا۔ اور آخرکار روسیوں کے ساتھ جو میدان جنگ میں ۸ لاکھ اپنی اور ایک لاکھ رومینیا کی کل ۹ لاکھ فوج لائے آٹھ ماہ تک جنگ غالبانہ کیا۔ اور اگر جرمنی اس آڑے وقت زار روس کو پولینڈ کی حفاظت کا ذمہ اٹھانے سے مدد نہ کرتی تو عاقبت معلوم ہو جاتی۔ اور بعض ترکی جرنیلوں کی نمکحرامی بالائے طاق رہی۔ جو اگر نمکحرامی۔ (دیکھو بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ پر)

سر پر موجود ہے۔ اور پھر کسی ایک مددگار کی اعانت کی امید نہو۔ تو وہ بادشاہ جو حملے کو روکنے کی

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ ۲) ۔ جو اگر بکھوامی نہ کرتے تو ممکن نہ تھا کہ روس کسی طرح کامیاب ہوسکتا۔ تو اب اس وقت جبکہ سلطان المعظم ۱۸ لاکھ سے زیادہ فوج میدان جنگ میں لاسکتے ہیں اور کُل مسلمان عموماً اور تُرک خصوصاً پچھلے جنگ کے داغ ندامت کو محو کرنے پر اُبلے بیٹھے ہیں تو روس شوم یا اور کسی دشمن روسیاہ کا کیا مقدور ہے کہ اُدھر دھیان بھی کرے۔ چنانچہ ۱۸۹۷ء میں جب یونان نے ذرا سر اُٹھایا تو امیر المومنین نے ایک ماہ کے اندر ۳۔ لاکھ ۲۰ ہزار فوج پیدل اور ۴۰ ہزار سوار سرحد یونان پر جمع کردی۔ جس سے تمام یورپ میں تہلکہ پڑ گیا۔ اور ہرکہ ومہ کے لب پر یہ جاری ہوگیا کہ مرد بیمار بالکل صحت یاب ہی نہیں بلکہ بڑا توانا اور مضبوط ہوگیا ہے۔ اسی سال ہندوستان میں بھی بمقام دہلی ہماری گورنمنٹ عالیہ نے بھی کیمپ آف اکسرسائز قائم کیا تھا۔ ناظرین کو بخوبی یاد ہوگا۔ کہ کل کتنی فوج جمع ہوئی اور کتنا عرصہ پہلے تک ردّ و کد اور تردّد ہوتا رہا۔ اور پھر یہ ابھی جنگِ مصنوعی تھا۔ اور ہماری گورنمنٹ کے تموّل کا مقابلہ بھی سلطان کی دولتمندی سے ساتھ ہی کرلینا۔ اور جو سفر و حضر میں آسائشِ باربرداری اور نقلِ مکان میں آسائش اور سہولتیں اس جگہ ہیں روم میں وہ ایسی نصیب نہیں۔ ہر سال ایک خاص تعداد افسروں کی پرشیا میں تکمیلِ تعلیم کے لئے روانہ کیجاتی ہے۔ چنانچہ اسی سال میں چودہ نوجوان تُرکی افسر جرمنی بھیجے گئے ہیں جو وہاں کی مختلف فوجوں میں دوسرے درجے کے لفٹنٹ مقرر ہوئے سرحدوں پر اور مناسب اور کار آمد مقاموں میں بڑے بڑے مضبوط قلعے تعمیر کرائے گئے ہیں۔ حال ہی میں صرف ولایت جنینا میں چودہ چھوٹے چھوٹے جدید قلعے تعمیر کئے گئے ہیں۔ دردانیل تک کے راستے پر چار ساحل ہمیرہ پر۔ چار ساحل وولونیا پر۔ دو ساحل فلاتیس پر۔ ایک سرادا میں اور ایک کرانیا میں۔ اور یہاں کی فوجوں کو جدید ریپٹینگ بندوقیں بھی تقسیم کی گئی ہیں۔ نقل و حرکتِ افواج میں سہولیت پیدا کرنے کے لئے تجاویز سوچی جاتی ہیں۔ چنانچہ دولت عثمانیہ کے جدید قانون حرکتِ افواج کی بنا پر ممالکِ محروسہ کے ہر شہر میں ایک کمیشن ۱۹۰۱ء میں بٹھایا جانے والا تھا۔ کہ جس کی ابتدا سب سے پہلے دمشق میں شاہزادہ احمد پاشا کی صدارت سے ہوئی تھی۔ مدارس حربیہ ہر ایک صوبے کے صدر میں قائم کئے گئے ہیں۔ نیکالڈی کے مدرسۂ حربیہ میں سے ۱۹۰۱ء میں ۷۰ طلبا نے امتحان پاس کیا۔ جن میں سے چھ کو جنرل سٹاف کے لئے

آور تعلیم حاصل کرنے کا حکم ہوا چار جاپانی سیکھنے کے لئے عبدالحلیم نوری آفندی کے سپرد کئے گئے اور باقی کو فوج میں عہدے دئے گئے۔ سلطان المعظم کی افواج قاہرہ ریپٹینگ میگزین بندوقوں سے حال ہی میں مسلح کی گئی ہے ۲

۲ کرپ توپیں توپخانوں میں داخل کی گئی ہیں۔ چنانچہ اسی سال ۲۰۴ کرپ توپیں محکمہ بحری میں تیار ہوئی ہیں ؛

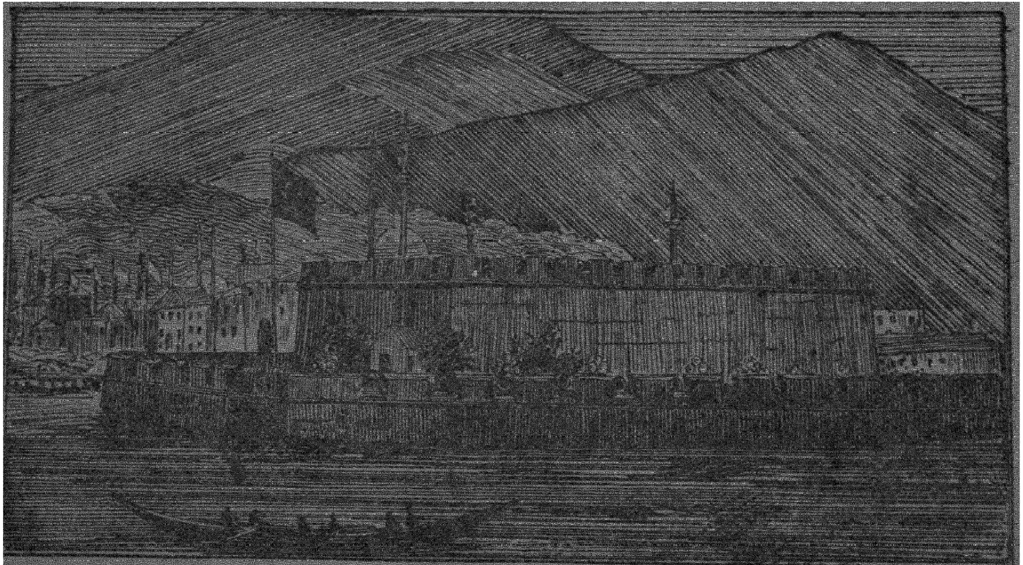

قلعہ چناق کالیسی - (جانب ایشیا موہانہ ڈارڈانلز)

طاقت کو گھٹا دے اپنے ملک کا بہت ہی بڑا دشمن اور غدار ہوگا۔ مگر یہاں بھی سلطان کا مُصلح ہاتھ کسی قدر خرچ گھٹانے سے اس طرح کہ طاقت بھی کم نہ ہو نہیں رُکا۔ دوسرے مُلکوں کی طرح جبراً فوجی خدمت کے اصول کو برتنے سے عثمانیہ گورنمنٹ اس روپئے کا بہت بڑا حصہ جو والنٹیر فوجوں کے دینے میں صرف ہوتا تھا۔ بجائے افسروں کی درستیِ تعلیم اور برّی اور بحری فوجوں کی درستگی میں خرچ کرتی ہے۔ ترکی افسروں کی ایک خاص تعداد وہ فنونِ جنگ سیکھنے کے لئے۔ جن کو اس فن کے بڑے بڑے پروفیسر عمل میں لاتے ہیں ہر سال پرشیا کو بھیجی جاتی ہے۔ سٹاف افسروں کے مختلف گروہ ہر سال کُل سلطنت میں جنگی دَورہ کرنے کے لئے بکثرت بھیجے جاتے ہیں۔ کہ وہ مُلک کی قدرتی کیفیت سے واقف ہوں اور جنگی حیثیت سے بڑے بڑے باوقعت مقاموں کو بغور دیکھیں۔ کُل دنیا کے محکمہائے خبر رسانی اُن تمام جنگی اصلاحوں اور ایجادوں کی کیفیتیں جن کے استعمال سے ان کے جنگی سلسلے کو زیادہ تقویت پہنچے قسطنطنیہ کو بھیجتے رہتے ہیں اور جہاں کہیں ایسی اصلاحیں نامناسب معلوم ہوں۔ فوراً برتی جاتی ہیں۔ موجودہ جنگ و جدل کی نہایت ضروری چیزوں میں سے ریلوے لائن ہے جو اب جاری ہو رہی ہے۔ اور وہ شخص جو فنونِ جنگ سے پورے ماہر ہیں بتلاتے ہیں کہ اگر اب کوئی دوسری شمال کی روحانی مقدس صورت خونریزی اور آتش افروزی کی دیگر ویسی مہم کی چڑھائی کرے گی تو اس کی آؤ بھگت اس تواضع سے ہوگی جیسی ضیافت ہوئی جبکہ اس کے حدود بیجا غصب کر لینے پر اس وقت کی گئی تھی۔

ترکی جنگی بیڑہ جہازات ہر وقت سلطنت کا ایک مضبوط بازو رہا ہے۔ اور یہ صرف

سلطان المعظم کے محکمہ بحری میں ۱۵ بڑے اور ۲ چھوٹے آہنی جہاز ۱۱ [illegible] اور دوسرے جہاز اور ۵۰ تارپیڈو کشتیاں ہیں۔ اور اب ہر وقت ان میں ترقی ہو رہی ہے جو کہ [illegible] روم سے معلوم ہو سکتی ہے۔ بحری افسروں کے لئے جزیرہ ہلکی میں خاص مدرسہ ہے (دیکھو [illegible] شدہ پیرا

موقع نہ ملنے کا باعث تھا۔ کہ پچھلی لڑائی میں وہ قوم کی نمایاں خدمت نہ کر سکا۔ اور مجھے معتبر ذریعوں سے خبر ملی ہے کہ یہ ایسا کبھی مضبوط اور جنگ کے لئے ہر وقت تیار نہ تھا

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ)۔ اور قسطنطنیہ اور اسمیر میں تعلیم متعلقہ توپخانہ کے لئے انگریزی طرز پر ایک ایک تین ڈک والا جہاز مقرر کیا ہوا ہے۔ مسٹر ای۔ جے۔ ریڈ صاحب ملکہ معظمہ کے محکمہ بحری کے سابق چیف کنسٹرکٹر لکھتے ہیں۔ کہ اگرچہ بابِ عالی نے اپنے آہنی جہازات کے بیڑے کو بالکل مستولی طرز پر بنانے میں بڑی غلطی کی ہے۔ تو بھی جنگی کارروائیوں کے لئے یہ بڑی ہی زبردست اور پائدار طاقت ہے ؛

پندرہ بڑے آہنی جہازوں کے نام

نمبر شمار	نام جہاز	سطح آب پر آہنی چادر کی دبازت	توپ		طاقت اسپی	وزن ٹن میں	درجہ
			تعداد	وزن			
١	مسعودیہ	١٢- انچ	١٢ ٩	١٨ ٹن ½٦ ٹن	٥٥٠٠	٩١٤٠	اوّل
٢	نصرتیہ	١٢- انچ	١٢ ٩	١٨ ٹن ½٦ ٹن	٥٥٠٠	٩١٤٠	اوّل
٣	منصوریہ	١٢- انچ	١٢ ٩	١٨ ٹن ½٦ ٹن	٥٥٠٠	٩١٤٠	اوّل
٤	عزیزیہ	١٠- انچ	١ ١٥	١٢ ٹن ½٦ ٹن	٤٨٠٠	٦٤٠٠	دوم
٥	اُرخانیہ	١٠- انچ	١ ١٥	١٢ ٹن ½٦ ٹن	٤٨٠٠	٦٤٠٠	دوم
٦	محمودیہ	١٠- انچ	١ ١٥	١٢ ٹن ½٦ ٹن	٤٨٠٠	٦٤٠٠	دوم
٧	عثمانیہ	١٠- انچ	١ ١٥	١٢ ٹن ½٦ ٹن	٣ ٠٠	٤٢٠٠	دوم
٨	آثار توفیق	٩- انچ	٨	١٢ ٹن	٣٠٠٠	٤٢٠٠	دوم
٩	فتح بلند	٩- انچ	٤	١٢ ٹن	١٨٠٠	٢٧٦٠	سوم
١٠	مقدمہ خیر	٩- انچ	٤	١٢ ٹن	١٨٠٠	٢٧٦٠	سوم
١١	اجلالیہ	٧- انچ	٤	١٢ ٹن	١٦٥٠	٢٤٠٠	سوم
١٢	آثار شوکت	٧- انچ	١ ٥	١٢ ٹن ½٦ ٹن	١٦٥٠	٢٤٠٠	سوم
١٣	نجم شوکت	½٥- انچ	١ ٥	١٢ ٹن ½٦ ٹن	١٥٠٠	٢٢٢٨	سوم
١٤	عون الٰہ	½٥- انچ	٤	١٢ ٹن	١٢٠٠	١٤٠٠	سوم
١٥	معین ظفر	½٥- انچ	٤	١٢ ٹن	١٢٠٠	١٤٠٠	سوم

(دیکھو بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ پر)

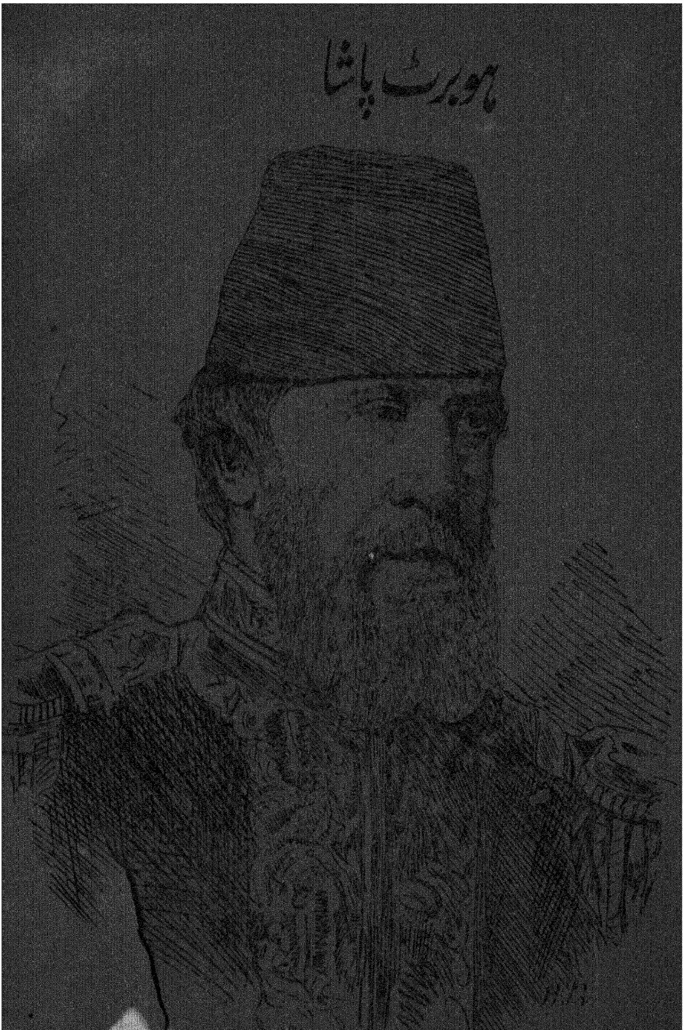

ہوبرٹ پاشا

جیسا کہ اِس وقت ہے۔ اور بائیس اوّل درجہ کی تارپیڈو کشتیوں کی حال ہی کی لڑائی سے اُس کے کمانڈر اِس قابل ہو گئے ہیں کہ ہر ایک بحری لڑائی میں بے خوف و خطر

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) : جنگی بیڑہ جہازات میں ۲۸۴۶۴ ملاح اور ۲۶۰۰ بحری سپاہ ہے۔ ترکی تجارتی بیڑہ جہازات کا جون ۱۸۸۰ء میں کل وزن ۱۸۱۵۰۰ ٹن تھا جن میں سے دور دراز تک سفر کرنے والے ۲۲- بادبانی جہاز وزنی ۵۴۳۰۰ ٹن۔ اور ۱۱ سٹیمر وزنی ۲۳۵۰۰ ٹن تھے۔ اب اِس وقت کل تجارتی بیڑے کا وزن ۳۰۰۰۰۰ ٹن سے متجاوز ہے۔ اور تعداد جہازات جو دور دراز کا سفر کرنے والے ہیں ۴۰۰ کے قریب ہے۔ یہاں ایک آرٹیکل ترکوں کی موجودہ حالت پر ایک اُردو اخبار سے نقل کیا جاتا ہے جو اپنی حالت آپ ظاہر کر دیگا :-

"ترکوں نے اپنے تمام انتظاموں کے ساتھ اپنی فوجوں کو بہت ترقی دلادی ہے۔ انگریزی اخبارات جو اکثر بلکہ ہمیشہ اُن کی عیب جوئی ہی میں رہا کرتے ہیں۔ اب وہ بھی اعتراف کرتے جاتے ہیں کہ ترکی فوجیں اب بہت قوی ہیں۔ پاؤنیر بحوالہ ڈیلی کرانیکل لکھتا ہے۔ کہ گو کیسا ہی خراب انتظام ٹرکی کا ہو مگر سلطان بہرکیف اپنی فوج کو خوب آراستہ رکھتے ہیں۔ تھوڑی ہی مدت کے بعد چھ لاکھ ریپٹنگ رائفل ہندوقیں فوج کے ہاتھ میں یا میگزین یا سلحخانے میں ہونگی۔ توپخانے میں چند توپیں کرپ کے کارخانے کی ہیں جن سے بہتر یورپ میں نہیں ہیں۔ پچاس رسالے ایشیائی ٹرکی میں بھرتی ہوئے۔ اب فوج میں شریک کئے گئے سلطان کے جہازوں کا بھی حال میں عمدہ حال ہے یہ سب انتظامات موجودہ سلطان المعظم کی بیدار مغزی اور سرگرمی سے عمل میں آتے ہیں۔ اِن سے پیشتر انتظام مملکت دراصل خراب تھا۔ ترکی اخبارات اور وہاں کی خبروں کے ذریعے سے معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ سلطان نے بہت اچھی طرح سمجھ لیا کہ یورپ کی عام رفتار اب کیا ہے۔ سابق میں ترکوں کے یورپ سے نکالنے کے لئے کروسیڈ کے نام سے بڑی بڑی معرکہ آرائیاں ہو چکی ہیں۔ بڑے بڑے اتفاق ہوئے۔ بڑی بڑی فوجیں روانہ ہوئیں۔ لیکن ترکی فوج نے ہمیشہ سارے یورپ کا مُنہ پھیر دیا۔ اور کبھی ترکوں کے مقابلے میں کسی قوم کو کامیابی نہیں ہو سکی۔ یورپ نے اِن علانیہ کوششوں میں تھک کر زمانہ حال کی حکمت عملیوں کے مطابق (دیکھو بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ پر)

داخل ہو سکیں - اور عثمانی بحری طاقت کے پر لے نے جلال و شوکت کو پھر تازہ کر سکیں

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) - ایک ایسا کروسیڈ شروع کیا جس کی بنا صرف باہمی اتفاق - اور ترکوں کی اندرونی حدود میں پھوٹ ڈلنے پر تھی - ترکوں میں جو اب ضعف بتایا جاتا ہے اس کی وجہ یہی ہے - اور ہم کو خواہ مخواہ تسلیم کر لینا پڑیگا - کہ روس وغیرہ کو اس قسم کی حکمت عملیوں میں ایک حد تک کامیابی ہوئی - گزشتہ صوبوں کی حالت دیکھنے والا بمشکل سمجھ سکتا ہے کہ ترک اِن دنوں کیوں اس قدر منعیف ہیں - یہ جو کہا جاتا ہے کہ ترکوں میں عشرت پسندی اور دولت کے کھیل پیدا ہو گئے - گو ہم اس کو مان لیں - مگر اس حد تک ہرگز نہ مانیں گے کہ ان کا تنزل انہیں باتوں سے ہے صرف وجہ یہ ہے - کہ یورپ جن دنوں ایک طرف مذہبی کروسیڈ کے نام سے مسلمانوں کا مقابلہ کر رہا تھا - اسی وقت وہاں ایک دوسرا کروسیڈ بھی شروع ہو گیا تھا جس کی غرض خود دین مسیحی سے مقابلہ کرنا تھی - اس کروسیڈ پر بہت سے فلسفیوں - بہت سے مذہبی بہادروں اور نیز مذہبی ریفارمروں کی قربانیاں چڑھیں - آخر کر سچنٹی کو زک ملی - اگرچہ مسلمانوں کے مقابلے والے کروسیڈ میں یورپ ناکام رہا لیکن اِس دوسرے کروسیڈ میں اُسے کامیابی ہوئی - دینِ مسیحی صرف نام کے لئے رہ گیا - چرچ کی حکومت تباہ ہو گئی - پوپ کی وقعت میں بٹہ لگ گیا - اور وہی لوگ جو اپنے آپ کو دینِ عیسوی کا پابند بتاتے ہیں خود ہی مذہب کا فیصلہ کرنے والے بن گئے - یورپ اسی بنا پر آج کسی مذہبی حکم کا پابند نہیں - اور اپنی ضرورت نہ ہو تو کے لئے ہر کام کو جائز کر لیتا ہے اور پورے عقلی اصول کی پابندی کر سکتا ہے - لیکن مسلمانوں نے (خدانخواستہ) کبھی ایسا جہاد نہیں کیا جس کے حملوں کا اثر خود اپنے دین پر پڑتا ہے - ترک کسی حال اور کسی طرح مذہبی احکام کی مخالفت نہیں کر سکتے - اور یہی فرق ہے جو آج ترکوں کو بمقابلہ یورپ ضعیف ثابت کر رہا ہے - بیان کیا جاتا ہے کہ فی الحال ترکوں نے بہت ترقی کی - اور روز بروز ترقی کر رہے ہیں - اس بیان کے لئے ہم صرف ڈیلی کرانیکل ہی کی شہادت کو کافی نہ سمجھیں گے بلکہ ایک آدھ یورپین کے خیالات کی طرف توجہ کریں گے - جس کو دولتِ عثمانیہ کے حالات پر غور کرنے کا زیادہ موقع ملا ہے - وہ یہ وشیبری (؟) ہیں جنہوں نے اپنے گزشتہ لکچروں کے علاوہ (دیکھو بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ پر)

مسٹر ہنری ایلیٹ سابق سفیر متعینہ قسطنطنیہ نے بھی اپنے آرٹیکل میں جس کا

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) :- ایشیائی مذہب پر فی الحال ایک جدید لکچر دیا ہے - اس لکچر کو ٹائمز آف انڈیا نے شائع کیا ہے - اور ہم اودھ اخبار سے نقل کرتے ہیں :-

"پروفیسر ویمبری نے دربار لس سٹریٹ مینچسٹر میں ۲۰ مئی کو انبوہ کثیر کے سامنے "مغربی تہذیب کا اثر مشرق میں" پر ایک لکچر دیا - پروفیسر نے بیان کیا کہ ترک دیگر ایشیائی اقوام میں سے نہایت سربرآوردہ اور ترقی یافتہ ہیں - بظاہر وہ بالکل یورپین معلوم ہوتے ہیں اور عادات اور قواعد بھی یورپین کی مانند ہیں - مگر افسوس یہ تبدیلی نسوان کے گروہ میں نہیں ہوئی - عرب اپنی قدیم عادات اور رسموں پر قائم ہیں جو صدہا برس سے چلے آتے ہیں - یعنی اُن کو یورپین قاعدوں اور عادات سے کلی نفرت ہے - تیس برس ہوئے جب میں ترکی مکان میں رہتا تھا تو مجھے حیرت ہوتی تھی کہ عورتوں میں کیسی ضد تھی لیکن اب سلطان حال کے ظل عاطفت میں انہوں نے تہذیب کے میدان میں قدم بڑھایا ہے - سلطان نے ترکی میں سکول نسوان مقرر کیا ہے اور یورپین تہذیب کی ترقی کے لئے کچھ تدابیر کی ہیں - میں فخریہ کہتا ہوں کہ میں سلطان کا ذاتی دوست ہوں اور خیالات اور یورپین بود و باش سے کامل واقف ہوں - وہ ترکی سلطنت میں زمانۂ حال کی تہذیب قائم کرنا چاہتے ہیں - سکول - کالج - یونیورسٹی حال کے ترکی زمانے میں بہت کچھ بڑھ گئے ہیں - اعلیٰ فرقے کے لوگوں میں کوئی شخص نہیں ہے جو فرانسیسی زبان خوب بول نہ سکتا ہو - اور انگریزی - فارسی بلکہ جرمنی بھی لکھ پڑھ نہ سکتا ہو - اور اس زمانے کے علوم کو سب درجے کے لوگوں میں بہت ترقی ہے - ترکی انشا پردازی میں مغربی خیالات پیدا ہونے کے سبب عمدگی پیدا ہوتی جاتی ہے - تھوڑا ہی زمانہ ہوا کہ میں نے شیکسپیئر کے خاص خاص ناٹکوں کا ترجمہ ترکی زبان میں بہت ہی عمدہ دیکھا تھا - بہت سی انگریزی معرکہ آرا کتابوں کا بھی ترجمہ ہو چکا ہے - سلطان جدید سکولوں کے لئے صرف خاص سے روپیہ دیتے ہیں - یہ نوعمروں کو یورپ بھیجتے ہیں - الغرض یہ اپنے لوگوں میں روشنی پھیلانے کے لئے زیادہ کوشش کرتے ہیں - اس ترکی فرمانروا کی نسبت میں خوشی سے دیکھتا ہوں کہ لارڈ (دیکھو بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ پر)

ذکر ہیں نے اوپر بھی کیا ہے۔ اُن واقعات کا بیان کیا ہے۔ جن کو میں نے بھی لکھا ہے۔ کہ وہ عبدالحمید کی تخت نشینی کے باعث ہوئے۔ مگر اس موقعے پر سر ہنری الیٹ کی تواریخی صداقت اور اُس کی پولیٹیکل فراست چُوک جاتی ہے اور اُس کے مضمون کا کُل لُب لُباب صرف مدحت پاشا کی تنزلی اور اُس کی مجوزہ کانسٹیٹیوشن کی ناکامیابی پر نوحہ کرتا ہے۔ وہ سُلطان پر بڑے زور سے اِتہام لگاتا ہے۔ کہ اُس نے وُہی پُرانی اور قدیمی پالیسی اختیار کرلی۔ کیُونکہ سر ہنری

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ):۔ سالسبری نے اپنی سپیچ گلاسگو میں اِس کی نہائت درجے تعریف کی ہے۔ یہ قابلِ حیرت ایشیائی شخص ہے۔ اِس سے بہتر کوئی مجھے نہیں مِلا۔ یہ مُلکی اِنتظام اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے اِسی وجہ سے محنت میں مصروف رہتا ہے۔ علی الصباح بیدار ہوئے اور معاملات سلطنت شروع کردئیے بعض مرتبہ تین بجے سہ پہر تک مصروف رہتا ہے۔ کم خوراک ہے اور شراب نہیں پیتا اور واقعی اپنی طبیعت سے محنت لینے پر قادر ہے۔ شائد تُم سوال کروگے کہ ایسے اعلیٰ رئیس کی حکومت میں ٹرکی کو ترقی کیوں نہیں ہوتی ہے تو میرا جواب یہ ہے کہ مثل شخص واحد کے قومیں یکایک ترقی نہیں کرسکتی ہیں۔ جس طرح کوئی خوفند مار کر ذاتی ترقی نہیں کرسکتا۔ اِسی طرح تربیت بھی ترقی نہیں کرسکتی۔ تُرک مثل اَور ایشیائی اقوام کے آج اُس درجے پر ہیں جس درجے پر ہم بارھویں تیرھویں صدی میں تھے جس طرح سے ہم تیرھویں صدی سے اُچک کر حال کی تہذیب میں نہ آسکتے تھے اُسی طرح تُرک بھی نہیں آسکتے۔ تہذیب مشرق کے لئے زمانہ اور تحمل درکار ہے۔ یورپ میں اِس سے رعائت نہیں ہوتی۔ ہمیشہ بڑبڑاتے ہیں کہ ٹرکی انتظام بُرا ہے۔ مُلک برباد ہو رہا ہے۔ صنعت اور حرفت اور علوم سے بے پروائی کی جاتی ہے۔ وہ یہ فراموش کرتے ہیں کہ ہم نے یہ باتیں بڑی محنت ومشقت سے حاصل کی ہیں۔ ہم نے تعصبات اور مذہبی دیوانگی اور پولیٹیکل ظُلم کو موقوف کیا۔ اگر ٹرکوں کو وقت مناسب مِلے جس سے رفتہ رفتہ عمدگی کی ترقی ہو۔ اِس میں شک نہیں کہ سلطنت سنبھل جاویگی اور بہت بڑے مشرقی مسئلے کی مُشکل آسان ہوجاویگی "

اپنی رائے ظاہر کرتا ہے کہ اگر کانسٹیٹیوشن کو کارروائی کرنے کی مہلت ملتی تو روم میں اصلاحوں کی ترقی بہت ہی جلد اور بہت ہی اطمینان دہ ہوتی ؛

اب میں نہ ہی مدحت اور نہ ہی اس کے تعریف کرنیوالونکی نسبت سخت الفاظ کہنا چاہتی ہوں۔ اول الذکر بیشک ایک لائق اور مستعد مدبر تھا۔ ورآخر الذکر ایسی ہی اچھی اور ایسی ہی بڑی تھی۔ جیسی کہ یکلخت گھڑی ہوئی کانسٹیٹیوشنیں ہوتی ہیں

مدحت کی کانسٹیٹیوشن کی بڑی بڑی تجویزیں جو کہ کانفرنس متعینہ قسطنطنیہ کی پہلی نشست پر مشتہر کی گئی تھیں۔ یہ تھیں۔ کہ چیمبرز مقرر کئے جائیں۔ ایک سینٹ ردیوان امراء اور دوسرا چیمبر آف ڈپیوٹیز رمجلس وکلاء۔ سینٹ کے ممبروں کو جو ملک کے بڑے بڑے رئیسوں سے منتخب کئے جائینگے۔ سلطان نامزد کریگا۔ چیمبر کے قرعہ اندازی سے ممبر منتخب کئے جائیں گے۔ اور یہ دونوں کل کاروبار سلطنت دوسری یورپین کانسٹیٹیوشنوں کی طرح کرینگے ؛

اسلام سرکاری مذہب مقرر کیا گیا۔ مگر دوسرے مذاہب کو بھی اپنے اپنے طریقۂ عبادت کی عام اجازت دی گئی۔ آزادئ مطابع اور آزادئ تعلیم عطا کی گئی۔ ابتدائی تعلیم لازمی گردانی گئی۔ تمام اشخاص اختلاف مذہب کے لحاظ کے بغیر کل ملکی عہدوں کو حاصل کرسکتے ہیں۔ جائدادیں محفوظ کی گئیں۔ خانگی مکانات بالکل مصئون کئے گئے تھے۔ اور تمام ملکی عہدے دار بغیر کافی اور جائز وجوہات کے موقوف نہو سکیں۔ تاریخ نے عرصۂ قدیم سے کانسٹیٹیوشن بنانے والوں کی تجاویز کی ناقابلیت کو ثابت کر دیا ہے۔ اور علم سوشل ازم نے ہمیں پڑھا دیا ہوا ہے کہ سلطنت ایک ایسی ترکیب ہے۔ جو کہ اُدھڑتی بھی ہے اور بنتی بھی ہے۔ نہ کہ وہ ایک عمارت ہے کہ کسی معمار یا انجنیر کی مرضی یا لیاقت سے بنائی جاسکے یا تبدیل کی جاسکے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مدحت پاشا کی نیک نیت تجاویز کو کارروائی کرنے کی

مہلت نہ ملی۔ لیکن اس کا بہت بڑا باعث سرہنری ایلیٹ کی اپنی ہی گورنمنٹ تھی۔ مگر علم سوشل ازم کے جاننے والے کو بھی یہ اچھی طرح معلوم ہو جائیگا کہ اس کی لازمی ناکامیابی کی بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ قوم جس پر یہ جبراً داخل کی گئی تھی پولیٹیکل ترقی کی اس سطح پر ابھی تک نہیں پہنچی تھی۔ جس پر ہی صرف ہر ایک قسم کی کانسٹیٹیوشن چل سکتی ہے۔ ہمارے انگریز بھائی جن میں صدیوں سے سیلف گورنمنٹ جاری ہے بادشاہوں اور رعایا میں کئی دفعہ لڑائی ہو چکی ہے۔ سرکاری عہدوں کو بری نظر سے دیکھتے رہے ہیں۔ اور جو مختلف مجلسیں۔ کونٹی کونسلیں۔ انتظام کلیسیا۔ ترغیب اندازیوں کے صندوق اور ناجائز عملوں کے انسداد کے ایکٹ اور کیا کیا کچھ نہیں رکھتے۔ یہ بہت جلد خیال کر لیتے ہیں کہ کانسٹیٹیوشنل حکومتیں کوہ سینا پر ہی گئی تھیں۔ اور وہ تمام بادشاہ بدذات ہیں۔ جو انہیں عطا نہیں کرتے۔ اور وہ کل قومیں بیوقوف ہیں۔ جو اس کی درخواست نہیں کرتیں۔ ہمارے درجۂ وسطی کا ہموطن (ایک آدمی جو سفید ٹوپی پہن کر چوپہیہ گاڑی میں سوار ہوتا ہے) یہ بھول گیا ہے۔ کہ حکومت کے مختلف طریقے صرف مقصد حاصل کرنے کے ذریعے ہیں۔ اور یہ کہ وہ وسائل جو ایک قوم یا رعایا کے ہاں اس منفعت تک بہت جلد پہنچا دیتے ہیں۔ دوسری قوم کے ہاں بالکل ہی الٹا نتیجہ پیدا کر دیتے ہیں۔ ایک امر جو لنڈن یا نیویارک میں بدچلنی کو روکتا ہے قسطنطنیہ اور بغداد میں اُسے اور بڑھاویگا؛

اس لئے مجھ پر جو ایک انگریز عورت ہوں اور جسے آزادی کی کچھ تھوڑی سی محبت نہیں اور نہ ہی مطلق العنانی کی کچھ ایسی پسند کرنے والی ہوں۔ یہ امر بخوبی واضح ہے کہ وہ شخص جو عبدالحمید پر الزام لگائے کہ اس نے اپنے ملک کی اُٹھتی ہوئی آزادی کو بالکل لتاڑ دیا اور وہی قدیم تاریک پالیسی اختیار کر لی ہے۔ یا تو بہت ہی بڑی بے ایمانی کا مجرم ہے یا پولیٹیکل قابلیت اور علم حقوقِ انسانی سے بالکل بے بہرہ ہے

چونکہ سلطان المعظم ان دونوں امروں میں ان پولیٹیکل عالمانہ خود فروشوں کی نسبت بہت ہی زیادہ فوقیت رکھتا ہے۔ اس لئے اُس نے صورتوں سے واقعات کو اور نقلوں سے اصلیتوں کو معلوم کرلیا اور یورپ کی اہبک نیتی سے بتائی ہوئی اصلاحوں کو نظر انداز کر کے اپنی ہی ذات میں طرز حکومت کو اُس نے جاری رکھا جو کہ صرف یہی اُس رعایا کے مذاق اور احتیاجوں کے مناسب تھا جس کی بہتری اور آسائش کے لئے خداوند کریم نے اُس کو ذمہ وار بنایا ہے ؛

زمانۂ گزشتہ میں ایک بڑے مشہور مشرقی مدبر نے جسے عموماً خیال کیا جاتا تھا کہ اس دُنیا کی دانائی کا بڑا حصہ اُسے حاصل تھا۔ یہ بیان کیا تھا۔ کہ مشاوروں کی کثرت میں ہمیشہ ابتری ہے۔ پس ایسی ابتری اور اُس کے خوفناک نتائج سے عبد الحمید نے اپنی رعایا کو بچایا ہے۔ اور مَیں بڑے اطمینان سے ہر ایک شخص کے پاس اپیل کرتی ہوں جو روم میں رہا ہے اور جو اُس کے باشندوں کے خیالات اور خواہشوں کو جان سکتا ہے۔ کہ وہ بتائیں کہ کیا اُن کے خیال میں اگر روم کی قسمت ایک واہیات نئی پارلیمنٹ کے سپرد کر دیجاتی۔ تو کیا یہ ممکن تھا کہ اُن سالوں میں اُن اصلاحوں کی اتنی بڑی لمبی فہرست لکھ سکتی۔ جو کہ اُن فیاض اور فائدہ رساں کاموں کی بہت بڑی تعداد کا ایک تھوڑا ہی سا حصہ ہے۔ جس کو سلطنت عثمانیہ کے موجودہ صدر نے شروع کیا ہے۔ اور جو یا تو مکمل ہو گئے ہیں یا قریب تکمیل ہیں ؛

مَیں اس سے انکار نہیں کرتی بلکہ سچے دل سے یقین رکھتی ہوں کہ وہ دن آئیگا جب روم (سیلف گورننگ) خود حکومت کرنے والی سلطنت ہوگی۔ مگر یہ دن مدحت پاشا کی تجاویز کی نقلی سیلف گورنمنٹ سے بجائے بہت جلد آنے کے اور زیادہ پیچھے پڑ جاتا ہے۔ اور اُسی طریقے سے جو سلطان اور اُس کے وزراء نے

اختیار کیا ہوا ہے۔ وہ وقت جلد آسکتا ہے۔ عبد الحمید کے چال چلن کو چشم دید دیکھنے والے نے اُس کی سلطنت کے پہلے مہینے کے اخیر میں لکھا:۔

"ملکی وقت کے ہر ایک معاملے میں سلطان عبد الحمید کی ذاتی رایوں نے ایک بہت بڑا فیصل اقتدار حاصل کیا ہے۔ اور وہ اقتدار و وقعت دن بدن بڑھ رہا ہے۔ مگر یہ اُس کے متقدمین کے رعب سے بالکل ہی مختلف قسم کا ہے۔ یہ وہ متلون مزاج مداخلت نہیں جو عارضی ترنگوں یا خفیہ مشورے یا پوشیدہ دباؤ کا نتیجہ ہو۔ بلکہ یہ سلطان کی طرف سے تمام امورِ سلطنت پر ہر ایک قسم کی آگاہی۔ قدرت اور اُس بنیاد پر اپنی رائے قائم کرنے کی باقاعدہ کوشش ہے۔ وہ کدورت جو شروع شروع میں اُس کے دل میں اُن وزیروں سے پیدا ہو گئی تھی۔ جو اُس کے ماقبل حکومت کے اخیر میں بہت کچھ چالاک ہو رہے تھے پوری واقفیت ہونے کے باعث بالکل دور ہو گئی ہے۔ اور وہ تعلقات جو اُس کے اور اُن کے درمیان قائم ہو گئے ہیں عجب ہی قسم کے ہیں۔ صدیوں کے قواعدِ ادب و آداب کے مطابق سلاطین اپنے وزیروں کے ساتھ باقی کل دنیا کی طرح بہت کم خلا ملا رکھتے تھے۔ مگر موجودہ سلطان نے اِن تنہا رہنے کی بندشوں کو توڑ دیا ہے۔ وہ اُن کو اپنے حضور میں بیٹھنے کی اجازت دیتا ہے اور کونسل میں معاملات پر بحث کرتا ہے۔ اُس نے حال ہی میں تجارت و حرفت کو ترقی دینے۔ زراعتی مدارس کھولنے اور آزمائشی فارم قائم کرنے کی بڑی خواہش ظاہر کی ہے۔ اُسکی یہ خواہش پوری ہو گئی؛ اُس نے اپنی ذاتی خدمات کے لئے اُن افسروں کو منتخب کیا ہے جنہوں نے یورپین تعلیم پائی ہے اور جو نہ صرف اِن زبانوں ہی کو بول سکتے ہیں۔ بلکہ یورپ کے مہذب ملکوں کے بڑے بڑے خیالوں سے بھی واقف ہیں"۔

اگر سوائے مندرجہ بالا دلائل کے کسی اور ثبوت کی بھی ضرورت ہے کہ ایسے

ایک شخص کی براہ راست حکومت روم جیسی رعایا کے لئے منتخب مجلسوں کی حکومتوں کی نسبت بہت اچھی ہے۔ تو مجھے یہ ثبوت بلگیریا کی حالت سے مل سکتا ہے جس کے سبب سے عہدنامۂ برلن کے مطابق اس میں خودمختاری جاری ہو رہی ہے اس سال سے لے کر آج تک یہ بدقسمت صوبہ سازشوں اور بدامنی کا آتشکدہ بن رہا ہے۔ ہر ایک عہدہ خالی ہونے پر بھکلنے والے ایجنٹ کو دست برد کرنے کا ایک نیا موقع دیتا ہے۔ اور وہ (یعنی ایجنٹ) ہر ایک نئے منتخب کنندے میں رشوت کے لئے ایک ممکن مضمون دیکھتا ہے۔ پچھلی لڑائی میں روسی سپاہیوں میں یہ عام گفتگو تھی۔ کہ ان دہقانوں کی حالت جن کو زار کے سپاہی آزاد کرنے کے لئے آئے ہیں ہمارے باپوں اور بھائیوں کی حالت سے جن کو ہم (روسی سپاہی) پیچھے چھوڑ آئے ہیں بدرجہا اچھی ہے۔ اور یہ خوشحالی بلگیریا کے کسانوں میں اب نہیں پائی جاتی (اور کل شہادتیں ثابت کر رہی ہیں۔ کہ یہ روز بروز غائب ہو رہی ہے) تو ان کو اپنے آزاد کنندوں اور خود اپنی مجلس (مجلس وکلاء) کا اس تبدیل کے لئے شکریہ ادا کرنا چاہئے ؛

تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے۔ کہ تمام انگریزی اخباروں میں ایک فقرہ شائع ہوا تھا جس میں بادشاہ اٹلی کی ایک سرگزشت بیان کی گئی تھی۔ جس پر انگریزی جمہوریہ خیالات والوں نے بادشاہ موصوف پر بڑی تحسین و آفرین کی۔ اس میں یہ بیان تھا کہ جب بادشاہ ہمبرٹ نے چند پبلک باغوں کا معائنہ کرتے وقت خیال کیا۔ کہ اس کی وفادار رعایا میں سے یہاں کوئی بھی موجود نہیں ہے۔ تو کہا معلوم ہوتا ہے کہ میرے لوگ اس جگہ کی خوبیوں اور آسائشوں کا بہت ہی کم حظ اٹھاتے ہیں جب اس سے یہ کہا گیا کہ اس کے معائنے کے دوران تک وہ باغ سے نکالے گئے ہیں تو اس نے ان کو فوراً دوبارہ داخل کئے جانے کا حکم دیا۔ اور

طرفۃ العین میں باغ ایک شکرگزار اور وفادار انبوہ سے بھر گیا۔ مگر عبد الحمید کی زندگی کے ایک ایسے ہی واقعے نے کوئی ایسی شکورانہ شہرت نہ پائی۔ یلدز کوشک کے باغ میں جوکہ اس کی پیاری جائے رہائش ہے ایک دن کھانا کھاتے وقت اس نے دروازے کے باہر ایک بڑے انبوہ کو مجتمع دیکھا۔ جو کہ ان باغوں کو ایک نظر دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس نے فوراً دروازے کے کھولے جانے کا اور ان تمام لوگوں کو جو اس جگہ اکٹھے ہوئے تھے دخل دئے جانے کا حکم دیا۔ اور اس وقت سے پبلک ان باغوں میں جو تب تک بالکل ممنوع الاجازت تھے برابر دخل پاتی ہے۔ بعض خاص مغربی بادشاہ جو خیال کرتے ہیں کہ بُرقع پوش پیغمبر کی وضع ان کے دابِ سلطنت کے شایان ہے ایسا ہی عمل کرنے سے اس ہر دلعزیزی کو جو بوماً فیوماً گم ہو رہی ہے۔ شاید کسی قدر سنبھال سکیں۔ یہ صفحے اُن خانگی رازوں کے بیان کرنے کے لئے نہیں ہیں۔ جن کی حفاظت ایک شہنشاہ اور ایک جنگلی کو یکساں مدِنظر ہے۔ مگر میں صرف وہی امر بیان کرتی ہوں کہ جس کو قسطنطنیہ کا ہر ایک باشندہ جانتا ہے۔ یعنے سلطان کی پرائیوٹ زندگی بجائے ایک مشرقی شہزادے کی حالت کے عام مروجہ خیالوں کے مشابہ ہونے کے بالکل ایک انگریزی جنٹلمین سے ملتی جلتی ہے۔ منجملہ اور مالی اصلاحوں کے اُس نے حرم کے خرچ کو بہت ہی کم کر دیا ہے ؎

نہایت ہی خطرناک ذمہ واری جو مطلق العنان بادشاہوں کی قسمت میں ہے۔ اُن کے اُن فیصلوں کے قائم کرنے میں ہے جن پر اُن کی بدقسمت خطاوار رعایا کی جانیں منحصر ہوتی ہیں۔ زندگی اور موت کے اختیارات کو استعمال کرنے کے ہر ایک موقعے پر ہمیشہ مدعائے رحم کو مدِنظر رکھ کر اُس نے سنگدل انصاف کے دعووں کے برخلاف فیصلہ کیا ہے اور اپنی تخت نشینی کے وقت سے لے کر آج تک

يلدز سراى همايون

اُس نے ایک بھی حکمِ موت پر دستخط نہیں کیا۔

سُلطان کی پالیسی کو پُورا کامیاب کرنے اور اُس کے ایامِ حکومت کو اُس کی وسیع سلطنت کی کروڑوں رعایا کے لئے ایک خالص بابرکت بنانے کے لئے اب صرف ایک ہی چیز کی بڑی ضرورت ہے یعنی یورپین دخل دہی اور مخاصمانہ سازشوں سے ایک امن وامان کا زمانہ۔ اگر انگلستان اور اُس کے مددگاروں نے اپنی رعایا کے بہت بڑے حصّوں میں سے تباہی اور پریشانیوں کو خارج کردیا ہے اور اپنے جیلخانے اور غریب خانوں کو خالی کرلیا ہے۔ اپنے گرجوں اور کارخانوں کو پُر کرچکے ہیں اور اپنے انسانی ہمدردوں اور پولیٹیکل اور سوشل مُصلحوں کی زائد طاقت کو کوئی نیا شغل دینا چاہتے ہیں۔ تو برائے خدا اُن کو نیکی اور ہمدردی کی قسم ہے کہ وہ اپنی توجہ اُس سلطنت (روس) کی طرف مبذول کریں جو ایک بڑے سیاہ بادل کی طرح آرکینجل سے لے کر بحیرۂ اسود تک پھیلی ہوئی ہے۔ وہ اپنے مجموعی نوٹس اپنی مناسب نصیحتیں اور اپنی دھمکیاں اُس بادشاہ کو دیں جس کی فاقہ کش اور ظلم رسیدہ کروڑوں رعایا سے مُصیبتوں اور تباہیوں کی بہت بڑی آہ وزاری کا سلسلہ ہر وقت اُن خاموش آسمانوں پر چڑھ رہا ہے۔ سائبیریا کی کانوں میں انتظامِ ملک کے باعث جلاوطن شدہ اور ٹر دبڑوسکوئی کی تاریک زندانوں میں پولیٹیکل قیدی اسی شمالی مقدس مورت کے پنجے سے اپنی رہائی کی دن رات دعا مانگتے ہیں۔ خواہ وہ رہائی ایسی شرط پر کیوں نہو کہ اُن کی تمام باقیماندہ عمر بغیر بان ترک کی مملکت میں صرف ہو لیکن اگر شاہانِ یورپ بے ایمانی اور بزدلی کے باعث ایک نہایت ہی ظالم۔ نہایت ہی دغاباز اور نہایت ہی تاریک تنظم کے معاملات میں جس سے بڑھ کر آج تک دنیا کے لئے کوئی پلید لعنت نہیں ہوئی۔ مداخلت کرنے سے ڈرتے ہیں۔ تو وہ اتنا ہی حیا کریں کہ وہ اُس بادشاہ (روم) کو نہ ستائیں۔ جو اپنی تمام رعایا کو اور اُن تمام

شخصوں کو جن کی چشم انصاف وا ہے۔ وہ نظارہ دکھلا رہا ہے جس کی ہمارے بڑے نامور شاعر نے ولی آرزو کی تھی یعنے "تنازعوں اور فسادوں کے ایک جہان میں اب تک ایک مضبوط بازو قائم ہے"۔

باب چہارم

معاملاتِ مصر[۵۳]

یہاں تک سلطان روم کی ذمہ داریوں اور فرائض کو بیان کرنے میں

---

[۵۳] مصر کو ۱۵۱۷ء میں سلطان سلیم اول نے مملوکوں سے فتح کر کے داخل ممالکِ محروسۂ عثمانیہ کیا۔ جس وقت سے لے کر ۱۸۰۵ء تک وہ براہ راست سلطان کے زیرِ حکومت رہا۔ محمد علی پاشا ۱۸۰۵ء میں سلطان سلیم ثالث کے وقت مصر کا وائسرائے مقرر کیا گیا جس نے ۱۸۳۱ء میں باغی ہو کر مصر میں خود مختار حکومت قائم کی اور شام کو بھی فتح کر لیا۔ اور مقامِ کونیہ پر عساکرِ سلطانی کو ہزیمت فاش دی۔ آخر کار ۱۸۴۰ء میں سلطان عبد المجید کے وقت اس کی افواج کو بمقام کملہ شکست کامل ملی۔ اور محمد علی پاشا نے اطاعت قبول کی۔ اور خط شریف مورخہ ۱۳ فروری ۱۸۴۱ء کے حکم سے مصر کی گورنری محمد علی کے خاندان میں ہمیشہ کے لئے قائم کی گئی۔ سلطنت کا طریقہ خاندانِ عثمانیہ کی طرح مقرر کیا گیا۔ یعنے سابقہ حکمران کی جگہ خاندان کا سب سے بڑا تخت نشین ہو۔ اور محمد علی پاشا کو اُس کے جانشینوں کو ولی یا وائسرائے کا خطاب دیا گیا۔ مگر یہ خطاب سلطان عبد العزیز کے وقت فرمانِ شاہی ۸ مئی ۱۸۶۶ء کے مطابق خدیو مصر سے متبدل کیا گیا۔ اور اسی فرمان کے مطابق مصر کا خراج ۳،۷۰،۰۰۰ پونڈ سے ۷،۰۰،۰۰۰ پونڈ تک بڑھایا جا کر (دیکھو بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ پر)

اور اُس طریقے کو جتانے میں جس سے اِس عہد کے موجودہ قابض نے

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) ۴- وراثت تخت نسلاً بعد نسلٍ یعنے باپ سے بیٹے کو ملنے کی قائم کی گئی۔ اور خاندانِ عثمانیہ کا طریقہ منسوخ کیا گیا۔ اور سب سے اخیری فرمان مورخہ ۸ جون ۱۸۷۳ء کے رُو سے سلطان نے اسماعیل اوّل کو ممالکِ غیر سے عہدنامہ کرنے اور اپنی علیحدہ افواج قائم رکھنے کے اختیارات بخش دئے۔ اسمائے خدیوانِ مصر حسبِ ذیل ہیں:-

نام خدیو	تولد	وفات	ایام حکومت	نام خدیو	تولد	وفات	ایام حکومت
محمد علی بانی خاندان	۱۷۶۹ء	۱۸۴۹ء	۱۸۱۱ء-۱۸۴۸ء	اسماعیل	۱۸۳۰ء	زندہ	۱۸۶۳ء-۱۸۷۹ء
ابراہیم پاشا ابن محمد علی	۱۷۸۹ء	۱۸۴۸ء	جون-نومبر ۱۸۴۸ء	توفیق پاشا	۱۵ نومبر ۱۸۵۲ء	۷ جنوری ۱۸۹۲ء	۱۰ اگست ۱۸۷۹ء-۷ جنوری ۱۸۹۲ء
عباس پوتا محمد علی	۱۸۱۳ء	۱۸۵۴ء	۱۸۴۸ء-۱۸۵۴ء	عباس	۱۴ جولائی ۱۸۷۴ء	زندہ	۷ جنوری ۱۸۹۲ء
سعید بن محمد علی	۱۸۲۲ء	۱۸۶۳ء	۱۸۵۴ء-۱۸۶۳ء	..	..	..	..

نوجوان خدیو عباس اپنے والد توفیق پاشا کی وفات کے بعد تعلیم چھوڑ کر تخت پر بیٹھ گیا۔ اُس کا ایک چھوٹا بھائی محمد علی بھی اُس کے ہمراہ یورپ میں تعلیم پا رہا ہے۔ خدیو کی اپنی سالانہ تنخواہ ۱ لاکھ پونڈ۔ اور اُس کے دادا اسمٰعیل معزول کو پچاس ہزار پونڈ۔ اور اُس کے خاندان کے دوسرے کل لوگوں کو ۷۰ ہزار پونڈ سالانہ ملتا ہے۔ ۱۸۸۹ء میں کل آمدنی ۵۰۶۱۶۲۲۸ پونڈ اور خرچ ۷۹۱۱۶۲۲ پونڈ تھا یعنے ....۵۶ پونڈ کی خالص بچت رہی۔ اب بھی تقریباً اِسی قدر آمدنی اور خرچ ہے۔ کُل بیرونی قرضہ جس کی ضمانت میں مختلف صیغے آمدنی کے مکفول ہیں ۰۰۳۰۵۹۷۹ پونڈ ہے۔ اور جس کی ضمانت میں کوئی مد مکفول نہیں ......۵ پونڈ ہے۔ روم روس کی جنگ کے اختتام پر فوج صرف ۱۵ ہزار رہ گئی تھی۔ اور اب ۱۸ رجمنٹیں فوج پیدل۔ ہر ایک رجمنٹ تین پلٹن کی ہے۔ اور ۴ پلٹنیں رائفل کی اور ۴۴ توپیں ہیں۔ جون ۱۸۹۱ء کے اخیر میں مصری محکمہ بحریہ میں ۲ و کاروٹ۔ ۳ بڑی کشتیاں خدیو کے لئے جن میں سے ایک محروسہ نام ۴ ہزار ٹن وزنی اور ۹۰۰- اسپی طاقت والی ہے۔ اور ۴ گن بوٹ ہیں جن کا وزن مجموعی (دیکھو بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ پر)

انہیں بنایا ہے۔ میں نے اس طرح لکھا ہے کہ وہ ذمہ داریاں صرف دونوں ہی

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ):- ۶۷۴۴۱۶ ٹن ہے۔ سلطنت مصر کا رقبہ و آبادی بمعہ ممالک سوڈان و وسط افریقہ جو ۱۸۷۴ء میں فتح کئے گئے۔ اور ۱۸۸۵ء میں مطلقاً آزاد ہو گئے ۱۴۰۶۲۲۰ میل اور آبادی ۰۰۰۲۵۹۶۱ ہے۔ خاص ممالک مصر کی آبادی بدیں تفصیل ہے:-

ملک مصر	مرد	عورت	میزان
جنوبی۔ مصر البحر	۱۳۸۵۲۰۸	۱۴۳۸۷۸۷	۲۸۲۳۹۹۵
درمیانی۔ مصر الوسطے	۳۲۲۶۲۲	۳۳۰۴۴۷	۲۵۳۱۱۹
شمالی۔ مصر القاعد	۷۳۸۵۳۹	۷۳۰۱۰۰	۱۴۷۱۵۹۸
امصار	۲۷۸۷۱۱	۲۹۰۴۰۴	۵۶۹۱۱۵
میزان کل	۲۷۲۵۲۳۰	۲۷۹۲۳۸۸	۵۱۲۱۷۸۲۶

نوبیا۔ دارفور وغیرہ ممالک کا رقبہ جو ۱۸۷۴ء میں اسمٰعیل کے وقت مفتوح ہوئے اور ۱۸۸۵ء میں مطلقاً آزاد ہو گئے ۱۰۲۱۱۲۳۱ میل مربع۔ اور آبادی ۱۴۳۲۳۷۳ ۱ ہے۔

مصر خاص کے تین حصے ہیں۔ مصر البحر۔ مصر الوسطیٰ اور مصر القاعد۔ ان میں دیہاتی آبادی ۴۵۱۲۱۴۹۴۹۔ اور شہری ۵۶۹۱۱۵۔ اس میں دو بڑے شہر ہیں۔ قاہرہ جس کی آبادی ۳۴۹۸۸۳ اور اسکندریہ کی ۲۱۲۰۵۴ ہے۔ ۱۸۷۸ء کی مردم شماری میں مصر خاص میں ۶۹۶۶۴ اجنبی محسوب ہوئے بدیں تفصیل:- یونانی ۳۴۰۰۰۔ فرانسیسی ۱۷۰۰۰۔ اطالیہ والے ۱۳۹۰۶۔ آسٹرین ۶۳۰۰۰۔ انگریز ۶۰۰۰۔ جرمن ۱۱۰۰۔ اور دیگر ممالک غیر کے ۱۳۹۰۔

بیکم جنوری ۱۸۸۱ء کو ۹۳۴ میل ریلوے جاری اور ۷۹۴ میل زیر تعمیر تھی۔ یہ کل ریلوے سوائے ایک ۵ میل کی لائن کے سرکاری ہے۔

۱۸۸۱ء میں تاربرقی ۵۳۲۲ میل تھی جس کی تاروں کی لمبائی ۱۲۶۸۹ میل ہے۔ اسکندریہ سے قاہرہ تک ۵۵۴ میل انگریزی تاربرقی ہے۔ باقی سرکاری ہیں۔ دیکھو بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ پر

برِ اعظموں تک محدود ہیں۔ اگرچہ یہ امر مغربی ڈپلومیسی کی خواہش کے عین مطابق ہے کہ وہ سلطان کی حکومت کے بحیرۂ قلزم اور نہر سویز سے پرے تک پھیلی ہوئی ہونے سے انکار کر دیں۔ لیکن اگر ہم افریقہ میں عثمانی حکومت کے پچھلے دس سال کی تاریخ کو چھوڑ دوں تو سلطان عبد الحمید کی مشکلات اور کارناموں کا بالکل نامکمل نقشہ تحریر کرونگی۔ سلطان کا کام بہت ہی ہلکا ہو جاتا۔ اگر مصر کی حالت سلطنت کے یورپی اور ایشیائی صوبوں کی حالت سے بہت کچھ متضاد ہوتی۔ مگر جیسی ابتری ہاں پھیلی ہوئی تھی ویسی ہی اس جگہ بھی تھی۔ یکساں باعثوں سے یکساں نتیجے پیدا ہوتے ہیں۔ مرکز کی بد انتظامی اور صوبجاتِ بیرونی کی غفلت شعاری اور مسلسل بیرونی سازشوں سے دریائے نیل پر بھی وہی پولیٹیکل اور تمدنی خرابیاں حائد ہو گئی تھیں۔ جن کا عبد الحمید کو باسفورس اور فرات پر سامنا کرنا پڑا تھا۔

والیٔ اسماعیل کی بد انتظامی اور فضول خرچی سے جس پر یورپین اور یہودی سرمایہ والوں نے پہلے پہل اپنی معمولی شرح سود سے حسب معمول ضمانت کی تھی سلطان کی تخت نشینی کے وقت مالی مشکلات درجہ اتم کو پہنچ گئی تھیں۔ فوج بقایا تنخواہ کے لئے چیخ رہی تھی۔ اور کمبخت دہقان ان ٹیکسوں کے بوجھ کے نیچے شرمہ سا ہو رہے تھے۔ جن کی آمد سے لیونٹ کے متلاشیان روزگار کے پاکٹ بھرے جاتے تھے۔ اور پیرس کے مجرا کرنے والوں کے جسم آراستہ ہوتے تھے جوں ہی اس کے دار الخلافہ سے مرض الموت دفع ہوا۔ اس کو جنوب کی طرف نظر کرنے کا موقع ملا۔ عبد الحمید فوراً بڑی مستعدی سے اس کے انتظام کی جانب

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) ۱۸۸۸ء میں ۲۱۰ ڈاکخانے تھے۔ جنہوں نے ۲۵۶۱۵۲۰ اندرونی خطوط۔ اور ۱۲۹۹۰۰۰ بیرونی خطوط وغیرہ۔ اور ۴۷۱۴۰۰ اندرونی اخبارات۔ اور ۳۰۷۸۰۰۰ بیرونی اخبارات تقسیم کئے تھے۔ اگرچہ اس کے بعد اب تک بہت ترقی ہو گئی ہے جس کے حسابات نہیں ملے

مشغول ہوا۔ اُسے زیادہ مدت تک غور کرنے یا کوئی بہت بڑی تحقیقات کرنے کی ضرورت نہ پڑی کہ اُس نے معلوم کر لیا کہ تختِ مصر پر اسماعیل پاشا کا ہونا ایک نازیبا اور ناموزوں آدمی کا تقرر ہے۔ ایسی جگہ پر جو اُس کے مناسب حال نہیں ۰

مُطلق العنان حکومت کے فوائد میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ بڑے سے بڑے ماتحت کو صرف قلم کی ایک جنبش سے بالکل عام درجے کا آدمی بنا دیتی ہے۔ اور اُس پارٹی کے ساتھ جس کا وہ معزول شدہ عہدیدار ممبر ہو۔ جھگڑے اور بحث کرنے کی کچھ ضرورت نہیں پڑتی۔ پس اسی وجہ سے ماہ اگست ۱۸۷۹ء کی ایک خوشنما صبح کو وضعدار اسماعیل کو معلوم ہوا۔ کہ اچانک وہ فراعنہ کے تخت سے اُتار دیا گیا ہے۔ اور ایک بالکل جادو کے کھیل سے اُس کا بیٹا توفیق اُس کا جانشین ہو گیا ہے۔ کیا یہ تغیر مصری دہقانوں کے حق میں بہتری کا تغیر ہوا۔ مابعد کے واقعات کی روشنی سے یہ امر بڑی متانت اور مدلل طور پر زیر بحث ہو سکتا ہے ۰

کارلائل کے اصول کے مطابق بیشک بیٹے کی نسبت باپ زیادہ تر لائق اور مناسب تھا۔ کیونکہ اسماعیل کی خواہ کتنی خطائیں ہوں وہ ایک مستقل اور مضبوط آدمی تھا۔ اور توفیق خواہ کتنی خوبیوں والا ہو۔ مگر ایک کمزور اور نامستقل مزاج ہے۔ اور مجھے بہر نوع کامل یقین ہے۔ کہ جو بوجھ رعایا پر معزول والسرائے کے بیجا شدائد اور اپنے ذاتی مفاد کی خودغرضانہ کوششوں سے پڑتا تھا۔ وہ اُس بوجھ اور تظلم سے جو توفیق کی کمزور اور سست پالیسی سے پڑ رہا ہے۔ بدرجہا ہلکا تھا اگر عبدالحمید کو اپنے باجگزار صوبے کے حکمران مقرر کرنے میں پوری آزادی ہوتی۔ تو اس میں کوئی شک نہیں کہ فریقہ میں منتظم اور حاکم کا ایسا انتخاب کرتا۔ جو ویسا ہی کامیابی بخش ہوتا۔ جیسے کہ یورپ اور ایشیا میں ہوئے ہیں۔ مگر مصری خدیویت موروثی ہے۔ اور گو بادشاہ ایک واحد شخص کو معزول کر سکتا ہے۔ مگر نسل کسی طرح

نہیں ہٹ سکتی۔ پس بدیں وجہ سُلطان اِس سے زیادہ نہ کر سکتا تھا کہ توفیق کو سیدھا راستہ بتا دے۔ اور اُس کے اُسپر قدم بقدم درستی سے چلنے کا بھروسہ کرے مگر توفیق کی رفتار کی قسمت میں خواہ غلط خواہ درست۔ مقسوم نہ تھا کہ برضی خود چلے چند سال پیشتر سے نہر سویز کے اجرا سے اُن سلطنتوں نے جن کے جہاز اِس میں سے گزرتے تھے مصر میں فرضی یا اصلی حقوق بنا لئے تھے۔ اور چونکہ پہلے سے زیادہ انگریزی جہازوں کی تعداد تھی سو بالضرور ہمارے مُلک کو وہاں سرائے کے مشوروں میں زیادہ رسوخ اور وقعت حاصل ہو گئی تھی۔ لیکن ساتھ ہی چونکہ یہ نہر فرانسیسی ہمت اور سرمائے سے تیار ہوئی تھی۔ اور نیز ہمارے ذرا نازک خیال ہمسائیوں پر ابھی تک نپولیئن کی پالیسی خواہ وہ کچھ ہی ہو حاوی تھی۔ اِس لئے انگریزی گورنمنٹ نے فرانس سے مل کر باجازت سُلطان مصر پر دوعملی نگرانی قائم کی۔ اِس انتظام سے دونوں سلطنتوں کے وُکلاء کو ناتجربہ کار توفیق کی مشورہ دہی میں برابر دخل ہو گیا۔ اور اُس کے افعال پر نگرانی کرنے کی متفقہ[۵۳۳] کوشش کرنے کا حق مل گیا۔

۵۳۳ مصر میں ۱۸۷۹ سے لے کر ۱۸۸۲ء تک فرانس اور انگریزی گورنمنٹ کے زیر نگرانی عمل درآمد ہوتے رہے۔ دونوں سلطنتوں کی طرف سے ایک ایک کنٹرولر جنرل مقرر کیا گیا اور اُن کو بے اندازہ اختیار دئے گئے۔ جیسے خدیو کے فرمان مورخہ ۱۰ نومبر ۱۸۷۹ء کے مندرجہ ذیل سات دفعات سے معلوم ہو جاوینگے۔

۱۔ کنٹرولر جنرلوں کو سلطنت کے ہر ایک صیغے اور صیغہ قرضہ قومی میں بھی تحقیقات کرنے کا اختیار ہے اور دیگر کُل عہدیداران مُلکی کو لازمی ہے کہ کنٹرولر جنرلوں یا اُن کے ایجنٹوں کو کُل دستاویزات دیں جو مطلوب ہوں۔ وزیر صیغہ مال کو ضروری ہے کہ اُن کو ہفتہ وار مد اخل و مخارج کا نقشہ روانہ کرے اور دیگر تمام صیغوں کے مُدرا ایسے ہی نقشے ماہواری روانہ کیا کریں۔

۲۔ کنٹرولر جنرلوں کو صرف اُن کی اپنی ہی گورنمنٹیں علیحدہ کر سکتی ہیں۔ (دیکھو بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ)

قاعدہ قدرت کے مطابق یہ متفقہ صلاح و مشورے اُس مضبوط اور مستعد گورنمنٹ کے حق میں جس کا استحکام استقلال ترقی اقوام کے انتظام میں کامیابی حاصل ہونے کے لئے نہائت ضروری ہے مُہلک پڑے۔ اِس نئے نسق انتظام کو ایک سال بھی نہ گزرنے پایا تھا۔ کہ رعایا کی یہ صداقت معلوم ہو گئی جس کو اکثر ہماری ترقی یافتہ اقوام نظر انداز کر دیتی ہیں۔ کہ اِس تغیر طریق حکومت سے بھی رعایا ویسی ہی بھوکی اور ننگی رہتی ہے۔ جیسے اسماعیل کی یکہ و تنہا حکومت میں۔ بلکہ اُس سے زیادہ

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) :- ۳۔ فرانسیسی اور انگریزی گورنمنٹوں نے فیصلہ کیا ہے کہ ابھی کنٹرولر جنرل کو عملی اختیارات نہ عطا کئے جاویں۔ اِس لئے وہ ابھی صرف تفتیش اور نگرانی و اہتمام ہی کیا کرینگے ؛

۴۔ کنٹرولر جنرل بحیثیت وُزراء شمار ہونگے۔ اور مجلس وُزراء کے ہر انعقاد میں مدد کرنے اور بولنے کے ہر وقت مجاز ہونگے۔ مگر رائے دینے کے حقدار نہ ہونگے ؛

۵۔ جب مناسب ہو کنٹرولر جنرل قرضہ قومی کے کمشنروں سے مل کر مناسب تجاویز عمل میں لا دینگے

۶۔ وہ جب کبھی مناسب سمجھیں مگر سال میں ایک دفعہ ضرور کنٹرولر ہر ایک مسئلے پر رپورٹ تحریر کر کے خدیو اور اُس کے وُزراء کو دیا کرینگے ؛

۷۔ کنٹرولر جنرلوں کو اختیار ہے کہ اُن عہدیداروں کو موقوف کر دیں جن کی رعایت سے انہیں خسارہ ہو۔ وہ بجٹ تیار کیا کرینگے۔ اور کل تنخواہوں اور آمدنیوں کا ماہوار نقشہ اُن کو دیا جایا کریگا ؛

عربی پاشا کی بغاوت کے زمانے سے انگریزوں نے حفاظت مصر کے واسطے مصر میں بہت فوج مقیم رکھی ہوئی ہے کہ جس کا خرچ خدیو مصر کو دینا پڑتا ہے۔ اور اس سے انگریزوں کا مصر پر بہت کچھ قابو اور اختیار ہو گیا ہے۔ موجودہ خدیو عباس پاشا بظاہر اِس قدر انگریزی رسوخ سے خوش نہیں۔ اور عام رعایا مصر کی بھی انگریزی قبضے سے ناراض ہے۔ اسپر انگریزوں نے اپنی فوج مصر پر اور بھی بڑھا دی ہے۔ ٹرکی گو بظاہر خاموش ہے مگر وہ بھی مصر کو خالی کرانا چاہتا ہے۔ انگریز کہتے ہیں ہم مصر میں ریفارم یعنے صلاح اور بہبودی انسانی کے لئے ٹھہرے ہوئے ہیں۔ مگر دراصل وہ نہر سویز کے لئے مصر کو نہیں چھوڑ سکتے جو ہندوستان کا بہترین راستہ ہے ؛

موجودہ کی کمزوری سے اور بھی زیادہ مصائب عائد ہونے کا اندیشہ ہے۔ انہوں نے اصلاح اور حفاظت جان و مال کی پرزور فریادیں کرنی شروع کر دیں۔ جیسے کہ ہر ملکی شورشوں میں وہی شخص سرگروہ بنتا ہے۔ جو ارادے کا پکا اور عزم کا پورا ہو۔ سو مصر میں وہ عربی پاشا فوج پیدل کا ایک ثابت قدم کرنیل تھا۔ جو اس امر کے لئے منتخب کیا گیا۔ کہ خدیو کے سامنے اس کی رعایا کی متفق درخواست پیش کرے۔ کہ یہ غیر ہر دلعزیز اور مکروہ وزارت علیحدہ کیجاوے۔ منتخبہ قومی مجلس مقرر کیجاوے اور فوج کی طاقت ۱۸ ہزار آدمی تک بڑھائی جاوے۔ ایک ایسے آدمی کا جو خدیو کی ملازمت میں ہو اس قسم کی درخواست پیش کرنا ہی جرم بغاوت تھا۔ جس کی قانونی سزا موت ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہو سکتا کہ اسماعیل عربی پاشا کو فوراً پستول نکال کر جہاں وہ کھڑا تھا اسی جگہ گولی سے مار دینے سے اس بغاوت کو شگوفے ہی میں نوچ دیتا۔ مگر توفیق ایک بزدل مادے سے بنا ہوا تھا وہ قطعی جواب دینے سے جھجکا اور عربی سے ٹال مٹول کر کے اپنے آقا کو قسطنطنیہ میں اس امر کی خبر دی۔ عبد الحمید نے اپنی طبعی مستعدی اور تصفیہ کی پالیسی پر عمل کیا۔ اس نے ایسی رعایا کے ساتھ جو بغاوت میں ہو۔ برتاؤ کے درست اور مناسب طریقے پر فیصلہ کیا۔ یعنی پہلے امن قائم کیا جاوے اور پھر ان کی جائز شکائتوں کے باعث کی تحقیق کر کے ان کو دور کیا جاوے۔ اس نے خدیو کو فوجی طاقت کی نمائش سے مدد دینے اور شاہی کمشنر کو اس کی مصری رعایا کی شکائتوں کو تحقیق کر کے اس تفتیش کے نتیجے سے اطلاع دینے کے لئے بھیجنے کی آمادگی ظاہر کی۔

ہر ایک شخص خیال کر سکتا ہے کہ یہ تجاویز مناسب حال سمجھی جا کر فوراً دو عملی نگرانی کی سلطنتوں سے منظور کیجاتیں۔ سلطان اس ملک کا شہنشاہ تھا اور اب بھی ہے نہایت ہی ضروری مطالب و اغراض کے باعث اس کی اپنی سلطنت کے دار الخلافہ

میں ہر وقت کی موجودگی بڑی سخت لازمی ہے۔ بذاتِ خاص ان ضروری تحقیقات کو نہ کر سکنے کے باعث اس نے وہی کیا جو یورپ کا کوئی دوسرا بادشاہ کرتا۔ یعنے اپنی جگہ معتبر سفرا روانہ کرنے کی تجویز کی۔ مگر انگریزی گورنمنٹ نے اس حقارت آمیز بدگمانی کے جوش میں (جو مشرقی سلطنتوں کے ساتھ اس کے سفارتی تعلقات کو اکثر معرضِ خطر میں ڈال چکی ہے) ان تجاویز پر اعتراض کیا اور ان کی تعمیل کی مخالفت کی۔ اور بد امنی کے بواعث کی اور زیادہ تحقیقات کئے بغیر اس انگریزی سلطنت نے ایسی ایک نئی وزارت قائم کرنے کی اجازت دی جس کے ماتحت شوری پاشا صیغہ جنگ کا انڈر سیکرٹری مقرر ہوا۔ یہ گورنمنٹ اس پالیسی پر چلی۔ جو انگلستان میں اکثر کامیاب ہو جاتی ہے۔ کہ ایک متمرد بڑبڑانے والے کو کوئی عہدہ دے کر اس سے خلاصی کر لے۔ سلطان کی تجویز درویش پاشا کے ایک محض بے سود مشن پر منحصر کر دی گئی جس سے کچھ نتیجہ نہ پیدا ہوا۔ توفیق ہر ایک شخص کو خوش کرنے کی کمزور اور ناممکن کوشش کرتا رہا۔ وزارتیں اس تیزی اور آسانی سے بدلتی رہیں جیسے ایک انگریز مدبر اپنی رائے کو بدلتا رہتا ہے۔ اور اس ردوبدل سے آخرکار عرابی وزیر صیغہ جنگ ہو گیا۔ ملکی کاروبار جب ایک دفعہ درجہ تنزل پر پہنچ گئے تو وہ تباہی کے قعر تاریک میں بڑی سرعت سے چلے گئے ؎

۱۱۔ جون ۱۸۸۲ء کو اسکندریہ میں ایک بغاوت پھوٹ پڑی۔ جو سوائے دو عملی نگرانی کے انتظام کے کسی اور سلطنت میں فی الفور دور کر دی جاتی اور پھر کبھی سننے میں نہ آتی۔ مگر وہ برابر بڑھتی چلی گئی۔ حتی کہ خدیو اور اس کے وزراء نے ان کے اصلی مقام چھوڑ گئے۔ اور ان سب نے عرابی کو سب چیز کا مالک چھوڑ کر بڑی کمینگی کے ساتھ اپنے اپنے مقاموں کو ترک کر دیا ؎

اب انگریزی جنگی بیڑہ جہازات کی وہ عجیب کارگزاری واقع ہوئی۔ جسے

مسٹر گلیڈسٹون

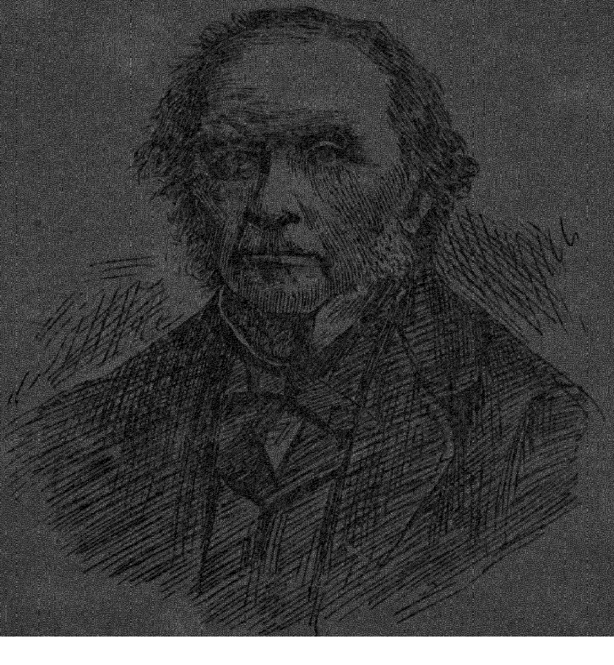

مسٹر گلیڈسٹون نے کہا تھا۔ کہ "صرف جنگ نما کارروائی تھی نہ کہ جنگ" منشاء اس رعب و اقتدار کا ثبوت جو مسٹر گلیڈسٹون نے اس پارٹی پر جس کا وہ سرگروہ ہے حاصل کیا ہوا ہے۔ اس امر سے ثابت ہو جاویگا۔ کہ اس کی عزت۔ ناموری اور رسوخ اتنی بڑی بھاری ناقابلِ عفو غلطی کرنے کے بعد بھی بچی رہتے۔ تاہم برائیوں میں سے بھی کچھ نہ کچھ فائدہ نکل آتا ہے۔ اور اس مجنونانہ فعل سے اور کچھ نہیں تو یہی فائدہ ہو گیا کہ دو عملی نگرانی کا کمبخت انتظام تو اس سے رفع ہو گیا۔

فرنچ عہدیداران مقیم اسکندریہ پر اس ناشروع اور بیجا کارروائی میں شامل ہونے پر بڑا زور دیا گیا۔ جو کہ ایک دوست کے شہر پر گولہ باری کرنے پر ختم ہوئے مگر ہمارے ساتھی نگرانی کنندوں نے شمولیت سے انکار کیا۔ فرانسیسی امیر البحر نے بندرگاہ سے اپنے بیڑے کو ہٹا لیا۔ اور ایڈمیرل سیمور (Symour) نے کیلئے ہی تمام ناموری خطاب امیری اور اپنی مدامی پنشن حاصل کی۔ (یہ بیان بجائے واقعی ہونے کے ذرا استعارتاً ہے۔ ایڈمیرل کو اس کی خدمات کے عوض ایک اکٹھی رقم عطا کی گئی تھی۔ جس کے سود سے تاہم اس کے خاندان کو نسلاً بعد نسلاً انگلستان کی محنتی قومیں سالانہ خرچ دیتی رہینگی۔ یہ امر مدامی پنشن سے کس قدر مختلف ہے مسٹر برڈلا اپنے موکلوں کو بتادیں۔)

یہ بڑا کام کیسے کیا گیا۔ اور یہ نمایاں فتح کیسے حاصل ہوئی۔ میں اس جگہ دہرانا نہیں چاہتی۔ یہ کل واقعہ ہم سب کے ایسے دلنشین ہے۔ کہ سوائے صرف سرسری تذکرے کے زیادہ محتاج بیان نہیں مگر ایک بدقسمت شخص کو انصاف دینے کے لئے یہ کہنے پر مجبور ہوں۔ کہ عربی پاشا برخلاف تمام منصفانہ شہادتوں کے مسٹر گلیڈسٹون کی بہادرانہ گولہ باری کئے دنوں کے بعد بھی خدیو کا نمکحلال رہا۔ اور

بالکل اس کے احکام کے مطابق عمل کرتا رہا۔ مگر اُسے اس کی نمکحلالی کا صلہ نہ ملا۔ اور توفیق نے قدرتی بہتے ۔ جو کمزور طبیعتوں کا خاصہ ہے سازشیوں اور خود غرض دامن گیروں کے دھوکے میں آکر اس کی بجاآوری احکام کی مستعدی کو نالشا سمجھ کر عہدی سے برطرف کر کے اُسے باغی مشتہر کردیا ؂

اِن واقعات کے سرسری بیان کے بعد جو جون ۱۸۸۲ء میں عثمانی سلطنت کے ایک شہر کے کسی قدر حصے کے اس کی ایک بڑی معاون سلطنت کی توپوں سے برباد ہونے کے بعد ختم ہوئے۔ اِس تمام مصری نامہ وپیام سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ سلطان عبد الحمید سے اوّل اوّل انگلستان نے سفارتی گستاخی ۔ پھر کھلم کھلا حقارت اور آخر میں بالکل ہتک آمیز بے عزتی کے طریقے سے برتاؤ کیا۔ پہلے اِس امر میں اس کی مخالفت کی گئی جو ضرور اس بدامنی کے روکنے میں کامیابی کا موجب ہوتا۔ اور بعدازاں اِس بدامنی کو فرو کرنے سے بالکل روکا گیا ؂

اِس بغاوت کے جواز پر جو عربی نے کی اور جس کا وہ بانی مبانی تھا رائے قائم کرنا اِس وقت اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے ۔ بعضے رجن کو واقفیت ہونی چاہیئے، عربی کو ایک باغی اور مفسد پارٹی کے حریص سرگروہ ہونے کا الزام دیتے ہیں جس نے تغیر و اصلاح کی فریاد کے نہ سماعت ہونے پر ناراض اور مجوزہ بغاوت کی ناکامیابی غصے میں آکر خدیو کی فوجوں کو لگا کر اس کی حکومت کے برخلاف مسلح فوجی بغاوت کھڑی کردی ۔ مگر باقی اشخاص (جو نیز اوّل الذکر کی طرح معاملات سے خوب واقف ہیں۔ اور بےلاگ شہادت دیتے ہیں) ہمیں بتلاتے ہیں کہ وہ بدنسقی کے برخلاف سچی وفاداری کے جوش سے اعتراض کرنے کے باعث ناحق باغی گردانا گیا تھا۔ اور وہ اپنے سپاہیوں کو صرف خونخوار ہنگامے سے بچانے کے لئے ملک کے وسط میں لے گیا تھا۔ مگر خواہ کچھ ہی ہو۔ اِس سے ظاہر تر اور کوئی امر نہیں کہ سلطان عبد الحمید کو

(جو صرف وہی ایک آدمی ہے جو اُس فساد اور جھگڑے کو جو خدیو اور اُس کی رعایا کے مابین برپا ہوا۔ بڑی عمدگی سے فیصلہ اور درست کر سکتا تھا) اِس امر پر کوئی قاطع فیصلہ کرنے کا ہرگز موقع نہ دیا گیا۔ اور جب انگریزی فوجیں ایک دفعہ اسکندریہ میں داخل ہوگئیں۔ تو اُس نے بڑی دانائی سے انگلستان اور اُس کی ہیبتوں کو آپ خود ہی اُس دلدل میں سے نکلنے کے کام پر جس میں وہ بے سوچے سمجھے کود پڑے تھے چھوڑ دیا۔ اور مہذب یورپ کے فیصلے پر چھوڑا کہ وہ اُس کے اور اُن کے درمیان جنہوں نے اُس کے حقوق کو غصب کر لیا ہے۔ رائے قائم کریں۔ عرابی کے باغی مشتہر کئے جانے پر مصر پر انگریزی فوجیں زیر کمان لارڈ ولزلی سلطان سے اجازت لینے کے بغیر حملہ آور ہوئیں۔ جس نے ایک ایسے شخص پر جسے برابر کہا جاتا تھا کہ فنِ جنگ سے بالکل نابلد۔ بے علم ایک منلاشی ہے اور جسے جنگی تجربہ ذرا بھی حاصل نہیں فتح پانے کے باعث عزت و افتخار اور تازہ شہرت حاصل کی۔ اور علاوہ ازیں ایک اچھا خاصا گیہا نقدی کی صورت میں اُسے مل گیا۔ باغی فوج مغلوب کی گئی۔ اُس کا افسر گرفتار کیا گیا۔ جو کورٹ مارشل سے تحقیقات کئے جانے کے بعد باغی کی طرح گولی سے مار دینے کے بجائے۔ جیسا کہ ہونا چاہیئے تھا۔ اگر خدیو کا اشتہار شروع سے آخر تک جھوٹ نہیں تھا۔ ایک نامعتبر سرسری تحقیقات کے بعد انگلستان کے ایک ایشیائی مقبوضہ میں جلاوطن کر دیا گیا†۔

انگریزی گورنمنٹ فرانس کی اِس جگت نما دجوکہ جنگ نہ تھا) کارروائیوں میں شمولیت کرنے کے انکار سے فائدہ اُٹھانے سے نہ چوکی۔ اور آئندہ کے لئے فرانس کے حق مداخلت سے بالکل انکار کر دیا۔ کیونکہ اُس نے انگلستان کو آگ میں سے خرما نکالنے کے وقت اکیلا چھوڑ دیا تھا۔ اور اسی لئے آئندہ کے لئے مصری معاملات میں دخل اندازی کا حق اُس سے بالکل زائل ہوگیا۔ دو عملی ختم ہوگئی اور برٹش گورنمنٹ نے خدیو کی درخواست پر

† عرابی پاشا بطور اسیر سلطانی کے سیلون میں نظر بند ہے۔

سلطان کو اطلاع کرنے کے بغیر ہی سر ای بیرنگ۔ لارڈ نارتھ برک اور لارڈ ڈفرن
اور کئی اور نامور اشخاص مصر کے مظلوم دہقانوں کی آسائش اور بہتری کے ذریعے
سوچنے اور عمل میں لانے کے لئے روانہ کر دئے۔ ان وسائل میں سے بعض بڑے
ہی عجیب اور حیرت افزا تھے ۔ ۱۸۸۳ء کے شروع میں صوبے وار کونسلیں مقرر
کی گئیں۔ جن کا یہ کام تھا۔ کہ اپنی اپنی حدود میں مقامی کاموں کے لئے ٹیکس
لگائیں اور وصول کریں۔ اور خالص مقامی امور پر مصری گورنمنٹ کو مشورہ دیں۔
اور ایک لیجس لیٹو کونسل مقرر کی گئی جو سال میں چار دفعہ نشست کرے۔ اور جس کا
یہ کام ہو۔ کہ اُن تمام عرائض پر جو خدیو کے پیش ہوں غور کر کے اپنی رائے تحریر
کرے۔ اور سالانہ بجٹ اور دوسرے بڑے بڑے امور پر اپنی رائے زرین سے
خدیو کو مدد دیں ؛

مگر یہ جلدی ہی ظاہر ہو گیا۔ کہ نہ ہی عرابی کی شکست اور نہ ہی ان مُدبّروں
کی پُر لیاقت کوششیں انگلینڈ یا مصر کو مشکلات سے نجات دے سکیں۔ اور انگلستان
کی فوجیں غیر معلوم وقت تک ہٹائی نہیں جا سکتیں۔ اسکندریہ میں اس انگریزی
کرتوت سے بدامنی کا جوش سلطان کی تمام مملکت واقع افریقہ میں اُس خفیہ سرعت سے
پھیل گیا۔ جس سے مشرق میں اکثر خبریں مشتہر ہو جاتی ہیں۔ سوڈان کے وحشی
عرب قبائل نے یہ معلوم کر کے کہ سلطان کی فوج نے ایک اجنبی کے لشکر سے زک
اُٹھائی ہے۔ قدرتی طور پر یہ خیال کر کے کہ اُن کے آقا کی قوت تنزل پر ہے عام
بغاوت کر دی۔ اور مصری سرحدی چھاونیوں کا محاصرہ کر لیا۔ اب انگلستان وہاں
کی صرف مقامی حکومت کو زائل کر دینے کے سبب اِن بدقسمت آدمیوں کی جانوں
کا ذمہ وار ہو گیا۔ جن کو کمبخت دشمن کی ایک بے شمار تعداد نے گھیر لیا۔ گو انگلستان کے
ایک چھوٹے مگر شوری پولیٹیکل گروہ نے اس ذمے کو چھوڑ دینے اور محصور فوجوں کے

متعلق وہ خوبی اضفیع" کی پالیسی پر چلنے کی خواہش ظاہر کی۔ تاہم ایسی بے عزتی کا کام مسٹر گلیڈسٹون کے شایان نہ تھا جس میں ابھی انگلستان کی پرانی دیانتداری اور حمیت کا کچھ تھوڑا حصہ باقی تھا۔ جنرل ہکس پاشا تھوڑی سی لکی فوج کے ساتھ روانہ کیا گیا۔ جو کہ چاروں طرف سے گھر کر بالکل قتل کئے گئے۔ پھر تھوڑے ہی زمانے کے بعد جنرل بیکر کے سپاہیوں کی بھی یہی گت ہوئی۔ اس کے بعد گارڈن کا صحرائے اعظم کاٹ کر خرطوم پہنچنے کا سفر واقع ہوا۔ اس نامور بہادر کی زندگی کے آخری ایام کا بیان لکھنے کی ضرورت نہیں۔ ان کے متعلقہ ہر واقعہ اس نسل کے ہر فرد بشر کے دل پر نقش بر سنگ رہیگا۔ محاصرہ خرطوم اور اس بہادر محافظ کی موت کی کہانی تا قیامت اس ایک آدمی (گارڈن) کے لئے عزت کا تاج۔ اور ایک قوم (انگریزوں) کے لئے شرم کا سیاہ دھبہ رہیگی ؛

لارڈ سالسبری کے اقتدار حاصل ہونے پر جو ہمیں امید قوی ہے کہ اس کے پہلے جانشین کے گارڈن کے ساتھ بڑے سخت کینہ پن کرنے کے باعث وقوع میں آیا۔ مصر کے بہی خواہوں کے دلوں میں امیدیں ابھرنے لگ پڑیں کہ وہ تمام ابتری جو ماہ اگست میں خرطوم کے فتح ہو جانے کے بعد بہت زیادہ پھیل گئی تھی۔ اب ختم ہو جاویگی۔ اور مصر کے معاملات کے متعلق سر ڈرمنڈ ولف کا سلطان کی خدمت میں سفارت خاص پر جانا اس سیدھے راستے پر ایک قدم کا رکھنا شمار ہوا۔ اس کی ہدایات میں جو تھوڑا عرصہ ہوا شائع ہوئی تھیں۔ اس امر کا صاف اشارہ پایا جاتا ہے۔ کہ سابقہ گورنمنٹ کے سلطان کے ساتھ اس غیر معمولی بے ادبی کے برتاؤ اور اس کی حکومت کو نظر انداز کرنے کی معافی مانگی جاوے ؛

اس جگہ اس کا ایک حصہ درج کیا جاتا ہے :-

"ملکہ معظمہ کی گورنمنٹ کی یہ خواہش ہے۔ کہ وہ اس حیثیت کو جو اعلیحضرت

سلطان روم کو بطور شہنشاہ مصر کے عہدناموں قانون اتحاد باہمی اور دیگر شرائط کے مطابق حاصل ہے۔ پوری پوری طرح سے تسلیم کرے۔ وہ خیال کرتی ہے۔ کہ اگر وہ سلطان کے اقتدار کو بحیثیت سلطان کے ممالک متعلقہ مصر بھی اس طرح تسلیم کر لے۔ تو اُس کے اپنی سلطنت کے کثیر مسلمانوں پر حکومت کرنے میں بہت تقویت ملیگی۔ اور ساتھ ہی وہ یہ بھی یقین رکھتی ہے۔ کہ یہ اعلیحضرت سلطان ہی کے اختیار میں ہے۔ کہ اِس مُلک کے اُن حصّوں میں جو ابتر حال فوجی بغاوتوں اور مقابلوں کی تباہی میں پڑے ہوئے ہیں امن وامان قائم کرے۔ سلطان کی اعانت سے رعایا کے بہت بڑے حصّے پر جن کا مذہب اسلام ہے نہائت بڑا اثر پڑیگا اور اِس شک اور بدگمانی کے بُرے آثار دور ہو جاوینگے۔ جو کہ تمام لوگوں میں پیدا ہوئے ہیں کہ اُن کو غیر مذہب والی قوموں کے محکوم بنانے کا ارادہ کیا گیا ہے۔ نیز سلطان کے زیر سایہ ایسی اقوام موجود ہیں۔ جن سے وہ ایسی سپاہی بھرتی کر سکتا ہے۔ جن کو مصر کے جنوبی ممالک کی آب وہوا کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اور اِسی لئے وہ اُن ممالک میں امن وامان قائم کرنے کے لئے اپنی بہادر افواج کو روانہ کر سکتا ہے۔ جو وہاں کی مضر آب وہوا سے ایسے ہی محفوظ رہ سکتے ہیں۔ جیسے کہ خود باغی"۔

یہ بخوبی واضح ہو جائیگا۔ کہ اِن الفاظ میں لارڈ سالسبری نے مسٹر گلیڈسٹون کو اس سے بھی زیادہ سخت ملامت کی۔ جو کہ اُس نے اپنی نشست ہوس آف لارڈز میں کی تھی۔ مصور سلطان کی بادشاہت مُاس کا مذہب اسلام کا خلیفہ ہونا اور یہی وجہ اُس کی وہ طاقت جو وہ شمالی مصر کے وحشی قبائل پر رکھتا ہے۔ اس کی سپاہ کی بہادری اور شجاعت تمام امر تسلیم کئے گئے۔ اور اس بات کے ثبوت واضح دلائل کے بڑے زور سے پیش کئے گئے۔ کہ اب مصر کا امن وامان انگریزی سپاہیوں کی

زیادہ عرصے کے لئے نہ چھوڑا جاوے۔ بلکہ اُس کے اصلی حقدار آقا کے سپاہیوں کے سپرد کیا جاوے۔ طریقہ کارروائی جو نوٹ (مُراسلہ) میں دکھلایا گیا لبرل گورنمنٹ کی کل پالیسی کا عین اُلٹ تھا۔ یعنے اسکندریہ کی ۱۸۸۲ء والی چوک اور غلطی۔ اور اُس کے مابعد کے سلسلہ کارروائیوں میں سُلطان کے حقوق عمداً جان بُوجھ کر اور علانیتاً نظر انداز کئے گئے تھے ؎

صیغہ خارجیہ میں لارڈ گرینول کی موجودگی کے اخیری سال میں اِس پالیسی کی اَور بھی زور سے تعمیل کی گئی۔ فروری ۱۸۸۴ء میں ترکی سفیر مُتعینہ لنڈن نے لارڈ گرینول کو ایک مُراسلہ دیا جس میں سُلطان نے مصر کے شہنشاہ ہونے کی حیثیت میں صاف صاف لفظوں میں ظاہر کیا تھا۔ کہ مصر میں امن وامان قائم کرنے والا صرف وُہی ہے۔ اور باضابطہ طور پر درخواست کی۔ کہ مصر سے انگریزی فوج کے واپس ہٹلائے جانے کا بہت جلد بندوبست کیا جاوے۔ تا کہ اُس کی جگہ خود سُلطان کی افواج اُس کی کل ذمے واریوں کو اُٹھالیویں۔ اِس مُراسلے کے بعد دو اَور مُراسلے ۱۸۔ مارچ اور ۱۲۔ اپریل کو آئے۔ جن میں انگریزی گورنمنٹ پر سخت زور دیا گیا۔ کہ بابِ عالی سے مصر کی آئندہ حکومت اور سُلطانی افواج سے اُس کی آئندہ محافظت کے امور پر فیصلہ کرے۔ اِن تمام مُراسلات رڈ سپیچ کے جواب میں انگریزی صیغہ خارجیہ نے ایک بڑی مدبرانہ خاموشی اختیار کی۔ جس کی عجب بیانداز بے وقوفی کو لارڈ گارڈن نے جو اِس مقدمے کے واقعات کو لارڈ گرینول سے زیادہ جانتا تھا ۱۸۸۴ء میں صاف جتلا دیا۔ اور اُس نے بغیر لحاظ کئے صاف کہہ دیا کہ صرف تین ہزار ترکی سپاہ سے میں اِس کل معاملے کو باسانی طے کر سکتا ہوں۔ یہ امر جتلانا کوئی ضروری نہیں کہ اِس جان نثار آدمی کی رائے جسے اُنہوں نے موت کے لئے وقف کر دیا تھا، باقی دیگر تمام تجاویز کی طرح یہ تجویز بھی مسٹر گلیڈسٹون کی وزارت نے

بڑی حقارت کے ساتھ رد کردی گئی۔ گارڈن ہی گورنمنٹ انگریزی کا صرف ایک ملازم تھا جس کی تجاویز پر ٹھٹھا کیا گیا ہو۔ اور جس کی نصیحتیں نظر انداز کی گئی ہوں۔ ۸۔ دسمبر ۱۸۸۴ء کو سر ایولن بیرنگ نے لارڈ گرینول کو مندرجہ ذیل تحریر روانہ کی۔ "سوڈان میں انگریزی عملی مداخلت کے اخیر کارخاتمے میں بہت تھوڑا شبہ ہو سکتا ہے۔ اس سے نہ صرف مصر سے انگریزی افواج کے بالکل ہٹا لینے کی پالیسی بہت مشکل ہی نہیں۔ بلکہ میرے خیال میں جہاں تک کہ موجودہ قرن سے تعلق ہے۔ بالکل ناممکن ہو جاوے گی۔ لیکن اس میں یہ بڑا خطرہ ہوگا کہ واقعات کی ضرورت کے باعث ہمیں دریائے نیل کے اس بڑے لمبے وادی کے بہت بڑے حصے پر مستقل مدامی یا نیم مدامی برٹش حکومت قائم کرنی پڑ جاوے گی"۔ اس کے جواب میں لارڈ گرینول نے جواب دیا۔ کہ گورنمنٹ سر ای بیرنگ سے بالکل غیر متفق ہے؎

جون ۱۸۸۵ء میں سلطان کی طرف سے ایک اور مراسلہ کے پیش ہونے پر نازک حالت درجہ اتم تک پہنچ گئی جس میں سلطان نے معاملات کی ایسی حالت سے سخت ناراضگی ظاہر کی۔ اور اپنے اقتدار کو قائم رکھنے اور اپنے ممالک محروسہ میں خود اپنی فوج روانہ کرنے کے ذریعے سے امن و امان کو قائم رکھنے کی خواہش پر بہ نسبت پہلے کے زیادہ زور دیا۔ یہ اسی مراسلے کا جواب تھا کہ لارڈ سالسبری نے سر ہنری ڈرمنڈ ولف کے مشن کو مندرجہ بالا ہدایات دے کر ماہ اگست آئندہ میں روانہ کیا؎

سلطان کے ساتھ پہلی ملاقات میں اس خاص سفیر نے کہا کہ اس کے مشن کا اعلیٰ مقصد یہ ہے۔ کہ مصر کے انتظام حکومت کو پھر دوبارہ درست کیا جاوے اور ساتھ ہی سلطان کے حقوق کو پوری طرح تسلیم کیا جاوے۔ اس مشن کا پہلا نتیجہ

مصر میں دونوں سلطنتوں کی طرف سے کمشنروں کو روانہ کرنے کے لئے عہدنامے کا بتاریخ ۲۔ اکتوبر ۱۸۸۵ء مکمل ہونا تھا۔ جن کا کام ہو کہ معاملات کی موجودہ حالت کو بغور تحقیق کر کے بمشورۂ خدیو خوشحالی اور مدامی بہتری کے وسائل جو سرحد کے استحکام اور مصری گورنمنٹ کے مستقبلہ قیام پر مبنی ہوں سوچ کر اُن سے اطلاع دیں۔ اِس عہدنامے کی شرائط پر عمل ہو جانے پر ایک اور عہدنامہ برٹش فوج کے بالکل قطعی واپس ہٹلائے جانے کے لئے تیار کیا جاویگا۔ ڈرومنڈ وُلف انگلش کی طرف سے کمشنر مقرر ہوا۔ اور اُس نے اپنی کارگزاری کی اخیری رپورٹ میں سچائی سے ظاہر کر دیا۔ جو کہ اس کی گورنمنٹ کا اِس تمام کارروائی میں خواہش و مدعا کا اصلی مقصد تھا ؃

"اُس نے کہا در انگلستان کے لئے سب سے پہلے قابل غور امر ہندوستان کے لئے آزاد آمد و رفت کی ضرورت ہے۔ یہ امر صرف اطمینان بخش پولیٹیکل حالتوں۔ حملہ آور شورشوں سے آزادی اور رعایائے مصر کی اطاعت اور عمدہ انتظام حکومت سے حاصل ہو سکتا ہے اور قائم رہ سکتا ہے" ؃

مندرجہ بالا تحریر کا لکھنے والا ٹرکی کے کُل دوستوں کے شکریہ کا مستحق ہے۔ اِس وجہ سے اُس نے صاف بتا دیا کہ دہقانوں کی خوشحالی اُس کے ملک کی صرف آخری غرض ہے۔ اور نیز اِس وجہ سے کہ اُس نے انگلستان کے خیالی پلاؤ پکانے والوں اور پولیٹیکل عالمان خود فروش کو یہ بتا دیا کہ "مصر میں دوسرے ملکوں کے آئین و قوانین سوائے بعض شاذ صورتوں کے کارآمد نہیں ہو سکتے"۔ ہم سفارش کرتے ہیں۔ کہ سر ہنری ایلیٹ اس مدبرانہ ریمارک پر ذرا غور کریں ؃

دعاوی فرانس کے متعلق سفیر کے اشارات کو ہم ایسا پسند نہیں کرتے۔

وہ اِس علاقے کے اُس حصّے کو جو اُس نے نہر سویز میں لیا تھا۔ بہت ہی بڑھا چڑھا کر بتلاتا ہے۔ کیونکہ اگرچہ اُس کا اصلی بانی مبانی (نہ کہ انجنیر جیسا کہ اکثر آدمی خیال کرتے ہیں) ایک فرانسیسی ہی تھا۔ اور کام کی تکمیل میں جو سرمایہ خرچ ہوا اُس کا بہت بڑا حصّہ فرانس والوں کا تھا۔ تاہم یہ صرف ایک تجارتی کام تھا۔ اور اِس میں فرانس کا حق کسی طرح کوئی ایسا بڑا نہیں۔ کہ صرف وُہی مطالبات اور منافعوں کو باقاعدگی سے ٹھیک وقت پر حاصل کرے۔ (اِس وقت انگلستان میں اُس کے حصص کی بے شمار تعداد ہے کہ اگر اُن کو حصص مملوکہ گورنمنٹ سے ملایا جائے۔ تو صرف بحیثیت حصہ داری بھی انگلستان کے تعلقات اُس سے زیادہ ہیں) ہاں البتہ یہ قدرتی بات ہے کہ ایسی خودستا قوم اِس لحاظ سے معذور ہے۔ کہ اِتنے بڑے کام کی ابتدا اُس کے ہی ایک باشندے سے لگی ہے۔ مگر یہ امر مصر کے معاملات میں دست اندازی کرنے میں فرانس کے دعاوی کو قائم رکھنے میں قانونی تعلقات باہمی کے اندر کوئی وقعت نہیں رکھتا:

ہائی کمشنر اب ذرا درست ہے۔ جبکہ وہ فرانس کے حقوق کو انگلستان کے ساتھ شریک رہنے کے لئے اُس شراکت پر بنا کرتا ہے۔ جو اُسے اِتنی مدت تک مشترکہ انتظامِ کاروبارِ سلطنت میں حاصل رہی تھی۔ اور جو گولہ باری اسکندریہ کے وقت ختم ہوگئی۔ جبکہ فرانسیسی امیر البحر نے یہ نہ جانا کہ صُلح کے وقت دو عملی نگرانی سے جنگ کی حالت میں بھی متفقہ کارروائی مراد ہے۔ لیکن حاصل کلام اِس امر کے ثابت کرنے میں کہ فرانسیسی حقوق کی باقاعدہ سرکاری موجودگی مصر میں ویسی ہی درست ہے۔ جیسی انگلستان کی۔ سرڈرمنڈ وُلف ایسا بہت کامیاب نہوا۔ اِس وجہ سے وہ یہ بھی تو ثابت نہ کرسکا کہ وہاں انگلستان کا بھی کوئی کسی طرح کا حق ہے۔ سوائے اِس کے کہ نہر کے آمدورفت اسباب بیوپار کے

تین حصے کی مالک ہے جو برٹش انڈیا اور دیگر مقبوضات کو جاتے ہیں۔ اور چونکہ انگلستان کو مصری گورنمنٹ کی طاقت پر باوجود سلطان کے بھروسہ نہیں۔ کہ وہ نہر کو فوجی حملے سے محفوظ رکھے۔ یا دوسرے لفظوں میں۔ اس کو بالکل بحالت امن قائم رکھ سکے۔ صرف اسی لئے وہ اب تک ایسی پالیسی پر چلے چلنے کے لئے زور دیتا ہے۔ جو اس کے پرانے مددگار کو بیگانہ بنا رہی ہے اور اپنی رعایا پر کروڑوں روپئے کے خرچ کا بوجھ ڈال رہی ہے۔ اور جو دوسری یورپین (فرانس) طاقتوں کی بدگمانی اور رشک پیدا کرنے کے سبب۔ علاوہ ازیں ہم ایک نہ ایک دن اس کے خون کے کئی سمندر بہا دیگی۔ لیکن براہ راست روم قاطع طور پر ثابت کرسکتا ہے۔ کہ وہ اس غرض کے حاصل کرنے کے لئے کافی مضبوط اور واقفکار ہے جس سے انگلستان کی سپاہ اور انگلستان کے عہدیداروں کا مصری سرزمین پر ایک گھنٹے کے لئے بھی اُو ٹھہرنے کے حق کا نام و نشان قطعاً اور مطلقاً نہ ہے۔ ہاں خدا ہو کہ شاید ایسے وقت میں اپنے صیغہ مال کے مفاد اور معدلت عامہ کے بہتر انتظام کے لئے یورپین عہدیداروں کی ایک خاص تعداد رکھنی چاہئے۔ مگر انہیں اس کے تابع فرمان اور ان شرائط کا پابند رہنا پڑیگا۔ کہ گویا وہ مصری نژاد ہیں؛

اب صرف اُن بعض چند عام خیالات کا درست کرنا باقی ہے جو ہنری ولف کے مشن کی آخر کار ناکامیابی اور سلطان کے اینگلو ترکش عہدنامہ مئی ۱۸۸۷ء کی منظوری سے انکار کرنے کے بواعث کے بارے میں مشہور ہو رہے ہیں۔ اکثر انگریزی اخبار نویسوں اور دوم درجے کے مدبروں کے خیال میں اس کے انکار کا باعث صرف دُوَلِ عظام کی سازشیں تھیں۔ جو انگلستان کے رسوخ سے رشک کھاتی تھیں نہ کہ محض سلطان کی خود اپنی آزادرائے۔ یہ جو خیال کیا گیا ہے۔ کہ ہائی کمشنر کی ایسی معتزز اور فائدہ مند شرائط کے پیش کرنے پر عبدالحمید ضرور خوشی سے جامے میں پھولا نہ

سمایا ہوگا۔ اور نیز یہ کہا جاتا ہے۔ کہ روس و فرانس نے دھمکی و خوشامد سے سوفسطائیوں کے مذہبی تعصب کو یاد دلایا۔ اور علماء کی پُر جوش حُبّ وطن کی طرف اشارہ کر کے اُس سانحے کا مہیب ذریعہ یاد کرایا جو عبدالعزیز کو پیش آیا تھا۔ بہت سی تکلیفوں اور التواء کے بعد سلطان کو (جو ایک خلیق مگر کمزور اور نامستقل مزاج آدمی ہے) اِس پر اُکسانے میں کامیاب ہوئے۔ کہ وہ ایسے معاہدے پر دستخط کرنے سے انکار کر دے جس کے رو سے ایک غیر سلطنت کو اُس کے ایک صوبے میں بمرضی خود جب چاہے فوجی مداخلت کرنے کا حق باضابطہ طور پر مل جائے؛

اِن خیالات پر عقل سلیم کی روشنی کی بہت ہی تھوڑی سی شعاعیں پڑنے سے اُن کا صدق و کذب بخوبی واضح ہو جائیگا؛

فرانس اور روس کو اِس عہدنامے کی تصدیق کئے جانے کی مخالفت کرنی چاہیے تھی۔ اور اُنھوں نے کی۔ جو ایک امر واجبی ہے۔ اور بطور امر مسلمہ مان لی جاتی ہے۔ سلطنت فرانس کا وادی نیل پر انگلستان کے رسوخ و بحال اُس کے بے انداز حد تک بڑھتے جانے کا رشک کرنا اور اِسی لئے انگریزی سفارت کے پہنچنے میں رکاوٹ ڈالنا ایک امر واجبی اور اُس کا فرض ہے۔ اور روس کی انگلستان کے ساتھ مشرقی امور پر قدیمی ضرب المثل رقابت۔ اور ایم۔ ڈی مونٹیبیلو اور نیلیڈاف کی متحدہ کوششیں کافی باعث ہیں۔ لیکن اِس امر کو کہ یہ مخالفت صرف سلطان کی ناستقل مزاجی اور کمزور طبیعت کے باعث کامیاب ہوئی۔ کوئی ایک شخص بھی جو پچھلے دس سال کے واقعات کو یاد کر سکتا ہے ہرگز نہ مانیگا۔ ایسے شخص کی نسبت یہ کہنا کہ وہ خلیق و ہر دلعزیز مگر کسی قدر بہت ہی غیر مستقل مزاج ہے" جس نے ۱۸۸۰ء میں ایک بے شمار فوجی طاقت کے حملے کی دھمکی اور ہر ایک رفیق و مددگار کے کنارہ کر جانے کے وقت بھی بغیر لڑائی کے اخیری فیصلے کے کسی اور فیصلے پر اپنے ملک و حکومت کے ایک ذرہ بھر

بھی دینے سے انکار کیا تھا۔ اور جس نے اپنے دار الخلافے کو چھوڑنے اور اپنے مقام کو ترک کر دینے سے قطعی انکار کیا تھا۔ جبکہ فوج مخالف اُس کے دروازوں تک پہنچی ہوئی تھی اور اُس کے وزیر سراسیمہ و پریشان زرد رُو ہو کے فوراً بھاگ جانے کو کہہ رہے تھے۔ ایک مجنونانہ بکواس سے کم نہیں۔ جو لوگ قسم قسم کے واہیات خرافات بکتے اور لکھتے ہیں۔ جیسا کہ یہ ہے۔ اُن کو منطقی "قانون اختصار" یاد کرنا چاہیئے۔ جس کا یہ مطلب ہے۔ کہ سادہ سے سادہ شرح جو ایک امر واقعہ کے لئے کافی ہو وہ ہے جو عوام الناس میں مقبول اور پسندیدہ ہو جاوے۔ اور عہد نامے اور اُس کے ماقبل کے واقعات کو ذرا غور سے دیکھنے اور سمجھنے پر ایک بے تعصب و دانا و بینا مدبر کو معلوم ہو جاویگا۔ کہ سلطان کی نامنظوری کے لئے اَور بھی بہت سی وجوہ تھیں۔ خواہ روس و فرانس کے وُکلا اپنی نصیحتوں کو اپنے ہی پاس رہنے دیتے ؛

ناظرین میں سے کسی ایک متدین اور صاف باطن کو ایک لحظے کے لئے سلطان کی جگہ پر بیٹھ کر اِس واقعہ کو اُس کی آنکھوں سے دیکھنے دو۔ یہ یاد ہوگا۔ کہ ۱۸۸۵ء میں سلطان انگلش گورنمنٹ پر اِس بات پر زور دے رہا تھا۔ کہ وہ مُعاملاتِ مصر کو اپنے ہاتھ میں لینا اور برٹش سپاہ کی جگہ اپنی سپاہ قائم کرنا چاہتا ہے۔ اِن خواہشوں کو مسٹر گلیڈسٹون کے وُزرا نے حقارت سے دیکھا۔ لیکن جب لارڈ سالسبری اِس عہدے پر ہوا۔ تو اُس نے پھر سلسلہ جُنبانی کی۔ جس کا ظاہراً یہ مدعا تھا۔ کہ جہاں تک ممکن ہو سلطان کی عرصہ مدید کی خواہشوں کو پورا کیا جاوے۔ اور اِس لئے کہ یہ تغیر دفعتاً نہ واقع ہو۔ تحقیقات کرنے کے لئے عہد نامہ کیا گیا۔ اور چونکہ وہ بہرِ نہج چند ماہ رہیگی۔ اِس اثنا میں تغیر کی تیاری کے لئے دونوں سلطنتوں کو معقول وقفہ مِل جائیگا۔ مگر یہ وقفہ دو سال کا عرصہ تھا۔ اور اِتنے عرصے کے بعد سلطان کو یقیناً یہ اُمید کرنے کا حق کچھ تو تھا۔ کہ جب آخر کار مُعاہدہ پیش ہوگا۔ تو اُس

میں اس کے حقدار حکومت و سلطان ہے کے قیام اور برٹش افواج کی واپسی کی بجنسہ اور محدود شرائط ضرور درج ہونگی ۔ مگر برخلاف اس کے اس کو کیا یہ معلوم ہوا ؟ کہ نہر سویز کی آزاد جہازرانی کی عمدہ ترین مضبوطی کے لئے (جو آزادی ۔ یہ یاد ہے کبھی ذرا بھر معرضِ خطر میں نہیں ہوئی) ایک اور قول واقرار کا معاہدہ کئے جانے کے بعد بھی مندرجہ ذیل فقرے بڑھے گئے :-

(۱) چونکہ سوڈان کی حالت بدنظمی اور مصر میں پولیٹیکل حوادثات کے باعث تکالیف حائد ہونے کی وجہ سے کچھ عرصے کے لئے یہ امر ضروری ہے ۔ کہ سرحد کا استحکام اور مصر کے اندرونی امن وامان کے لئے معمولی احتیاط برتی جائے ۔ اس لئے ملکہ معظمہ کی گورنمنٹ ملک کی جنگی حفاظت اور طاقتِ فوجی کی نگرانی و اہتمام کریگی ۔

(۲) اس مطلب کے لئے وہ مصر میں برٹش افواج کی ایک تعداد جو ضروری خیال کیجاوے قائم رکھے گی ۔ اور مصری افواج کا عام معائنہ کرتی رہیگی ۔ وہ شرائط جو واپسی برٹش افواج اور مصری افواج پر انگریزی گورنمنٹ کی نگرانی کے خاتمے کے متعلق ہیں اس عہدنامے کے پانچویں فقرے کی شرائط کے مطابق پوری کیجاویں گی ۔

اب وہ فقرے جن کے نیچے ڈیش ہے ۔ کم از کم بالکل گول مول اور ذومعنی ہیں ۔ اور برٹش گورنمنٹ کو ہر ایک طرح کے کسی خاص امر کے کرنے پر محیط ہیں ۔ اور جو کہ سوڈان کی حالت بدنظمی کا ذکر کیا گیا ہے ۔ وہ اس کے ماقبل کے دو سال کی حالت سے زیادہ بری نہ تھی جبکہ لارڈ سالسبری نے یقیناً بیان کیا تھا کہ اب سلطان کی حکومت اور سلطان کی سپاہ بھی خوبی کے ساتھ عمدہ انتظام اور امن قائم کر سکتی ہے ۔ اب ۱۸۸۷ء میں یہ ضروری کیوں خیال کیا گیا کہ ابھی تک انگریزی سپاہ سرحد مصر کی حفاظت کرے ۔ اور یہ انگریز افسر افواج مصر کی کمان کریں ۔

فقرۂ پنجم جس کا حوالہ دیا گیا ہے ۔ فقرۂ چہارم سے کچھ زیادہ اطمینان بخش

نہ تھا۔ اِس کے مُطابق افواج کے قابض رہنے کی اقل مدت تین سال تھی جس کے ساتھ یہ بھی ضروری شرط تھی۔ کہ اگرکسی اندرونی یا بیرونی خطرے کے عائد ہونے سے مصر چھوڑنے کا التوا ضروری ہو جاوے۔ تو دفع خطرہ قابض رہینگے اور اِس واپسی کے بعد بھی دو سال تک افواج زیر انگریزی نگرانی رہینگی۔ یہ بہت ہی بُرا تھا۔ مگر فقرے کے آخری حصّے میں ایسی شرط تھی جس کے باعث سلطان کا اِس عہد نامے کو منظور کرنا بالکل ہی ناممکن تھا۔ اِس میں یہ بھی تھا۔ کہ اگرکسی بیرونی حملے کا ڈر ہو یا اندرونی امن و امان میں خلل پڑ جائے۔ یا خدیو مصر اپنے شہنشاہ کے حقوق اور اپنے معاہدوں کی ذمہ داری کو ادا کرنے سے انکار کرے تو عثمانی گورنمنٹ کو مصر میں فوجی قبضے کا اختیار ہوگا۔ مگر ساتھ ہی ایسی ضرورتوں کے وقت انگلستان کو بھی مساوی حقوق حاصل ہونگے؛

بیشک بذاتہ یہ دونوں فقرے کافی ہیں۔ کہ بغیر اس قسم کی شرح ڈھونڈھنے کے کہ فرانس نے دھمکی دی یا روس نے ایسا مشورہ دیا۔ سلطان کے عہد نامے کو تصدیق کرنے کے انکار کا باعث ہوں۔ ملکہ معظمہ کی گورنمنٹ نے اپنے سفیر کی واپسی کے وقت سے کر اب تک ایسا رویہ اختیار کیا ہوا ہے۔ کہ جس سے مسئلہ مصر کی ایک ایسی بُنیاد پر جس پر اس کا کامل انتظام ہونا منحصر ہو۔ جلد ہی طے ہونے کی کوئی اُمید نہیں پائی جاتی۔ بلکہ برخلاف اِس کے انڈر سکرٹری آف سٹیٹ نے ہوس آف کامنز میں اپنی جگہ سے سپیچ کرتے ہوئے یہ کہا۔

ہماری حالت ایسی ہی ہے جیسی کہ تھی۔ سوائے اِس کے کہ ہم نے اُس تمام وقت اور روپئے کا فائدہ اٹھا لیا ہے۔ جو کہ روم کے ساتھ دوستی اور ہماری نیک نیتی ظاہر کرنے میں خرچ ہوا۔ اور اُس نے بڑی وضاحت سے بیان کیا کہ روم نے تسلیم کر لیا ہے کہ انگلستان مصر میں خاص حقوق رکھتا ہے۔ اور

وہ مصر میں سلطان کی پوری مرضی اور اجازت سے ہے۔ کہ عبدالحمید نے جو بار بار بیان کیا ہے۔ کہ مصر میں میرے شاہی حقوق ایک لحظے کے لئے بھی زائل نہیں ہوئے اور یہ کہ وہ صرف فوجی دست اندازی سے دبا ہوا ہے۔ اور وہ انگریزی فوج کی مسلسل موجودگی کو باہمی تعلقات کے قانون کی ایک فاش خلاف ورزی جانتا ہے۔ اس بیان کو جو انڈر سکرٹری نے کیا تھا بجائے سچ ہونے کے ایک سفارتی چالبازی سمجھنی چاہیئے ؛

درحقیقت نہر کی حفاظت کے متعلق تمام بکواس بالکل بیہودہ اور غیر ضروری ہیں ؛

۵۳ نہر سویز جو بحیرہ روم کو بحیرہ قلزم سے ملاتی ہے۔ بندر سعید یعنی دمیاط دہانہ نیل سے ۹۰ میل شرق سے شروع ہو کر خاکنائے سویز کے برابر برابر جھیل زلہ۔ البلح اور تاش (جس کے سواحل پر اسماعیلیہ آباد ہے) اور جھیلہائے آب تلخ سے گزر کر سویز تک جاتی ہے۔ اس کی کل لمبائی ۱۰۰ میل ہے۔ اس کی اصلی غرض اس قدر نہیں کہ دو جہاز ایک دوسرے سے گزر سکیں۔ مگر بہت سے مواقع پر ایسے گوشے موجود ہیں کہ دو جہاز اس جگہ آپس میں ایک دوسرے سے گزر سکتے ہیں اور راستہ کے طے کرنے میں آسانی اور سرعت پیدا ہو جاتی ہے۔ جہاز جو ۴۲۰ فیٹ لمبا اور ۲۵ فٹ پانی میں چل سکتا ہے۔ نہر میں سے بآسانی گزر سکتا ہے۔ یہ نہر ۱۷ نومبر ۱۸۶۹ء میں پہلے پہل جہازرانی کے لئے کھولی گئی۔ ۱۸۷۰ء سے ۱۸۷۹ء تک تعداد جہازات جو اس میں سے گزری بہ تفصیل ذیل ہے :-

سنہ	تعداد	وزن ٹن	سنہ	تعداد	وزن ٹن	سنہ	تعداد	وزن ٹن
۱۸۷۰ء	۴۹۱	۴۳۶۶۱۸	۱۸۷۴ء	۱۲۶۴	۲۴۲۳۶۲۲	۱۸۷۸ء	۱۵۹۳	۳۲۹۱۵۱۵
۱۸۷۱ء	۷۶۱	۷۶۱۸۷۵	۱۸۷۵ء	۱۴۹۴	۲۹۴۰۷۰۸	۱۸۷۹ء	۱۴۷۷	۳۲۳۶۹۴۲
۱۸۷۲ء	۱۰۸۲	۱۴۳۹۱۶۹	۱۸۷۶ء	۱۴۶۱	۲۰۹۵۸۷۰	..	..	..
۱۸۷۳ء	۱۱۷۱	۲۰۸۵۲۷۰	۱۸۷۷ء	۱۶۵۱	۲۳۵۱۵۰۶			

(دیکھو بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ پر)

اِن سب بیانات پر غور کرنے کے بعد یہ خندق جس کو ایم - ڈی - لیسپ نے کھودا ہے - کسی طرح بھی انگلستان کی اپنی مشرقی سلطنت کے ساتھ آمد و رفت

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) - ۱۸۷۹ء میں ۱۱۴۴ جہاز انگریزی - ۳۰۹ فرانس کے - ۱۹ ہالینڈ کے - ۱۰۵ اٹلی کے - ۴۰ آسٹریا کے ۷۶ جرمنی کے - ۲۵ ہسپانیہ کے اور باقی دیگر ممالک کے تھے ؛

نہر سویز پر اصل خرچ ۱۷۵۱۸۷۲۶ پونڈ ہوا - مگر ۱۳۶۰۰۰۰ پونڈ کی دستاویزات قرضہ جو سود اور منافعوں کے بقایوں کی جاری کی گئی ہیں اِس رقم سے علیحدہ ہیں - ۱۸۷۹ء کے اخیر میں سرمائے کا حساب بدیں تفصیل تھا - (۱) چار لاکھ حصص فی حصہ ۲۰ پونڈ ۸۰۰۰۰۰۰ پونڈ - (۲) ۳۳۳۳۳ آبلی گیشن (ذمہ واریاں) فی ۲۰ پونڈ - مگر ۱۲ پونڈ پر بشرح ۵ فی صدی جاری کی گئیں اور ۱۰۰ فی صدی پر واپس لیجاویں گی ۶۶۶۶۶۶۰ - (۳) ۲ لاکھ ۳۰ سالہ دستاویزات قرضہ ۴ پونڈ پر فی صدی جاری کی گئیں مگر فی ۵ پونڈ پر واپس لی جاوینگی - سود ۸ فی صدی ۴ پونڈ پر قیمتی ۱۰۰۰۰۰۰ پونڈ بعد وضع کمی ۸۰ ہزار دستاویزات جو نہیں فروخت ہوئیں - یعنے ۴ لاکھ پونڈ ۶۰۰۰۰۰ - (۴) ۴ لاکھ دستاویزات مالیتی فی ۳ پونڈ ۸ شلنگ ۵ فی صدی سود پر نادا شدہ منافع حصص کے لئے قرض ہیں - اور اسی قیمت پر واپس لیجاویں گی ۱۳۶۰۰۰۰ ؛

مندرجہ بالا ۴ لاکھ حصص میں سے ۱۷۶۶۰۲ پہلے خدیو کے ملک میں تھے - مگر نومبر ۱۸۷۵ء میں انگریزی گورنمنٹ نے بمقابلہ ۳۹۷۶۵۸۲ پونڈ اُن کو خرید لیا - سویز کنال کمپنی کے معاہدات کی رو سے خالص ۵ فی صدی سالانہ کے منافع سے جس قدر بچت ہو وہ بحصص ذیل تقسیم ہوگی (۱) ۱۵ فی صدی مصری گورنمنٹ کو - (۲) ۱۰ فی صدی بانیوں کے حصص کو - (۳) ۲ فی صدی ملازمان کمپنی کے بیماروں کے واسطے - (۴) ۷۱ فی صدی ۴ لاکھ حصص کو بطور منافع - (۵) ۲ فی صدی مینیجنگ ڈائرکٹروں کو ؛

کمپنی کو ۱۸۷۰ء سے ۱۸۷۹ء تک جہازوں کے محصول سے مندرجہ ذیل آمدنی ہوئی :-

۱۸۷۰ء ۲۰۶۳۷۲ پونڈ - ۱۸۷۱ء ۳۵۹۷۴۸ پونڈ - (دیکھو بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ پر)

کے لئے ضروری نہیں۔ حالت امن میں اُس کی آزاد جہاز رانی کے بارے میں تو کوئی سوال ہی نہیں۔ اور جنگ کے موقعے پر ہم اِس راستے سے ہندوستان پہنچنے پر اعتبار کر ہی نہیں سکتے۔ نہ ہی بیشمار فوج زمین پر اور نہ ہی سمندر میں بیشمار بیڑہ جہازات اُس کے کسی ایک تنگ تر موقعے پر بے ایمانی سے ایک کشتی کو غرق کئے جانے سے روک سکتے ہیں جس سے یہ راستہ بالکل ایسا مسدود ہو جاویگا۔ گویا کہ اُس کے کنارے ایک دشمن فوج کے قبضے میں ہیں۔ اور اب اِس وقت بھی اِتنے بڑے بھاری محصولوں اور متواتر بڑے بڑے وقفوں کے ہوتے ہوئے جو کہ جہاز رانی میں وقوع ہوتے ہیں۔ یہ ایک سوال طلب بات ہے کہ کیا یہ نہر دُنیا کی تجارت کے واسطے ایسی ہی بڑی مفید ہے۔ جیسا کہ عام خیال کیا جاتا ہے ؛

کُل دُوَل عظام اِس ایک بات کو جانتی رہیں۔ کہ عبد الحمید کے دستخط کبھی کسی ایسے کاغذ پر ثبت نہیں ہونگے۔ جو مصر میں اُس کے شاہی حقوق کو کسی طرح غصب کرے۔ اور ہر ایک سلسلۂ نامہ و پیام جو اس مستقل ارادے کو نظر انداز کرے وہ ضرور بہت بُری طرح سے ناکامیاب ہوگا ؛

ہم اُمید کرتے ہیں کہ انگریزی قوم اپنے حاکموں [۳۴] سے زیادہ عقلمند بنیگی۔ اور

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ): سنہ ۱۸۷۲ء ۶۵۶۳۰۴۳ پونڈ۔ سنہ ۱۸۷۳ء ۹۱۵۸۹۲۶ پونڈ۔ سنہ ۱۸۷۴ء ۹۹۴۳۷۴ پونڈ۔ سنہ ۱۸۷۵ء ۲۶۱۱۵۰۴۵ پونڈ۔ سنہ ۱۸۷۶ء ۹۹۱۹۸۹۱ پونڈ۔ سنہ ۱۸۷۷ء ۶۴۷۹۰۱۳۱ پونڈ۔ سنہ ۱۸۷۸ء ۴۶۱۲۵۱۶۹ پونڈ۔ سنہ ۱۸۷۹ء ۴۱۹۰۰۵ پونڈ۔ سنہ ۱۸۸۰ء میں کُل طرح کی آمدنی ۶۶۱۲۳۷۹ پونڈ ہوئی اور کُل خرچ ۱۲۲۳۹۲ پونڈ ہوا۔ سنہ ۱۸۸۰ء میں حصے داروں کو ۵ فی صدی سنکنگ فنڈ میں جمع کرنے کے بعد ۸۷۴۷ فی صدی منافع ملا ؛

[۳۴] آجکل سُلطان المعظم انگریزی گورنمنٹ پر مصر خالی کر دینے کے لئے بڑا زور دے رہے ہیں اور روس و فرانس سُلطان کو برانگیختہ کر رہے ہیں جس سے دونوں سلطنتوں میں (دیکھو بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ پر)

اور جب اُن کے اپنے گھر کے معاملے یعنے آئرلینڈ کی مشکلات با آسانی طے ہو جاوینگی تو اس بات پر زور دیگی کہ انگلستان کی فوجیں اور زبان اُن ذمہ داریوں کے پورا کرنے کی کفیل نہ سمجھی جاویں۔ اور مجبور نہ کی جاویں جن کو ایک اَور شخص (سلطان) بڑی آسانی سے اٹھا سکتا ہے۔ اور اپنے وکلاء کے ذریعے سے درخواست کریگی۔ کہ سلطان کو اجازت دیجاوے کہ وہ اپنے سادہ اور صاف وسائل کو ترویج دیوے جو امن وامان کے قیام اور بہتری اور خوشحالی کو قائم کرنے کے لئے نہائت ضروری ہیں۔ اور یہ کہ اس طرح مصر کی اس طول طویل تاریخ کے تاریک اندھیرے میں روشنی نمودار ہو ۔

باب پنجم

بلگیریا[۳۵]۔ اور اُس کی حالت

جنوب مشرقی یورپ کی موجودہ پولیٹیکل حالت کا ذرہ سا بھی بیان کرنا بلگیریا کی

(بقیہ نوٹ صفحہ گذشتہ) :- کچھ کشیدگی پیدا ہو رہی ہے۔ خدا کرے کہ یہ معاملہ دونوں سلطنتوں میں باامن وامان اور صلح وصفائی سے طے ہو جاوے۔ جولائی ۱۸۹۳ء میں خدیو عباس قسطنطنیہ میں حضرت شوکت مآب سلطان المعظم کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ جس کی تعبیر بعض جگہ یہ کی گئی تھی کہ خدیو چاہتے ہیں کہ مصر کو انگریز خالی کر دیں اور سلطانی فوج وہاں بھیجی جاوے مگر ابھی اس ملاقات کا کچھ راز نہیں کھلا ۔

[۳۵] بلگیریا۔ ۱۸۷۸ء تک یہ صوبہ براہ راست گورنمنٹ ٹرکی کے ماتحت رہا۔ جنگ

(بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ)

گزشتہ دس سال کی تواریخ خواہ کیسی ہی مختصر کیوں نہو تحریر کئے بغیر ناممکن ہے اور اسی لئے باوجود کئی امور کے مکرر بیان کئے جانے کے اندیشے کے مَیں عہدنامہ سین سٹی فانو کے دستخط ہوجانے کی تاریخ سے شروع کرتی ہوں۔ یہ مشہور کاغذ جوکہ برلن کے ایوان شوریٰ میں بہت کچھ کم و بیش ترمیم کیا گیا تھا۔ ایک مدبر کے لئے کم ازکم ایک بہت ہی قیمتی اور باوقعت قدر رکھتا ہے۔ اِس سے عثمانی سلطنت کے مفروضہ عیسائی صوبوں کی آخیری درستی کا روسی نمونہ صاف صاف معلوم ہوجاتا ہے۔ اگرچہ مَیں نے روسی نمونہ لکھا ہے۔ مگر

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) ء۔ روس کے بعد عہدنامہ برلن کے مطابق یہ ایک ماتحت اور آزاد صوبہ قرار دیا گیا جس کا انتظام حکومت مجلس وکلا اور ایک شہزادے کے سپرد کیا گیا۔ ۲۹۔ اپریل ۱۸۷۹ء کو اسمبلی نے پرنس اسکندر کو منتخب کیا۔ اور اس نے ۲۶ جون ۱۸۷۹ء کو عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ شہزادے کو ۰۰۰ ۲۴ پونڈ سالانہ اور ایک محل واقع صوفیا بطور وظیفہ کے ملا ہوا ہے۔ اِس ریاست کا رقبہ (۲۴۳۶۰) میل مربع اور آبادی ۰۰۰ ۱۸۵۹۔ آدمی کی ہے۔ ۱۸۸۵ء میں شہزادہ اسکندر نے مشرقی رومیلیا کو بھی اِسی ریاست میں ملا لیا۔ اُسی سال یہ تخت پر بٹھایا گیا تھا۔ اور اب ایک شہزادہ موسومہ پرنس فرڈیننڈ تخت پر متمکن ہے جس کو اب تک دول متمدنہ نے تسلیم نہیں کیا۔ اور سلطان المعظم نے بھی تاحال فرمان منظوری عطا نہیں فرمایا۔ مشرقی رومیلیا۔ عہدنامہ برلن کے مطابق یہ صوبہ سلطان کی براہ راست حکومت میں چھوڑا گیا۔ مگر اس شرط کہ اس کا گورنر عیسائی ہو۔ چنانچہ علیقو پاشا اس کا گورنر مقرر کیا گیا۔ ۱۸۸۵ء میں یہ صوبہ بغاوت کے سبب بلگیریا سے ملحق ہوگیا اور علیقو پاشا نکالا گیا۔ اب اس وقت یہ صوبہ پرنس فرڈیننڈ کے ماتحت صوبجات بلگیریا سے ملا ہوا ہے۔ سالانہ آمدنی ۴۴۴۹۰۰ پونڈ اور خرچ ۰۰۰ ۳۴۰ پونڈ ہے۔ اِس کا رقبہ ۱۳۵۰۰ میل مربع ہے اور آبادی ۱۷۵۰۱۳ بدیں تفصیل۔ بلغارین ۲۳۱۳۴۷۰۔ ترک ۲۲۵۱۶۔ خانہ بدوش ۵۲۴ ۱۹۔ یہودی ۱۴۷۷۔ ارمنی ۱۳۰۶ ہیں۔ شہر فلپ پولی اس کا دارالخلافہ ہے جس کی آبادی ۲۴۵۰۲ بدیں تفصیل ہے۔ بلغارین ۱۰۹۰۹۔ ترک ۵۵۵۸۔ یونانی ۱۸۱۴۔ یہودی ۱۴۳۴۔ ارمنی ۸۰۲۔ اور

بھی روسی زار کا خیالی نمونہ کہنا چاہئے تھا۔ کیونکہ مطابع کی ایسی بندش اور آزادی تحریر کی عدم موجودگی میں روسی قوم کے اصلی خیالات معلوم کرنے بہت مشکل ہیں۔

مابین عہدنامہ سین سٹی فانو اور عہدنامہ برلن کے جس قدر اختلاف ہے اس کی اصل یہ اختلاف ہے کہ روس یہ مانگتا تھا۔ اور یہ منظور کرنے پر وہ اس وقت کے لئے مجبور کیا گیا ؛

عہدنامہ سین سٹی فانو کا چھٹا فقرہ یہ تھا:۔

"بلگیریا ایک آزاد باج گزار صوبہ بنایا جائے۔ جس کی گورنمنٹ عیسائی ہوگی اور قومی بے قاعدہ فوج بھی ہوگی۔ اس ریاست کی آخری حدود شاہی روسی فوج کے رومیلیا خالی کرنے سے پہلے ایک روسی ٹرکی کمیشن مقرر کریگی" ؛

اسی فقرے میں نئی ریاست کی حدود کا خاکہ بھی دیا گیا تھا۔ اور ان حدود میں وہ تمام ملک جو شمال کی طرف دریائے ڈنیوب سے لے کر جنوب کی طرف بحرالجزائر تک ہیں شامل تھا۔ مغربی حد سرحد سرویا اور البانیا تھی۔ اور مشرقی حد بحیرہ اسود۔ اور چونکہ اس عہدنامے کی دیگر شرائط کے مطابق سرویا اور مانٹی نگرو کو بھی بالکل آزادی مل گئی تھی۔ اور مقامی انتظامی خودمختاری بوسینیا۔ ہرزیگوینیا کو عطا کی گئی تھی۔ اگر یہ عہدنامہ فسخ نہ ہوتا تو اس کا اثر سلطان کی حکومت پر یہ ہوتا کہ وہ ایک چھوٹے سے مثلث تک محدود ہو جاتی جس کے تینوں زاویے ایڈریانوپل۔ گیلی پولی اور قسطنطنیہ ہوتے ؛

یہ ہمیں نے پہلے کسی جگہ ذکر کیا ہے۔ کہ روس بجائے ظاہری حملے کے سرنگ بازی اور نقب زنی کی پالیسی کو پسند کرتا ہے۔ اور اس پالیسی پر وہ لڑائی سے کئی سال پیشتر سے برابر مستعدی اور استقلال سے چلتا رہا تھا۔ برسوں سے اس نے بلگیریا والوں کو یہ پٹی پڑھانے کے لئے پولیٹیکل ایجنٹوں کی ایک فوج کی

فوج بھرتی کی ہوئی تھی۔ کہ وہ ایک نیشن (قوم) ہیں۔ اور اسی لئے انہیں یونانیوں یا ترکوں سے بالکل علیحدہ مستقل قیام کا حق ہے۔ مگر بشرطیکہ سلیو اقوام کے سرگروہ روس سے ایسا کچھ جدا نہو۔ پس جبکہ زار کے وزراء نے عہد نامہ سین سٹی فانو تحریر کیا۔ تو اُن کو یہ توقع کرنے کا حق تھا۔ کہ بلگیریا کے باشندوں میں روسی خیالات ایسے دخیل ہو گئے ہیں کہ عہد نامے میں نئے صوبے کے قائم کئے جانے کی شرطوں میں کوئی مشکل امر واقع نہو گا۔ اِس لئے دفعہ ۷ میں یہ شرط قرار پائی۔ کہ "بلگیریا کا حکمران بلگیریا والے آزادی سے منتخب کریں جسے سلطان باجازت دیگر دوَل منظور کریگا۔ یورپ کے دوَل عظّام کے حکمران خاندانوں کا کوئی فرد بلگیریا کا شہزادہ منتخب نہو سکے گا۔" اِس عہد نامے کی کاٹ چھانٹ میں جو برلن میں واقع ہوئی۔ وہ فقرہ جِس میں نئے صوبے کی حدود کا کوہ بلقان سے پرے تک محیط ہونے کی شرط تھی بہت خراشا تراشا گیا۔ مگر شاید لارڈ بیکنسفیلڈ کے بِستر کے پاس اِس "دیانتدار دلال" کی نیم شبانہ ملاقات کے باعث شہزادہ بلگیریا کے انتخاب کے متعلقہ شرائط بالکل سالم رہنے دی گئیں۔ اِس شرط میں ایک دفعہ اَور زار نے وہی اپنے نام اور خاندان کی عام آزادی کے پیرائے کی ہر ایک چیز کے ساتھ موروثی سخت نفرت رکھنے کو ظاہر کیا۔ شاہی طریقہ حکومت کا بڑا ہی جان نثار عاشق اپنے بیان کی تائید میں صرف اُسی تاریخی قدامت پر سہارا لیتا اور تکیہ کرتا ہے۔ اور اُس پر کاربند ہونے کی صلاح اِس ذہین قوم (بلگیریا) کو دینے کے لئے جو کہ قومی دور میں اب ہی اُبھری ہو۔ اُس کو بالکل اسی ضرب المثل کا مصداق بناتا ہے ؎ اگر

شہ روز را گوید شب است ایں   بباید گفت اینک ماہ و پرویں

اور جبکہ بلگیریا نہ ہی اِس وقت اور نہ ہی اپنی تاریخ کے کسی زمانہ گزشتہ میں اپنے کسی شاہی سِلسِلہ خاندان کے بے اندازہ فوائد سے مستفیض ہوئی تھی۔ تو پھر کوئی وجہ نہ تھی

دستوراسے ملکی حکومت سے زار کی نفرت کے، کہ بلگیریا اپنے قیام کو ایک
جمہوریہ ریاست کی حالت میں کیوں نہ شروع کرتا۔ مگر جمہوری سلطنتوں نے ظاہر
کر دیا ہے۔ کہ وہ ظالموں سے برتا جانے کے لئے ہر وقت تیار اور نارنہیں۔ پس
بلگیریا کے لئے ایسا شہزادہ ہونا چاہیئے۔ جس کے انتخاب پر روس قطعی ممانعت
کرسکے۔ اور جس کے پہلے معصومانہ قدم اُس کی مہربان حفاظت میں چلے جاویں۔
رو دفعہ ۶ کے مطابق بلگیریا میں نئے طریقے کے اجرا اور اُس کی نگرانی دو سال
تک شاہی روسی کمیشن کریگی۔ اور مطابقت دفعہ ہشتم ترکی افواج نئی ریاست کے
ہر ایک حصے سے واپس ہٹالیجاویں گی۔ اور قومی ملیشیا کی جو امن وامان کے
قائم رکھنے کے لئے کافی ہو۔ ٹھیک مکمل ہوجانے تک جس کی تعداد بعد ازاں
دونوں فریق متعلقہ عہدنامہ مقرر کریں گے۔ روسی افواج ملک پر قابض رہینگی۔
اور ضرورت کے وقت کمشنر کو فوجی امداد دینگی۔ یہ قبضہ تخمیناً دو سال تک رہیگا۔
اِس تمام تردد کی وجوہ قابل بیان ہیں جن کو پرنس گارچکوف نے اِس طرح بیان کیا:۔

"اِن (غیر محدود) شرائط کے اِس طرح مضبوط قائم کرنے کی یہ وجہ ہے
کہ اُن ضرورتوں کے لئے جو آئندہ پیش آئینگی گنجائش رہے۔ بلگیریا کے
عارضی قبضے کی دو سال میعاد صرف اِس لئے مقرر کی گئی تھی کہ یہ مدت امن و
امان کے قائم کرنے۔ مسلمان وعیسائی اقوام کے آپس کے عناد وفساد سے
محفوظ رکھنے۔ ملک کی آئین بندی کرنے اور قومی قوانین بندی اور دیسی ملیشیا
کی تکمیل کے لئے ضروری سمجھی گئی تھی۔ اور نیز اِس لئے کہ اگر میعاد قبضہ غیر محدود
رکھی جاتی۔ تو یہ بات صوبے پر بالکل قبضہ کرلینے کی ابتدائی کارروائی خیال کی
جاتی جس کا خیال شاہی دربار کے وہم وگمان میں بھی کبھی نہیں آیا۔ یہ کہنے کی
تو ضرورت ہی نہیں کہ میعاد تخمیناً رکھی گئی ہے۔ کیونکہ شاہی دربار اِس مشکل کام کو

جو امن عامہ کے لئے کیا جاتا ہے۔ اگر اس کی کامیابی کو نقصان پہنچانے کے بغیر ہو سکے تو حتی الامکان کم کرنے کو تیار ہے۔ جیسا کہ عام طور پر کہا جاتا ہے روسیوں کا مطلق ارادہ نہیں کہ بلگیریا کو روسی پولیٹیکل سسٹم میں شامل کیا جاوے۔ ملک کی پرانی راہ و رسوم ذرا بھی متغیر نہیں کی گئیں۔ صرف قانون کے مکمل کرنے کی طرف توجہ کی گئی ہے۔ جو پہلے ادھورا تھا۔ روسی گورنر صرف اس لئے مقرر کئے گئے ہیں کہ قومی ترقی کی محافظت کریں۔ اور پہلے بلگیرین کونسل کے انعقاد میں جو ریاست کی آئین بندی کی درستی کے لئے طلب ہوئی تھی۔ سہولیت پیدا کریں" ❊

عہدنامہ برلن کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس بوڑھے ڈپلومیٹسٹ کی معصومانہ سادگی اور صداقت نے سفراء مجتمعہ پر وہ اثر نہ پیدا کیا جو اس کا منشا تھا کیونکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ جنوبی حد کوہ بلقان پر مقرر کی گئی۔ اور روسی افواج کی مجوزہ بیجا قبضہ بجائے "دو تخمیناً دو سال کے بڑی بیرحمی سے نو ماہ تک محدود کی گئی"۔ وہ گماشتے جنہوں نے بلگیریا میں روس کا رستہ صاف کیا تھا۔ اُن خاص بلغاریوں کی جماعت میں سے ہوتے تھے۔ جنہوں نے روس میں تعلیم پائی تھی۔ اور مذہب اور سوشل خیالات میں بالکل روسی ہو گئے تھے۔ اُن کے لئے روسی علم ادب۔ گیت کی کتابیں۔ سکول کی کتابیں۔ تواریخ اور اور کیا کیا کچھ کا بہت بڑا ذخیرہ بہم پہنچایا جاتا تھا۔ جن کا مدعا یہ سکھلانے کا تھا۔ کہ جنوب مشرقی یورپ کی آزادی کے بعد ہی ہین سلیوونک اقوام کا ایک بہت بڑا اجماع زیر حکومت زار قائم ہو جاویگا "پس روسیوں کا قبضہ نو ماہ مقرر کیا گیا"۔ اور روسی گورنمنٹ کو ان الفاظ میں تاکید کرنے کے لئے کہا گیا۔ کہ "تین ماہ کے اندر روسی فوجیں رومینیا میں سے گزر جاویں اور ریاست بالکل خالی کر دیجائے" ❊

پرنس الگزینڈر آف بیٹن برگ

یہ امر خواہ کیسا ہی عجیب معلوم ہو کہ انگریزی لبرل جماعت گو خود مختار حکومت کی دیانتداری پر۔ بشرطیکہ وہ مطلق العنانی ایک انگریزی لارڈ یا مشرقی بادشاہوں کی سی ہو۔ بہت ہی یقین رکھتی ہے۔ مگر تاہم یہ صاف پایا جاتا ہے کہ کانگرس کے ممبروں کو یہ شبہ تھا۔ کہ کیا بلگیریا کی آزادی ٹھیک آزاد رہے گی۔ جس حالت میں یہ کارروائی کاسک افسروں کے زیر نگرانی ہو۔ اور قرعے کے صندوقوں پر روسی سپاہیوں کا پہرہ ہو۔ اور یہ خیال اور بھی مضبوط ہو جاتا ہے۔ جب ہم یہ سنتے ہیں کہ ممبران کانگرس نے نشست کرنے کے تھوڑے سے ہی عرصے بعد سن لیا۔ کہ بلگیریا کا روسی فوجی گورنر صوبے کے پولیٹیکل اور مالی مستقبلہ امور پر اپنے دباؤ ڈالنے کی کوشش کر رہا ہے ؛

تاہم واقعات مابعد کی تواریخ بتاتی ہے کہ روسی ایک بلی کو مار دینے کے لئے گھٹن سے بالکل گھٹیں دینے کے علاوہ اور بھی کئی طریقے جانتے ہیں۔ اور شہزادہ الگزینڈر کے انتخاب سے پہلے روسی کمشنروں نے بلگیریا والوں کے دلنشین کرنے کا موقع فروگزاشت نہ کیا۔ کہ وہ ان کا دوست کا ڈلن ہے نہ شاہ سلطان اور یہ کہ ان کی آئندہ بہتری اور خوشحالی کی اصلی امید اس بڑے بادشاہ زار کی ہمدردی اور حفاظت پر موقوف ہے۔ نہ قومی امنگوں پر۔ قومی خیر خواہی کا نتیجہ تو یہ ہے۔ کہ جلاوطنوں کی ایک بڑی لمبی قطار ہر وقت کانہلئے سائبیریا کی طرف کوچ کرتی رہتی ہے۔ اور جس کی آزادی کا سند سینٹ پال اور سینٹ پیٹر کا قلعہ ہے ؛

آخر کار شہزادہ الگزینڈر عہدنامے کی تیسری دفعہ کے بموجب منتخب ہوا۔ اور ظاہرا تو کل ممالک یورپ کے ماتحت مگر در اصل زیر حمایت روسی گورنمنٹ کے بلگیریا نے اپنی قومی زندگی کے نئے زمانے میں قدم رکھا۔ شہزادہ بیٹنبرگ کی اسٹیمگت توم بلگیریا نے بسرو پرستی روسی پرنس ووندوکاف بڑے طمطراق سے کی۔ اور زار نے کئی طرح سے

قوم نے اِس عام انتخاب کو پسند کیا۔ اور روسی ڈپلومیسی کو اس میں ذرا بھی شک نہ تھا۔ کہ گو اس کو فی الحال عہدنامہ سین سٹی فانو کے مطابق کامیابی نہیں ہوئی تاہم اِس ریاست کی پالیسی کا ڈھالنا روسیوں ہی کے ہاتھ میں رہیگا۔ اور آخر کار روم کے برخلاف اُس کی کامیاب بغاوت میں کوئی اندرونی مزاحمت یا مخالفت نہ واقع ہوگی ؛

عبدالحمید نے اِس نئے شہزادے کی پہلی ہی شرف ملازمت کے وقت اُسے کہا کہ وہ حالت موجودہ کی تمام مشکلات اور خطور سے پورا آگاہ ہے۔ اور اِن سے صرف اُسی صورت سے بچاؤ ہو سکتا ہے۔ کہ کُل فریق عہدنامہ برلن کی لفظاً و معناً صدق دل سے متابعت کریں۔ اُس نے شہزادے پر مذہبی مساوات رکھنے کی طرف بہت زیادہ زور دیا۔ اور اُس کو اُس عام خوشحالی کی طرف متوجہ کیا جو بلگیرین عیسائیوں کو ترکی حکومت کی کئی صدیوں میں برابر حاصل رہی ہے۔ باوجودیکہ پچھلی لڑائی میں مسلمان رعایا پر بڑے ظلم اور تشدد کئے گئے۔ اور اُس کو جتادیا کہ یہ مقتضائے انصاف اور مناسب پالیسی سے ہے۔ کہ وہ حتی المقدور اِن سب کو یکساں محفوظ رکھے ؛

مگر صرف آئندہ ایک سال ہی کے واقعات نے بخوبی واضح کر دیا۔ کہ بلگیریا کے شہزادے نے اپنے شہنشاہ کی نصائح سے کچھ فائدہ نہیں اُٹھایا۔ کیونکہ سُلطان کے پاس متواتر شکائتیں آتی رہیں۔ کہ مسلمانوں پر لگاتار سخت تشدد ہو رہا ہے۔ اور یہ اُسے بخوبی معلوم ہو گیا۔ کہ اگر بہت جلد ہی اِس حالت کو درست کرنے کے لئے تدارک نہوا۔ تو وہ اپنے سُلطانی حقوق کو عمل میں لانے کے لئے مجبور ہوگا۔ اِس اثنا میں اُس نے کل دُول عظام کو یہ جتلا دینا مناسب سمجھا کہ عہدنامہ برلن کی وہ شرائط جو باب عالی کے مفید تھیں ابھی نہیں کی گئیں بلگیریا کے

قلعوں کے مشروطہ انہدام میں ایک اینٹ بھی نہ اکھاڑی گئی تھی۔ اور آسٹریا اور انگلستان کی تاکید کے جواب میں پرنس الگزینڈر نے جواب دیا۔ کہ اس کام کے لئے روپیہ درکار ہے اور یہ ابھی موجود نہیں۔ اور علاوہ ازیں قلعوں کی بارکوں اور گودام خانوں کے لئے ضرورت ہے۔ اصل میں یہ جواب ٹھیک روسیانہ تھا۔ سلطان کو بار بار مجبور ہو کر مشرقی رومیلیا میں اُن روسی سازشوں کا نوٹس لینا پڑتا رہا۔ جو عہد نامہ برلن کی پالیسی کے برخلاف اور عہد نامہ سین سٹی فانو کی پالیسی کے مطابق تھیں۔ اور اُس نے باقی دول کو مطلع کر دیا۔ کہ روس کی اس زبردست مستعدی کے ہوتے ہوئے اُنہیں پھر مشرقی مسئلے کا دوبارہ بکھیڑا کرنا پڑیگا۔ یہ ایسی پیشینگوئی ہے کہ اثنائے تحریر میں بھی مجھے ہر دن اور ہر تار سے اس کے پورا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ نئے صوبے کو بالکل روسی بنانے کی کوشش ۱۸۸۱ء میں اچھی طرح ظاہر ہو گئی جبکہ پرنس الگزینڈر نے اپنے آپ کو ایک روسی جرنیل کی ہدایات پر چھوڑ دیا اور جس کا نام اب پھر معاملات بلگیریا میں نمودار ہوا ہے۔ جرنیل ارنا تھ کی تجاویز میں سے پہلی یہ تھی کہ کونسل آف سٹیٹ کا تقرر کیا گیا۔ جو اُن اجنبیوں سے جو سلیو زبان بول سکتے تھے مشتمل تھی۔ اس کے بعد تمام ریاست میں روسی افسروں کا بطور جنگی کمشنروں کے تقرر تھا۔ اور اس میں ذرا بھی شبہ نہیں۔ کہ اس وقت شہزادے نے اپنے آپ کو اُس مضبوط رشتے کا جو روسی قوم کو باشندگان بلگیریا سے وابستہ کرتا ہے۔ مکمل ظاہر کرنے کی ٹھان لی تھی"۔

یہ وضع کچھ ایسی نمایاں اور عجیب ہو گئی کہ سلطان نے کل دول کو ایک زبردست یادداشت روانہ کی۔ جس میں اُس نے مفصلاً اُن امور کی نظیر پر نظیریں دیں جن میں بلگیرین گورنمنٹ نے عہد نامہ برلن کی ذمہ داریوں سے قدم بقدم پہلو تہی

کرنے کی کوششیں کیں۔ میمورنڈم میں یہ بھی جتا دیا کہ بلگیریا میں نہ ہی مسلمانوں کی جائداد محفوظ ہے اور نہ ہی اُن کا مذہب۔ اور نہ ہی مسلمانوں کو پبلک کاموں کے اجرا میں جو کہ اُن کا حق ہے کسی قسم کا دخل دیا جاتا ہے۔ اور ترکی تجارتی گماشتوں کے تقرر کی نہ ہی اجازت دیجاتی ہے اور نہ ہی اُسے تسلیم کیا جاتا ہی۔ سلطان نے نقل وطن کرنے والوں کی تباہ حالت کی طرف بھی توجہ دلوائی۔ جن میں سے بہتیروں کو معاوضہ اب تک نہ ملا تھا اور جن میں سے اکثر واپس چلے گئے۔ مگر اپنی جائدادوں سے محروم اور فقیری کی حالت میں رکھے گئے۔ یہ میمورنڈم اُس انصاف پسندی کی اپیل پر ختم ہوا۔ جس کا زور شور باب عالی نے یورپ کے ساتھ تعلقات کرنے میں سُنا تو بہت تھا۔ مگر پایا بہت کم؛

سلطان کا یہ بیان بے اثر رہا۔ دُوَل یورپ نے پرنس الگزینڈر کو عہدنامہ برلن کی شرائط کی ٹھیک بجا آوری کی کافی طور پر تاکید کی۔ اُسے بتلایا گیا۔ کہ باب عالی نے کافی اور قاطع شہادت سے ثابت کر دیا ہے۔ کہ بلگیریا کی گورنمنٹ نے اپنی مختلف مذاہب کی رعایا کے ساتھ منصفانہ طریق پر برتاؤ نہیں کیا۔ اور اُس سے عہدنامے کی کل دفعات کی پوری پوری تعمیل کرنے کی ہدایت کی گئی۔ اور یہ بھی جتلایا گیا کہ اُس کا تاج وتخت اسی پر منحصر ہے؛

خواہ الگزینڈر اب روسی حمایت سے یہ معلوم کرکے کہ یہ طرفداری صرف اپنی آزادی فعل کے عوض میں حاصل ہوتی ہے۔ کچھ بیزار ہو گیا ہو۔ یا اُس نے یہ خیال کیا کہ دُوَل متحدہ نہ صرف زبانی ہی جمع خرچ پر رہینگی۔ اور روس کا ستارہ فی الحال کچھ نہ کچھ زوال پر ہے۔ جیسا کہ پہلے مورخ کہتے ہیں۔ یہ معلوم کرنا بے فائدہ ہے۔ لیکن یہ یقینی امر ہے کہ اس وقت اُس نے کارروائی میں ایک آزاد رویہ اختیار کر لیا۔ جس میں اُسے اسمبلی کے معزز ممبروں کی ایک کافی تعداد کی مدد حاصل تھی۔

پالیسی کے اس تغیر کا یہ سریع نتیجہ پیدا ہوا کہ ایک معتد بہ پولیٹیکل حرکت پیدا ہو گئی۔ بلگیرین لبرل نے اسپر بہت زور دیا۔ اور تمام ملک بھر میں صاف روس کے مخالف خیالات ظاہر ہونے شروع ہو گئے۔ پولیٹیکل تقرر بہ پولیٹیکل تغیر واقع ہوئے۔ اور شہزادے میں کمزوری اور نصفت پسندی کی کمی پائی گئی اکتوبر ۱۸۸۵ء میں پھر سلطان المعظم نے کل دول عظام کو مخاطب کیا۔ اور ان کو ایک دفعہ پھر عہدنامہ برلن کی حرف بحرف پابندی کے اجرا کی تاکید مزید کی ٭

اس نے پرنس الگزینڈر کی بعض حال ہی کی سپیچوں کی طرف ان کو توجہ دلائی۔ جن میں اس نے ایسے خیالات ظاہر کئے۔ جو باب عالی کی شہنشاہت کی وفادارانہ تسلیم کے برخلاف تھے۔ اور اس نے دستخط کنندگان کے نہ مداخلت کرنے کی پالیسی پر چلے چلنے پر سخت اعتراض کیا۔ اور جس سے اس نے بتا دیا کہ رفتہ رفتہ بدامنی اور مشکلات پیدا ہو جائینگی۔ جن کا نتیجہ ایک سخت پیچیدگی ہوگی اور جو لڑائی پر ختم ہوگی۔ مگر دول نے شائد یہ خیال کرکے کہ وہ ایک محض ترک کی نسبت حالات معاملات کو بہتر جانتی ہیں۔ ابھی تک خاموشی ہی اختیار رکھی جس کا انجام یہ ہوا کہ ۱۸۸۵ء میں بلگیریا میں پبلک جوش ایسے زور پر ہو گیا کہ پرنس نے اپنے آپ کو عام جوش کے دریا میں بہے جانے کو چھوڑ دیا۔ اور ایک ایسا کام کیا جس سے آخر کار وہ اپنا تخت کھو بیٹھا۔ مشرقی رومیلیا نے بغاوت کرکے اس کو دعوت کی کہ بلگیریا کے ساتھ اسے بھی ایک ہی حکومت میں ملا لیوے اس نے اس امر کو قبول کر لیا۔ اور یہ بیان کرکے کہ اس نے کل آبادی کی خواہشوں کے برخلاف نکر سکنے کے باعث بلقان کے دونوں جانب کے متحدہ ممالک کی حکومت اختیار کی ہے۔ اس نازک موقعے پر عبدالحمید ایسی پالیسی پر چلا جس نے اس کی پولیٹیکل مشکلات کے ہٹنے کی عمیق دوراندیشی اور قابلیت کو

بال بال ثابت کر دیا۔ برلن کانگرس میں اُس نے آزاد بلگیریا کے کانسٹیٹیوشن کی مخالفت اس لئے کی تھی کہ وہ اچھی طرح جانتا تھا۔ کہ اِس سب کا صرف ایک ہی نتیجہ ہے یعنی روسی پروگرام کی عین کامیابی۔ چنانچہ اُس کی مخالفت کامیاب ہوگئی۔ اور بلقان کا جنوبی مُلک اس کے قبضے میں چھوڑا گیا۔ مگر اب صورت بالکل ہی بدل گئی۔ اُس کی بلند پرواز حرص اندازہ سے بڑھ گئی۔ بلقان کے شمال وجنوب دونوں میں رعایا روسی سازش اور مداخلت سے تنگ اور مُضطر ہوگئی تھی۔ پرنس الگزینڈر نے اپنے روسی منسٹرں کو نکال دیا تھا۔ اور زار کی سابقہ مُتابعت کے رویّے کو ہر نہج ترک کرنے پر مُستعد معلوم ہوتا تھا۔ قومی اُمنگوں اور آزادی کا جان نثار دوست (زار) یہ دیکھ کر کہ اُس کا اوزار اُس کے ہاتھ میں ٹوٹ گیا ہے یا اُس سے چھینا گیا ہے۔ اور خود اُسی کے برخلاف سیدھا کر دیا گیا ہے ایک غضبناک غصّے میں آگیا۔ شہزادی کا نام روسی فوجی لسٹ سے خارج کیا گیا اور اُس کو بڑی بےباکی سے کہا گیا۔ کہ ہمیشہ کے لئے روسی حفاظت اور حمایت اُس سے چھینی گئی ہے۔ اِس کے جواب میں پرنس نے سُلطان کی خدمت میں ایک ایڈریس روانہ کیا جس میں اُس نے اُس کو اُن مُتحدہ ممالک کا شہنشاہ بڑی صاف دلی سے تسلیم کیا۔ عبد الحمید نے یہ دیکھ کر کہ بلگیریئن کی موجودہ وضع اور حالت ایسی ہے جو دوَل عظّام کو بخوبی یقین دلادیگی۔ کہ اُس کی رائیں جو بار بار بیان کی گئی تھیں بالکل درست تھیں۔ اِن باغی صوبوں کے پھر فتح کر لینے سے احتراز کیا۔ اور صرف کسی اَور زیادہ شورش ہو جانے کی مدافعت کی تیاری پر ہی قناعت کی۔ اُسے اِس حالت کا ایک اَور پہلو دیکھنے میں زیادہ منتظر رہنا پڑا۔ ایک بڑے چالاک ہاتھ (زار) نے میلان بادشاہ سرویا کی آنکھوں کے سامنے ایک دلاویز طعمہ لٹکایا۔ اُسے بتایا گیا کہ یہاں اب موقع ہے۔ کہ برلن کانگرس کی ناکامیابی کا عوض لیا جاوے جس میں بوسینیا وہرزیگوینا سرویا سے ملحق کئے جانے کے بجائے آسٹریا کو دئیے گئے۔ اُسے کہا گیا کہ اب ایسے شہزادی کے برخلاف پیشقدمی کا وقت ہے جس سے اُس کی تمام رعایا ناراض ہے۔

اور اگر اتفاقاً اُسے اور اُس کے بہادر سپاہیوں کو زک بھی دیجاوے۔ تو بوقت ضرورت
ایک اَور زبردست ہمسایہ رمانیہ یا ٹرکی مدد پر تیار ہو جاویگا۔ یہ داؤ چل گیا اور اُس نے
بلگیریا کے برخلاف اعلان جنگ دے دیا۔ مگر اپنی سابقہ کرتوتوں کی طرح سے یہ حرکت بھی اُس نے
اپنی طاقت کے اندازہ کرنے کے بغیر کی۔ بیٹنبرگ نے جلدی ثابت کر دیا کہ اگرچہ وہ بوقت صُلح
کمزور تھا۔ مگر بوقت جنگ ویسا ہی نبرد آزما ہے۔ بڑی سرگرمی اور دھوم دھام سے الگزینڈر نے
اپنی چھوٹی سی فوج کی کمان لی۔ اور حملہ آوروں کے مقابلے کے لئے سرعت سے چل پڑا اُس نے
بڑی جلدی ہی اُن کا کام تمام کر دیا۔ کیونکہ اگرچہ اُن کی کامیابیوں نے جو دفعتاً اور اچانک حملہ کر
دینے سے اُن کو حاصل ہو گئی ہیں۔ فن جنگ کے اصول کے مطابق محافظت اور بچاؤ کو ناممکن
کر دیا تھا۔ تاہم وہ بڑی بُری طرح سے شکست دیئے گئے اور سرحد سے باہر نکالے گئے۔ اور کُل
یورپ کی ہنسائی اور قہقہہ زنی کا موجب ہوئے۔ اور ایسے سراسیمہ اور حیران ہو گئے کہ بلگریڈ پر نس
الگزینڈر کے زیر قدم پر چھوڑ دیا گیا۔ مگر وہ وہاں تک نہ پہنچا۔ کیونکہ اس موقع پر عبد الحمید نے سرویا کے
شہر بھر کی جان بچانے کے لئے التوائے جنگ تجویز کیا۔ اور جس کی منظوری نے لڑائی کا خاتمہ کر دیا۔
کُل باشندگان بلگیریا کی آزادی پر حملہ کرنے میں ناکامیاب ہو کر روس نے خود شہزادے کے
جسم پر حملہ کیا۔ اور آدمی کی چوری وہاں کامیاب ہوئی جہاں لڑائی کچھ نہ کر سکی۔ بماہ اپریل ۱۸۸۶ء
آدھی رات کے وقت الگزینڈر کو ایک مسلح گروہ نے آن گھیرا۔ اور اُس کی چھاتی پر پستول رکھ کر اُس سے
تحریری دست برداری تاج و تخت پر جبراً دستخط کرا لئے۔ اور پھر اُسے قیدی بنا کر سرحد کے پار لے گئے۔
حسب معمول اُس نے واقعہ زنی کے علم یا کسی لگاؤ سے مطلقاً انکار کیا۔ مگر ویسے ہی حسب معمول
پال مال گزٹ کے ایڈیٹوریل دفتر کے باہر کوئی بھی شخص اس پر یقین نہ کرتا تھا۔ اور اس کے برخلاف
غصے کا جوش کُل یورپ میں اس زور پر تھا۔ کہ اس میں کوئی شک نہیں اگر الگزینڈر اپنے آپ کو
پھر آزاد پاتا اور اپنی ریاست کی طرف چلا آتا تو اکثر دول عظام اُسے مدد دیتیں۔ اور وہ پہلے سے زیادہ
مضبوطی کے ساتھ تخت پر متمکن ہو جاتا۔ مگر اس نے وہ مستعدی اور مستقل مزاجی نہ دکھلائی۔ جو

اُس سے سرویا کے ساتھ جنگ چھیڑ جانے میں ظاہر ہوئی تھی۔ وہ جھجکا۔ رُکا رہا اور قیمتی
وقت کو ہاتھ سے گزر جانے دیا۔ اور آخر کار جبکہ وہ پھر لوٹا تو اُس نے اپنی دوسری آمد کو زار کی
طرف ایک ایسا خط لکھنے سے ذلیل کیا۔ جو ایسے خوشامدانہ اور سفلہ پن کے لفظوں میں تھا۔ کہ
کل یورپ نے یکلخت اُس کا خیال تک کرنا چھوڑ دیا۔ اور تھوڑے سے ہی عرصے میں وہ مشرقی
شطرنج کی بساط سے غائب ہو گیا۔

اُس دن سے لے کر آج تک یہ صوبہ جس نے برلن کانگرس کے سفراء کی توجہ کو اس قدر
اپنی طرف مبذول رکھا۔ اور جس کی بہتری کے لئے دس سال ہوئے کُل دُوَل عظام نے اس قدر تردد
ظاہر کیا تھا۔ ایسا منظر پیش کر رہا ہے۔ جس پر انسان اور فرشتے روئیں تو بجا ہی۔ اور اُس نصیحت
کی مدبرانہ عقلمندی کے قطعی ثبوت دیئے ہیں۔ جس کو اکثر مگر بیفائدہ اُس ایک شخص نے پیش
کیا ہی جو اس مقدمے کی ضروریات کا واقعی علم رکھتا ہے یعنی سُلطان عبد الحمید ثانی۔ پرنس
الگزینڈر کی اخیری اور ذلیل روانگی کے بعد مہینوں تک بلگیریا کا قائم مقام حاکم اشتہار دیتا رہا۔ کہ کوئی
شخص آوے اور اُن پر حکومت کرے۔ اور سال گذشتہ کی جولائی میں ایک شہزادے فرڈینینڈ آف کوبرگ
اس ختم ہونے والے ٹیوٹانک شاہی خاندان کا ایک اور شخص ہے نے اس عہدے کو "بشرط منظوری
دیگر سلاطین" قبول کیا۔ مگر یہ منظوری آج تک حاصل نہیں ہوئی۔ اور یہ معلوم کرنے کے لئے کسی اتنی
بڑی پولیٹیکل فراست کی ضرورت نہیں۔ کہ بہت ہی جلد شاید اس سے بھی پہلے کہ یہ صفحے زیر طبع
ہی ہوں کہ کوبرگ بھی بیٹنبرگ کے پیچھے پیچھے کسی غلیظ جرمن دربار کی تاریکی میں جا گھسے گا۔ ایک دفعہ کے
لئے یہ ناواقف شخص درست راستے پر آیا ہوا معلوم ہوا۔ جبکہ اُس نے یہ کہا "اگر مجھے اپنے دلی منشا کے
مطابق چلنا ملے تو میں فوراً قوم بلغار کے درمیان چلا جاؤں۔ لیکن ایک منتخب شدہ بلگیرین
شہزادے کو عہد ناموں کی عزت کرنی ضروری ہے۔ اور یہ عزت اُس کی حکومت کی مضبوطی اور بلگیرین
رعایا کی خوشحالی کا موجب ہوگی" میں خیال کرتی ہوں کہ اُسے دلی منشا پر نہ چلنا ملا۔ کیونکہ جس نے عہد ناموں کا
کوئی لحاظ نہیں کیا۔ اُس کی حکومت کچھ مضبوط بنا پر نہیں۔ اور نہ ہی اس نے بلگیرین قوم کی فلاح کسی طرح

قائم کی ہے۔ اور اب صرف ایک ہی سوال ہے جو اس کے بارے میں پوچھا جا سکتا ہے کہ وہ کتنی مدت اَور رہنے دیا جاویگا؟

سلطان کی وضع بہت صاف اور مضبوط ہے۔ جنوب مشرقی یورپ کی بدنظمی کا مکتفی علاج برلن کانگرس میں تجویز کیا گیا تھا۔ اور اس عہدنامے کے ایک دستخط کنندہ ہونے کے باعث عبدالحمید اُس کی حدود کے ٹھیک اندر رہنے کو تیار ہے۔ کُل سلطنتوں میں سے جن کے وکلا نے اپنے دستخط اس عہدنامہ پر کئے صرف اسی نے ہر ایک شرط پر پورا عمل کیا ہے۔ اور وہ اب بجا طور پر پرنس بسمارک کے الفاظ کی طرف جو جولائی ۱۸۷۸ء میں بولے گئے تھے توجہ کرانے کی درخواست کرتا ہے؛

جب عہدنامہ کی تیسری دفعہ زیر بحث تھی تو اس کے کافی ہونے پر چند ممبروں کو شبہ پڑا۔ اور انہوں نے کسی طویل خلو تخت کے عائد ہو جانے پر اس ضرورت کے پورا کرنے کی کسی کافی اور وافی تجویز سوچ جانے کی خواہش کی۔ تب پرنس بسمارک نے یہ کہا تھا وہ کانگرس کا یہ منصب نہیں کہ تمام مشکلات کے لئے چارہ جوئی تجویز کرے۔ اگر بلگیرین قوم نااتفاقی یا طبعی ناقابلیت کے باعث اپنے نئے قوانین کو نہ چلا سکیگی تو تب یورپ کو ضرور مشورہ کرنا پڑیگا۔ مگر پیچھے کو اور صرف جبکہ ایسا وقت آن پہنچے"؛

وہ وقت آگیا ہے۔ بلگیرین کی نااتفاقی یا ناقابلیت سے نہیں۔ بلکہ روس کی بے ایمانی اور دول عظام کی بزدلانہ پالیسی کے باعث یہ "نئے قوانین" کبھی نہ چلیں گے۔ اب کیا یورپ مشورہ کریگا؟ اگر وہ ایسا کریں گے تو ان کے غور و فکر کے صرف دو ممکن نتیجے ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ یہ صوبہ پھر براہ راست سلطان کی حکومت اور قبضے میں کیا جاوے۔ اور اس فیصلے کی تائید میں وہ عملی ترقی پیش کیجا سکتی ہے۔ جو ان لوگوں نے کی ہے جو سلطان کی حکومت میں رہے ہیں۔ برخلاف اُس تباہی بدامنی اور ناچاقی کے جو اس بڑی سراہی گئی خود مختار حکومت میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اسی فیصلے سے کم از کم یورپین امن عامہ تو ضرور قائم رہ جاویگا۔ کیونکہ اس سے بلگیریا کی حکومت یورپ کی ایک بہت ہی تھوڑی حریص اور بہت ہی کم غاصب طاقت کے ماتحت ہوگی۔

اگر مصیبت کے وقت مستقل مزاجی۔ معاہدوں پر وفاداری سے قائم اور ہتک آمیز برانگیختگیوں میں صابر رہنا مغربی طاقتوں کی رائے میں پسندیدہ اور قابل سفارش ہو تو بیشک عبد الحمید کی بڑی فراخ حوصلگی سے یہ رائے تائید کریگی۔ مگر افسوس۔ یہ الٹا پایا جاتا ہے۔ کہ ایسی خصائل سے دوسروں کو حقارت۔ گستاخی کرنی اور زیادہ غصب کرنے کی جرأت ہوتی ہے۔ اور اگرچہ ایسے فیصلے کرنے سے بلگیریا اور کل دنیا کو یہ سب فوائد حاصل ہوجاویں گے جن کا میں نے ذکر کیا ہے۔ تاہم میں اقبال کرتی ہوں کہ اس کے ہونے کی مجھے بہت کم امید ہے۔ دوسرا نتیجہ یہ ہے جس پر اغلباً عمل ضرور کیا جاویگا۔ اور جس کے ہونے کے تمام موجودہ حالات اور بواعث تائید کرتے ہیں۔ کیونکہ اب جبکہ میں وہ قلم رکھے دیتی ہوں جس سے میں نے ایک لائق آدمی اور دانا فرمانروا کی داد دینے کی ادھوری اور نامکمل کوشش کی ہے میں دیکھتی ہوں کہ مطلع تاریک ہو رہا ہے۔ جنوب مشرقی یورپ پر طوفانی گھٹائیں چھا رہی ہیں۔ اور اس طوفان کے پہلے کڑ ور گرجیں سنتی معلوم ہوتی ہوں جس کی بجلی توپخانوں کی چمکیں اور جلتے ہوئے دیہات کے روشن شعلے ہونگے۔ جس کی دھاریں (سیلاب) مردوں کے سرخ خون اور عورتوں کے تلخ آنسو ہونگے۔ اور جس کا راستہ تاریخ میں برگشتہ تختوں۔ ویران سلطنتوں اور تباہ رعیتوں کے نشانوں سے دکھایا جاویگا۔

تمام شد

(ضمیمہ نمبر اوّل)

حضرت جلالت مآب سلطان عبد الحمید خاں ثانی کے زندگی کے حالات

اعلیٰ حضرت خلیفۃ المسلمین سلطان المعظم عبد الحمید خاں ثانی کی پرائیویٹ اور پبلک لائف کے مختصر حالات لنڈن کے ماہواری رسالے "لیژر آور" مورخہ جون ۱۹۰۸ء میں شائع ہوئے تھے۔ چونکہ انہیں اِس کتاب سے ایک گونہ مناسبت تھی۔ اِس لئے مترجم نے اُن کو بھی ترجمہ کر کے ضمیمہ کے طور سے کتاب کے اخیر میں لگا دینا مناسب سمجھا ہے۔ تاکہ ناظرین اُن کے پڑھنے سے بھی حظ اُٹھائیں۔ ناظرین کو واضح رہے کہ یہ رسالہ پادریوں کا ہے۔ اور جب متعصب سے متعصب پادری بھی ہمارے امیر المومنین کی صفت و ثنا کئے بغیر نہ رہ سکے تو مخالفین سلطنت عظمائے روم کی ناہنجاریوں اور افترا پردازیوں کا اِس سے بڑھ کر کونسا کافی ثبوت ہو سکتا ہے۔ اگرچہ اصلی رسالے میں اِس مضمون کے لکھنے والے کا نام ظاہر نہیں کیا گیا۔ تاہم اِس ایک خاص مذہبی پرچے میں شائع ہونے کی وجہ سے کسی پادری صاحب کا مضمون خیال کیا جاتا ہے۔ اور اِس لئے مترجم بڑی خوشی سے ترجمہ کر کے اپنے ہموطن بھائیوں کے آگے پیش کرتا ہے:۔

گو اِس مضمون میں بعض فقرات اور بیانات ایسے ہیں جو اِس کتاب میں پہلے بھی آ چکے ہیں۔ لیکن چونکہ وہ ہمارے ہز العزیز خلیفۃ المسلمین ایداللہ یہ الدین کی کوششہائے عظیمہ پر داد دینے کے لئے لکھے گئے ہیں اور اپنے اپنے موقعوں پر قند مکرر کا مزہ رکھتے ہیں اِس لئے مولف اُن کو قلم انداز کرنا مناسب نہ جان کر اُنہیں مواقع اور اُنہیں محل پر بعینہ ترجمہ کر کے ناظرین سے دوبارہ تکلیف دینے سے معافی کا خواستگار ہے:

ایک خوشنما محل میں جو باسفورس کے کنارے پر واقع ہے۔ ایک نہایت ہی حیرت انگیز عبرت بخش سانحہ واقع ہوا۔ جس کی نظیر ہلال کی گزشتہ تاریخوں میں اکثر

پائی جاتی ہیں۔ درحقیقت اِس جگہ جو کچھ واقع ہوا۔ شائد کبھی بھی معلوم ہو اور اُس کی عقدہ کشائی ہو سکے۔ کہ آیا سلطان عبدالعزیز نے خودکشی کی یا قتل کئے گئے۔ اغلباً یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ مقتول ہی کئے گئے۔ سلطنت عظمائے روم اور اُس کے فرمانرواؤں کی تاریخوں میں درباری سازشیں کوئی نادرالوجود چیز نہیں۔ خیر اِس میں تو کوئی شک نہیں۔ کہ جب سلطان مرحوم خبط کی وجہ تخت سے علیحدہ کئے گئے۔ اور اُن کا چچازاد بھائی سلطان مُراد تخت نشین ہوا۔ تو اِس تاریخ سے پانچ دن پیچھے وہ اپنے کمرے میں مُردہ پائے گئے اور اُن کے بازو پر ایک شدید زخم پایا گیا۔ یہ امر تو مُسلمہ ہی ہے کہ شہنشاہ مرحوم دماغی اور جسمانی قویٰ میں کمزور ہو گئے تھے۔ اور اِسی وجہ سے اُس روسی مداخلت اور دباؤ کو جو اُنپر پڑا ہوا تھا۔ ہٹا نہیں سکتے تھے۔ اور جس سے یہ خوف پیدا ہو گیا تھا کہ روم کہیں روس ہی کا ایک صوبہ نہ بن جائے۔ مگر یہ کسی طرح بھی ثابت نہیں ہوا کہ وہ درحقیقت ایسے ہی مجنوں ہو گئے تھے کہ خودکشی کر بیٹھتے۔ تاہم اُن کی علیحدگی اغراض مملکت کے لئے ضروری امر تھا۔ اِسی لئے وزیروں نے اُن کے جنون کا بہانہ رکھ لیا۔ تاکہ یہ امر دنیا کو جائز معلوم ہو۔ سلطان مراد کے تخت نشین ہونے پر یہ امید کی گئی تھی کہ وہ اپنے آپ کو ایک لائق حکمران ثابت کریں گے۔ مگر چند ہی ہفتے گزرنے پر یہ امر معلوم ہو گیا۔ کہ وہ بھی اِس بھاری بوجھ کو نہیں اُٹھا سکتے۔ جس کو اِس نازک وقت میں برداشت کرنا عثمانی شہنشاہ کو ضروری امر تھا۔ اِسی لئے وزیروں نے صلاح کی کہ اِس فرمانروا کو بھی معزول کر دینا چاہئے۔ اور شیخ الاسلام (مذہب اسلام کے مذہبی صدر) سے اجازت حاصل کر کے سلطان مراد کو بڑی آسانی سے معزول کر دیا۔

اِس کے بعد کونسل میں یہ قرار پایا۔ کہ تاج و تخت سلطان مراد کے چھوٹے بھائی عبدالحمید آفندی کو پیش کیا جائے۔ اور اُن سے درخواست کیجائے کہ سلطنت کی اہم اغراض اِس بات کی مقتضی ہیں کہ وہ تخت قیصری پر جلوہ افروز ہوں اور سیف عثمانی کو زیب کمر کریں۔ مگر اِس تاج و تخت کو وہ شخص جس کی خدمت میں یہ پیش کیا گیا کسی طرح پسند نہ کرتا تھا۔ عبدالحمید آفندی برسوں سے تنہائی میں رہتے تھے۔ وہ حریص نہ تھے۔ اور اپنے اِس باامن گوشہ تنہائی کو سلطنت کے خار و تاج سے بدلنا نہ چاہتے تھے۔ اُنہوں نے زور دیا کہ میرے بھائی کو اَور موقع دیا جائے۔ تاوقتیکہ حکمرانی کرنے میں اُس کی

نا قابلیت بخوبی ثابت نہو جائے۔ مگر جب یہ امر بوضاحت ثابت ہوگیا۔ تو اُنھوں نے بڑی مشکل سے اِس درخواست کو قبول فرمایا۔ اور ۳۱۔ اگست سنہ ۱۸۷۶ء کو اپنے بزرگان والاشان کے تخت پر اُن بڑے نامور اور لائق بادشاہوں میں جو سلطنت عُثمانیہ روم پر عرصہ ہائے دراز تک حکمران رہے ہیں اپنے آپ کو ایک ظاہر کرنے کے لئے جلوہ افروز ہوئے ؛

اعلیٰ حضرت امیر المومنین خلد اللہ مُلکہٗ کی پیدائش سنہ ۱۸۴۲ء میں ہوئی۔ اِن کی والدہ ماجدہ سرکیشین تھیں۔ جو اپنے معصوم بچے کے پیدا ہونے کے تھوڑے ہی عرصے بعد عالم آخرت کو سدھار گئیں۔ اور خُرد سال بچے کی تعلیم و تربیت سُلطان عبد المجید کی ایک حرم محترمہ کے سپرد کی گئی جو خود لاولد تھیں۔ وہ بڑی دانا اور نیکوکار عورت تھیں جنہوں نے بن ماں کے بچے کو بڑی محبت سے پالا۔ اور نہایت ہی اُلفت اور مادرانہ غور و پرداخت سے حفاظت کی۔ اِن کا پہلا ادیب مصطفےٰ آفندی دربارتی ملا تھا۔ اور پھر کمال آفندی اِن کا اتالیق مقرر ہوا۔ جو مغربی تعلیم سے پورا ماہر تھا۔ اور جس نے ہمارے امیر المومنین کو اُن کی خُرد سالی میں نہایت ہی عمدہ مشرقی تعلیم دی۔ اور ساتھ ہی ساتھ مغربی خیالات بھی اِن کے ذہن نشین کراتا گیا۔ اِنھوں نے عربی اور فارسی کو بڑی جلدی حاصل کر لیا۔ اور تواریخ اور جغرافیئے کو بڑے شوق سے پڑھا۔ مگر یورپ کی کُل زبانوں میں عموماً اور فرانسیسی میں خصوصاً اِنھوں نے بہت کم ترقی حاصل کی۔ چنانچہ اِس وقت بھی اگرچہ وہ اِن زبانوں کو سمجھ تو سکتے ہیں مگر بول نہیں[†] سکتے۔ اِسی وجہ سے یورپ والوں کا اعلیٰ حضرت کے ساتھ زیادہ راہ و رابطہ رکھنا ذرا مشکل ہے۔ بچپن ہی سے اِن میں تخیف للزجی کی علامات پائی جاتی تھیں۔ اور کم گوئی اور شرمیلے پن میں مشہور تھے۔ لیکن ساتھ ہی اُن کی طبیعت میں فہم و فراست اور ذہانت و ذکاوت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اور غور و فکر کی عادت بچپن ہی سے پڑی ہوئی تھی۔ اور چونکہ اِنھوں نے مادرانہ اُلفت و محبت کا مزہ ہی نہ چکھا تھا۔ اور والد بھی اِن کی کچھ اِتنی غور و پرداخت نہ کرتے تھے اِسی لئے وہ اوائل عمر ہی سے بالکل تنہائی میں بسر اوقات کرتے تھے۔ اور دوسرے بچوں کی طرح آسائش و آرام اور کھیل کود سے بالکل الگ رہتے تھے۔ جوانی کے وقت بھی وہ سیر و تماشے میں کبھی شامل

[†] ترجمہ گویان ؛؛ رسم قانون کے موافق صرف اپنی زبان اکثیل مقامات پر بولی جاتی ہے ؛

ہو گئے۔ اور اپنی آمدنی اور خرچ میں ایسے محتاط تھے کہ تخت نشینی کے وقت تک انہوں نے ساٹھ ہزار پونڈ یعنے نو لاکھ روپیہ جمع کر لیا ہوا تھا۔ ۱۸۶۷ء میں وہ اپنے چچا سلطان عبدالعزیز؎ مرحوم کے ساتھ یورپ کی سیر کو گئے۔ اور جیسا کہ وہ خود بیان کرتے ہیں اُن کے پیرس۔ لنڈن اور وائنا میں اس سفر کرنے نے اُن کے خیالات کو وسیع کرنے اور علمی لیاقت بڑھانے میں بڑی مدد دی۔ اور جوں ہی وہ قسطنطنیہ میں واپس آئے اپنی تعلیم کی کمی کو پورا کرنے کی خواہش اُن کے دل میں بڑے زور سے پیدا ہو گئی۔ اور مطالعہ اور کتب بینی میں بڑی محنت سے مصروف ہو گئے اور ساتھ ہی انہوں نے علم موسیقی کا بھی کچھ شغل رکھا۔ مگر پہلے کی طرح وہ کبھی سوشل (اجتماعی) تفریحوں یا تماشوں میں ہرگز شامل نہ ہوتے تھے۔ بلکہ کسی قسم کا شکار تک بھی نہ کھیلتے تھے۔ پولیٹیکل دورہ گردی کے بعد اپنے چچا سلطان عبدالعزیز کے ظالمانہ قتل کئے جانے کی خبر سن کر اُن کے دل پر سخت صدمہ طاری ہوا۔ اور جب اُن کا بھائی مراد تخت نشین ہوا۔ تو سب سے پہلے اعلیٰ حضرت ہی نے اُس کے ہاتھوں پر بیعت کی۔ اور صرف اُسی وقت ان کے کیریکٹر کی طبعی قوت اور طاقت نمایاں ہوئی۔ جبکہ سلطان مراد دماغی کمزوری کے باعث معزول کئے گئے اور یہ تخت قیصری پر جلوہ افروز ہوئے۔ شائد اس سے پہلے یہ خود بھی اُس خفیہ قوت سے جو ان میں پنہاں تھی بیخبر ہوں۔ جس کے ظاہر ہونے کے لئے شائد موقعے اور وقت کی ضرورت تھی۔ کیونکہ عنان سلطنت کو ہاتھ میں لیتے ہی ہمارے متین۔ کم گو۔ مطالعہ میں غرق۔ تنہائی پسند۔ عزلت نشین شہزادے نے وہ مستعدی چستی اور لیاقت خداداد ظاہر کی جن سے وہ اشخاص بھی جو بچپن سے لے کر اس وقت تک ان کے حالات سے پورے ماہر تھے حیران اور ششدر رہ گئے۔

ٹرکی تواریخ کے ایک نہایت ہی تاریک زمانے میں ان کو عنان سلطنت سنبھالنی پڑی۔ گورنمنٹ نے اس سے تھوڑا ہی عرصہ پہلے اپنے آپ کو بالکل دوالیہ بتا دیا ہوا تھا۔ صیغہ مالی بالکل بربادی کی حالت میں تھا۔ اور روسی ایجنٹ اور جاسوس ہر ایک شہر قصبے اور گاؤں میں رعایا کو دلفریب وعدوں سے لالچ دلا کر اور چھنکتے ہوئے چمکدار سونے کی رشوتیں دے کر بغاوت پر ابھارنے میں بڑی مستعدی سے مشغول تھے۔ سرویا نے روم پر

؎ سلطان عبدالعزیز بھی ان سے بہت محبت کرتے تھے۔

اعلان جنگ دے دیا ہوا تھا۔ اور فوج مشاہرہ نہ ملنے کے باعث بے ترتیب اور ناراض ہو رہی تھی۔ مگر اعلیٰ حضرت سلطان المعظم نے بڑی سنجیدگی اور متین الرائی سے اِن تمام مشکلات کا مقابلہ کیا جس تدبیر اور فراست سے کُل یورپ حیران رہ گیا۔ اور وہ بادشاہ جو دریائے نیوا کے سواحل پر حکمران ہے مارے رشک و حسد کے جل بھُن کر کباب ہوگیا۔ اور سلطنت عُظمیٰ روم کے یورپین مردبیمار کی حالت سے سنبھلنے تک کو بالیقین دیکھنا تک نہیں چاہتا تھا۔ اِس نازک موقعے پر اعلیٰ حضرت نے نہایت ہی بڑا حلم۔ بُردباری اور فراست ظاہر کی۔ وہ اپنے وزیر اعظم مدحت پاشا کی بے اندازہ قُدرت ومنزلت کو پا گئے تھے۔ اور چند دے اُس کی اور دوسرے قدرت یافتہ وُزراء کی مرضی کے مطابق عمل کرنے کو مناسب سمجھا مگر اِس کے ساتھ ہی وہ اپنی تجاویز کو بڑی احتیاطات سے سوچتے رہے اور مطابق منشائے خود حکومت کرنے کے لئے سامان تیار کرتے رہے ؛

اپریل ۱۸۷۷ء میں زار نے آخر کار اُس خفیہ جنگ کے بجائے جو وہ کچھ عرصہ پہلے سے کر رہا تھا۔ علانیہ اشتہار جنگ دیدیا۔ اور اس کا باعث اور مُدعا اُس نے یہ بتایا کہ "مشرق کی عیسائی رعایا کی حالت درست کرنے میں روسی قوم کے مُضطربانہ تردد اور خواہش کو پُورا کیا جاوے"۔ مگر ہم نہیں جانتے کہ زار نے اپنی قوم کا عندیہ کیسے معلوم کر لیا۔ جبکہ نہ ہی اخباروں کو آزادی تحریر حاصل ہے اور نہ ہی قومی خیالات تام اور پبلک تقریروں کے ذریعے ہی ظاہر کئے جاسکتے ہیں۔ خیر کچھ ہی سہی۔ حضرت زار فرماتے ہیں کہ "روم کے بیجا اور مُدمغانہ کبر وضد سے تنگ آکر ہم اپنی فوج پر تلطف ایزدی اور عنایات ربانی کی خواستگاری کر کے اُس کو اِس دینی مُہم کے لئے لڑنے کا حکم دیتے ہیں اور اجازت دیتے ہیں کہ وہ سرحد سے عبور کر جائیں" ؛

جس بہادری اور جُرأت سے تُرک لڑے اور کیسی شُجاعت سے اُنھوں نے اپنی ملک کی حفاظت کی۔ تواریخ کے مطالعے سے معلوم ہوسکتا ہے۔ اور گو تُرکوں کو اکثر ہزیمتیں ملیں۔ لیکن روسیوں کی بھی کچھ کم گت نہ بنی تھی۔ آخر کار مارچ ۱۸۷۸ء میں عہدنامہ سین سٹی فانو پر دستخط کئے گئے۔ جس کی شرائط اُس نے ایسی غاصبانہ اور جابرانہ مقرر کیں کہ اُس کے مُشتہر ہوتے ہی کُل یورپ میں تہلکہ برپا ہوگیا۔ اور معلوم ہوگیا کہ باقی دُوَل اُس کی شرائط کی بجا آوری کو ہرگز قبول نہ کرینگی۔ اور اس جوش وخروش کا نتیجہ یہ ہوا کہ برلن کانگرس منعقد

کی گئی ؛

اِس کانگرس سے جیسا کہ کُل دنیا جانتی ہے عہد نامہ سین سٹی فانو کے پرخچے اُڑ گئے۔ جس کے ختم ہونے پر لارڈ بیکنسفیلڈ لنڈن واپس گئے اور فرمایا کہ صلح اور باعزت صلح قائم کی گئی ہے۔ روسی سفراء سینٹ پیٹرزبرگ کو سدھارے کہ باب عالی کے معاملات اور کارروائیوں میں اَور نئی مشکلات اور پیچیدگیاں پیدا کریں۔ اور ترکی وُکلا نے سلامبول کی طرف مراجعت کی جس جگہ وہ اُن کونسلوں اور تجاویزوں میں باوقت پہنچ کر معاون ہوئے جن سے سلطنت عظمی میں اصلاح اور افلاح کا دَورہ شروع ہوگیا ؛

لڑائی کے ختم ہوتے ہی اعلی حضرت سلطان غازی نے اپنی تجاویز عمل میں لانی شروع کردیں۔ اُن کو اب معلوم ہوگیا تھا۔ کہ ہمارے قیام حکومت میں اب کسی قسم کا خدشہ باقی نہیں رہا۔ اور وہ اپنے تباہ شدہ ممالک محروسہ میں خوش وقتی اور مرفہ الحالی کو قائم کرنے میں بدل وجان مصروف ہوگئے۔ مگر سب سے پہلا ضروری کام اُس بادشاہ ساز کو سنگین سزا دینا تھا جو امن وامان اندرونی میں مخل رہا۔ مدحت پاشا کی کانسٹیٹیوشن جس کے منظور فرمانے پر سلطان المعظم مجبور کئے گئے تھے۔ منسوخ کی گئی۔ سلطان المعظم نے یہ جان لیا کہ ان کی رعایا ابھی پولیٹیکل ترقی کے اُس درجے تک نہیں پہنچی کہ صرف جبر ایک قسم کی کانسٹیٹیوشنیں چل سکتی ہیں۔ اور یکلخت گھڑی ہوئی کانسٹیٹیوشنیں یعنے وہ قوانین جو اصلی ترقی پر مبنی نہوں۔ ایک کوڑی کی حیثیت نہیں رکھتیں۔ شاید اُن کی اس پالیسی کی موید اَور بھی اغراض ہوں۔ کیونکہ یہ ممکن نہ تھا کہ وہ یکلخت اپنے خاندان کے قدیم طریقوں اور پالیسیوں کو بدل دیتے۔ قصہ کوتاہ حکومت خاصیت قوم اور قدرتی وضع مُلک پر منحصر ہے۔ اور ہر کسی منصف مزاج اہل الرائے کو اس میں شبہ نہوگا۔ کہ موجودہ عام تعلیمی حالت میں روم کی پستی اور حکومت خود مختاری میں اُس کی ناقابلیت کی وجہ سے اصلی ترقی کے لئے کسی نہ کسی طرح کی براہ راست حکومت اگر نہایت ہی لازمی نہیں تو اشد ضروری تو بہر حال ہے۔ اور پھر زہے نصیب اگر یہ حکومت ایک لائق شہنشاہ کے ہاتھوں میں ہو ؛

عالیجناب سلطان البرین والبحرین کی تجاویز پر سوچنے کے باعث یورپ والوں نے شور غوغا مچایا۔ اور سلطان المعظم کی حکمت عملی اور تدابیر اکسیر حکم کو سوچے سمجھے بغیر وہاں کے محض جاہل مدبران خود فروش نے واویلا شروع کردیا کہ قیصر روم نے اپنے مُلک کی اٹھتی ہوئی آزادی

کو تحمل کر کے پھر وہی پرانی اور تاریک اور بیجا حکمت عملی اختیار کر لی ہے۔ مگر ہمارے ظِلّ آلہ
اپنے کام کو ان بیہودہ ہرزہ بکنے والوں سے بدرجہا عمدگی سے جانتے تھے۔ اور کسی
لوم ولائم کی پرواہ نہ کر کے اپنے کام میں بڑی دلاوری اور جرأت کے ساتھ مشغول رہے۔ مگر
ساتھ ہی عرش پائگاہ سلمہ اللہ تعالے کو مخالفین اور معاندین کی سازشوں سے ذرا بھی دم
لینا نہ ملتا تھا۔ اور جوں جوں وقت گزرتا گیا۔ اُن کو یہ رنج دہ صداقت معلوم ہو گئی۔ کہ اکثر
وہ اشخاص جن پر اُنہیں کامل بھروسہ تھا۔ اور جن کو اُنہوں نے حضیض ادبار سے نکال کر
عزت و افتخار کی چوٹی تک پہنچا دیا تھا مار آستین سے کم نہیں ع دوست سمجھے تھے
جنھیں ہم وُہی دشمن نکلے۔ اِسی لئے اُنہوں نے پبلک لائف سے بذات خاص آہستہ
آہستہ گریز اختیار کر لیا۔ مگر ساتھ ہی کاروبار مملکت و ایک ثانیہ کے لئے بھی نہ چھوڑا ٭

محل یلدز جو قسطنطنیہ سے باہر تھوڑے ہی فاصلے پر ہے۔ اِن کی حکومت فرحت
نمط کے پہلے مہینے کے ختم ہونے پر ایک راوی چشم دید بیان لکھتا ہے (دیکھو اصل کتاب)

اندرونی اصلاحات کے بارے میں اِس مقبول و محبوب بارگاہ الہی کی کل خواہشیں
بفضل ایزدی پوری ہو گئی ہیں۔ سب سے پہلا امر جس کی اصلاح ضروری تھی صیغہ مال تھا۔ جو نہایت
ہی ابتر اور تباہی کی حالت میں تھا۔ مسٹر نیکر کے وقت سے کر جس نے انقلابی فرانس کے
خزانے کو درست کیا آج تک کسی انسانی فنانشر کو ایسا مایوسی بخش اور بیسروپا منظر پیش
نظر نہ آیا تھا۔ سلطان المعظم کے حکم سے سرکاری کمیشن تحقیقات کے لئے مقرر ہوئی۔
اور تحقیقہ غبنوں اور ضمانتوں کی ایسی وارداتیں ظاہر ہوئیں جو کسی مشرقی ملک میں بھی اب
تک نہ پائی گئی تھیں۔ جن کو دور کر کے نہایت ہی عمدہ مالی پالیسی اختیار کی گئی۔
جس کے مفید اور کار آمد ہونے کی کل سلطنت علیا کی موجودہ مرفہ الحالی اور صیغہ مالی کی
روز افزوں ترقی شہادت دے رہی ہیں۔ خزانے کی درستی کے بعد دوسرا امر قزاقی کو روکنا
تھا۔ جو سلطنت روم میں بیحد درجے تک بڑھ گئی تھی۔ اعلیٰ حضرت سلطان المعظم نے
بڑی مستعدی سے اِس کام کو اپنے ہاتھوں میں لیا۔ اور قزاقوں کی گرفتاری اور اُن کی
بیخکنی کے کام بڑی تیزی سے جاری رہے۔ جس کا نتیجہ صاف نمایاں ہو رہا ہے۔ اِس
کام کے چندے اور اسی طرح جاری رہنے سے تمام ممالک محروسہ سے قزاقی کا نام و
نشان بھی دور ہو جاویگا۔ اور ٹرکی مالی حالت اور روم کی خوشحالی دن بدن بڑھ رہی ہے ٭

اور صرف یہی ترقیاں نہیں جو اعلیٰ حضرت سلطان عبد الحمید کے عنان حکومت کو ہاتھ میں لینے کے وقت سے ہوئی ہیں۔ ان کی خاص ذاتی نگرانی میں سلسلہ تعلیم مدارج اعلےٰ تک پہنچ گیا ہے۔ اور صرف لڑکوں کے لئے ہی نہیں بلکہ تعلیم نسواں نے جو اُنکے ظلِ حمایت میں ترقی کی ہے استعجاب سے کم نہیں۔ ابتدائی تعلیم لازمی کی گئی ہے۔ اور ہر ملّت کے واسطے ضروری ہے کہ اُس میں ایک مدرسہ تو ضرور ہو جس میں تعلیم مُفت دیجاوے اور جہاں علاوہ قرآن شریف کے موجودہ علوم وفنون کی تعلیم دیجاتی ہے۔ یہ کہنا شاید ضروری نہیں کہ اعلیٰ حضرت کو اس بارے میں سخت مُستعد خُفیہ مخالفتوں سے سابقہ کرنا پڑا ہے۔ اور اسی وجہ سے ممالک دور دراز کما حقہٗ ترقی نہیں کر سکتے۔ مطابع بھی اعلیٰ حضرت کے خاص ظلِ عاطفت میں لئے گئے ہیں۔ اور خاص سرکاری مطبع میں حکم شاہنشاہی کے مطابق یورپ کے علوم و فنون اور سائنس کی کتابوں کے ترجمے برابر شائع ہوتے رہتے ہیں۔ جس امر کی حکومت ہائے سالقہ میں اجازت تک نہ تھی۔ سُلطان المعظم کو ہر وقت یہی فکر لگی رہتی ہے کہ اُن کی رعایا کی علمی اور دماغی لیاقت درجہ اعلیٰ تک پہنچائی جائے؛

اعلیٰ حضرت سُلطان عبد الحمید کی اصلاحیں صرف یہیں پر ختم نہیں ہو گئیں۔ فوج کو از سرِ نو مرتب کرنا اور اُس کو باقاعدہ تعلیم دینی ضروری تھی۔ اور اُنھوں نے اِس صیغے میں بھی ویسی ہی دلچسپی اور مُستعدی سے کوشش کی جیسی دوسرے صیغوں میں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج روم کی فوجی حالت درجہ کمال پر ہے۔ اور ایسی عمدہ اور باقاعدہ ہے کہ امپراطور ولیم ثانی کی زبان بھی اُس کی صفت وثنا میں لال ہے۔ جو جنگی امور پر معتبر اور مُستند اہل الرائے ہیں سلسلہ ریلوے بہت کچھ بڑھایا گیا ہے اور ایشیا میں کئی نئی لائنیں زیرِ تعمیر ہیں؛

اِن سب کاموں میں یہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے۔ سُلطان المعظم عبد الحمید خاں ہی بذاتِ خاص مُستعد اور مُصلح قوت ہیں۔ اُن کے وُزرا صرف حکم کے بندے ہیں جو سُلطان المعظم کے براہ راست احکام اور تجاویز پر کاربند ہوتے ہیں۔ اور جو اکثر بد لنخیالات کے آدمی ہوتے ہیں۔ بیشک یہ اعلیٰ حضرت کے لئے ایک سختی ہے کہ اپنی رعایا کی بہتری میں گو وہ بذاتِ خاص سچے دل سے کیسے ہی گرمجوش اور مُستعد ہیں۔ مگر اُن کے وُزراء اور دوسرے حکام ماتحت میں ویسی پُرجوشی اور مُستعدی نہیں پائی جاتی۔ اسی لئے صوبجات

وسطی میں تہذیب و شائستگی میں ویسی ترقی نہیں ہوئی جیسی اُن اضلاع و ممالک میں ہے جو اعلیٰ حضرت کی خاص ذاتی نگرانی میں ہیں یا قریب واقع ہیں۔ سلطان المعظم بڑے ہی رحمدل شہنشاہ ہیں اور یہ عام معلوم امر ہے کہ تخت نشین ہونے سے لے کر آج تک اُنہوں نے صرف ایک فرمان قتل پر دستخط کئے ہیں۔ اُنہوں نے ایک طرح تو سنگین سزا ہی موقوف کردی ہے کیونکہ مجرموں کی قسمت کا فیصلہ وہ بذات خود فرماتے ہیں۔

اِس میں ذرا بھی شک نہیں کہ روم کو۔ اُس کی بد انتظامیاں خواہ کتنی ہی ہوں۔ غلط بیانیوں اور افترا پردازیوں سے سخت نقصان پہنچتا ہے۔ جو کچھ اِس جگہ در اصل واقع ہو بیرونی دنیا میں اُس کی خبر بالکل اُلٹی پلٹی ہو کر پہنچتی ہے۔ اچھا امر بالکل گھٹا کر مشتہر کیا جاتا ہے اور بُرا امر بڑے مبالغے کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔ یہ بات لوگوں میں عام دلنشین ہو گئی ہوئی ہے کہ کیا روم میں سے کوئی خیر کی خبر بھی آسکتی ہے؟ اور یہ امر مسلم مانا گیا ہے کہ سلطان ہر وقت عیش و آرام میں مست رہتے ہیں اور امور سلطنت میں ہرگز دخل نہیں دیتے مگر ہر ایک شخص جو اسلامبول میں رہتا ہے۔ اِس امر سے اچھی طرح واقف ہے کہ فرمانروائے حال نہایت ہی مستعد ہیں اور موجودہ اصلاحیں اور ترقیاں ثابت کرتی ہیں کہ اُن کی تمام توجہ اور لیاقت امور سلطنت میں مصروف رہتی ہے۔ اُن کی پرائیویٹ لائف بجائے ایک مشرقی شہزادے کی طرح عیش و آرام میں بسر کرنے کے بالکل ایک یورپین شریف آدمی کی طرح ہے۔ بالی صیغہ کی دیگر اصلاحوں میں اُنہوں نے حرم کے اخراجات کو بھی بہت کم کر دیا ہے۔

بذات خود اعلیٰ حضرت صرف ایک ہی حرم محترم رکھتے ہیں۔ گو اُن کی شرعی ازواج چار ہیں۔ جو تعداد ہر ایک سلطان کے لئے لازمی ہے۔ مگر وہ کسی پر بھی خاص نظر عنایت نہیں رکھتے۔ اور اگرچہ اُن کے حرم کی تعداد اب بھی بہت بڑی ہے۔ مگر یہ صرف اپنے ملک اور اپنے خاندان کی رسوم و آئین کی پابندی کی وجہ سے ہے۔ وہ تو اپنے تین سو حرم محترم سے خلاصی کرنا چاہتے ہیں۔ جو انہیں صرف زیر بار اخراجات کرتی ہیں اور مشرقی ممالک کی درباری سازشوں کا اکثر باعث ہوتی ہیں۔ مگر قاعدہ کلیہ ہے۔ کہ صدیوں کی قوت یافتہ رسوم آسانی سے توڑی نہیں جا سکتیں۔ پس ہر سال میں ہر سالگرہ کو اور اور موقعوں پر والدہ ماجدہ اعلیٰ حضرت کو ایک ایک خوبصورت کنیز پیش خدمت کرتی ہیں۔ اور یہ جوان خواتین بطور حرم سرائے سلطانی میں داخل کی جاتی ہیں جہاں ہر ایک کا الگ الگ سامان و انتظام ہوتا ہے۔ چنانچہ فی حرم

باسوائے گھوڑوں۔ گاڑیوں اور سائیسوں کے کم از کم چار خواجہ سرا اور چھ خادمہ ہوتی ہیں۔
اِس ایک محل کے خرچ کو تین سو سے ضرب دو۔ پھر معلوم ہو جاویگا کہ سلطان المعظم کی سالانہ سیول لسٹ ۸۰ لاکھ پونڈ کیٹوں ہے۔ اِس رقم کا ایک معتدبہ حصہ جہیزوں میں خرچ ہوتا ہے۔ جو سلطان المعظم اِن کنیزکوں کو عطا فرماتے ہیں۔ جن کا عقد وہ اُن افسروں سے کر دیتے ہیں جنپر عنایت خاص ہو۔ ہر سال قریباً سو کے عقد کیئے جاتے ہیں اور ہر ایک کو اعلی حضرت قانوناً دس ہزار پونڈ بخشتے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ ہر ایک مُملک کے لیئے جس کو سلطان المعظم کوئی حرم عنایت فرمائیں لازمی ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو اِس حرم کے عوض ایک غلام پیشکش خدمت سلطانی کریں۔ تاکہ امپیریئل حرم سرا کے حرموں کی تعداد پوری رہے (اعلی حضرت سلطان جیسا کہ ہر ایک شخص جو اُن سے واقف ہے جانتا ہے۔ اِس تمام سلسلے سے نہایت ہی بیزار ہیں۔ مگر امپیریئل حرم میں اِس قدر ازواج رکھنے میں بہت بڑے تعلقات وابستہ ہیں۔ اور اگر سلطان المعظم اِس کارخانے کو دور کر دیں۔ تو بیشک دخدانہ کرے) وہ یا تو معزول کر دیئے جاویں یا قتل کیئے جاویں۔ سر ولیم وائٹ نے ایک دفعہ سلطان المعظم کی خدمت میں گزارش کی تھی۔ کہ وہ اِس کارخانے کو اِس طرح سے کم کر دیں۔ کہ کمیاں جو واقع ہوں اُن کو پورا نہ کیا جاوے۔ مگر یہ امر آسان نہیں۔ کیونکہ ہر ایک درباری وزیر اور با اقتدار پاشا حرم سرائے سلطانی میں اپنی بیٹی کے داخل ہونے کو اس کے لیئے جہیز کے حاصل ہونے اور والدہ کے خطاب کے ملنے کا ذریعہ سمجھتا ہے (جو شہزادی کے خطاب کے برابر ہے)۔

یہ تو صاف ظاہر ہے کہ اِتنے بڑے کُنبے کا خرچ بھی بہت ہی بڑا ہے۔ تاہم سلطان عبد الحمید بیجا اسراف کے روکنے میں ازحد کوشش فرماتے ہیں۔ پھر بھی جب کبھی وہ دلمہ باغچی محل سرا میں رونق افروز ہوتے ہیں۔ تو چھ ہزار آدمیوں کے لیے روزانہ طعام تیار ہوتا ہے۔ اور شائد اِسی لیئے وہ نسبتاً چھوٹے محل یلدز کوشک میں رہنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ ایک واقفکار شخص سلطانی محلسرا کا مندرجہ ذیل دلچسپ نقشہ بتاتا ہے۔ وہ تسلیم کرتا ہے۔ کہ اِتنے بڑے کُنبے کا انتظام اِس خوبی سے ہوتا ہے کہ نہایت ہی سہلے وقت فرمائشوں میں بھی کبھی کوئی دقت نہیں واقع ہوتی۔ ہر ایک صیغہ ایک ایک شخص کے زیر اہتمام ہے جو اُس کے انتظام کا براہ راست ذمہ دار ہے۔ اُس کے ماتحت ملازموں اور غلاموں کی ایک

جماعت رہتی ہے۔ جو اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں۔ اور وہ صرف محلسرا کے دفتر دار کے ماتحت ہوتا ہے۔ عورتوں کو کل محلوں کی کسی چیز کے انتظام میں ذرا بھی دخل نہیں۔ وہ یا تو بیگموں کی خدمت میں مصروف رہتی ہیں یا خاص خاص صورتوں میں سلطان المعظم کی خدمتگزاری کرتی ہیں۔ یہ کل انتظام اس طرح منقسم ہے کہ سوائے لارڈ ہائی چیمبرلین (قوچی باشی) اور دفتر دار کے کسی اور کو سخت محنت نہیں کرنی پڑتی۔ چیمبرلین تو اکثر سلطان المعظم کی ذاتی خدمت میں رہتا ہے اور ہر وقت حضوری میں حاضر رہتا ہے۔ اس لئے کل محلسرا کا انتظام دفتر دار کے ذمے ہے۔ اس نے خریداروں کی ایک جماعت مقرر کی ہوئی ہے جس میں سے ہر ایک اپنے اپنے صیغوں کے لئے خاص خاص اشیا کے خرید کرنے کا ذمہ وار ہے۔ اور اس کے ماتحت بہت سے معاون غلام اور ملازم ہوتے ہیں۔ ایک شخص مچھلی کے مہیا کرنے کی خدمت پر مامور ہے۔ اور چونکہ چھ ہزار آدمیوں کے لئے مچھلی کا ایسی جگہ میں جہاں کوئی ایسی بڑی منڈی نہو جیسی کہ اور بڑے بڑے شہروں میں ہیں مہیا کرنا آسان کام نہیں۔ اس لئے بیس آدمی چھوٹی چھوٹی منڈیوں میں پھر کر مچھلی گیروں سے مچھلی خریدنے کے لئے مقرر کئے ہوئے ہیں۔ اور پھر ان میں سے ہر ایک کے ساتھ دو آدمی ہوتے ہیں کہ خرید کردہ مچھلی کو اٹھا کر لاویں۔ ہر ہفتے میں تخمیناً دس ٹن (۲۰۰ من) مچھلی خرچ ہوتی ہے۔

۸ ہزار پونڈ روٹی روزانہ کھانے میں آتی ہے۔ جو بڑے بڑے تنوروں میں جو محل سے ذرا فاصلے پر بنے ہوئے ہیں پکتی ہیں۔ باورچیخانے تمام محلوں اور کوشکوں سے علیحدہ اور دور بنے ہوئے ہیں۔ ان کے پکانے کے لئے باورچیوں کی بہت بڑی جماعت مقرر ہے اور علاوہ ازیں آٹا اور ایندھن مہیا کرنے کے لئے ایک اور بہت بڑی جماعت متعین ہے ایندھن اکثر اونٹوں پر لایا جاتا ہے۔ اور کچھ کشتیوں کے ذریعے۔ ترکی روٹی بڑی سوکھی مگر ہلکی۔ سفید اور شیریں ہوتی ہے۔ اور ہر طرح سے نہایت ہی لذیذ ہوتی ہے۔ اور خاصکر وہ جو رائی (Rye) کی بنائی جاتی ہے؛

سلطان المعظم کا کھانا صرف ایک شخص بمعہ اپنے شاگردپیشوں کے پکاتا ہے اور کوئی دوسرا اسے ہاتھ تک نہیں لگا سکتا ہے۔ یہ چاندی کے دیگچوں میں پکایا جاتا ہے اور جب تیار ہو جاوے تو ہر ایک دیگچی پر کاغذ کا ٹکڑا چسپاں کیا جاتا ہے اور سر بمہر بند کیا جاتی ہے۔ جس کو ہائی چیمبرلین سلطان المعظم کے حضور میں کھولتا ہے۔ اور ہر ایک برتن

میں سے ایک ایک چمچہ لے کر پہلے خود چکھتا ہے۔ یہ امر سم کے اندیشے کے لئے کیا جاتا ہے۔ طعام ہمیشہ انہیں برتنوں میں جن میں وہ پکایا جاتا ہے سلطان المعظم کے سامنے رکھا جاتا ہے اور یہ اکثر سونے کے ہوتے ہیں۔ مگر جس حالت میں اس سے کم درجے کی دھات کے ہوں تو وہ سونے کے ایک کٹورے نما برتن میں رکھے جاتے ہیں۔ جن کو ایک غلام پکڑے رہتا ہے اور سلطان المعظم تناول فرماتے ہیں ہر ایک دیگچی میں مختلف قسم کا طعام ہوتا ہے۔ جس کو سلطان المعظم روٹی اور ایک قسم کی لچیک کے ساتھ جن کو دوسرا غلام سنہرے دسترخوان میں پکڑے رہتا ہے نوشجان فرماتے ہیں ؛

سلطان المعظم دوسرے برتنوں کا ہرگز استعمال نہیں کرتے بلکہ تمام کھانا انہی چھوٹی چھوٹی دیگچیوں میں سے کھاتے ہیں۔ میز پر تو ہرگز کھاتے ہی نہیں۔ اور چھری کانٹا گاہ گاہ برتتے ہیں۔ وہ ایک چمچہ سالن اور ایک لچیک کو انگلیوں سے کھانے کو بہت مرغوب رکھتے ہیں۔ جتنی قسم کے کھانے ہوں اس سے دگنے غلام حاضر رہتے ہیں۔ وہ عموماً دریچے کے پاس جو باسفرس کے اوپر ہو دیوان پر بیٹھ جاتے ہیں اور کھلے پائینچے کی ازار اور جھلک کو زیب تن فرما لیتے ہیں اور آستینیں اوپر چڑھا لیتے ہیں۔ کھانا کھانے کے بعد وہ قہوہ نوش فرماتے ہیں۔ پھر حقہ لیکر وہ اطمینان کے ساتھ نیچے لیٹ جاتے ہیں اور مختلف خیالات میں مستغرق ہو جاتے ہیں جس کو وہ "کرف مند" فرماتے ہیں۔ تباہی ہے اس شخص کے لئے جو ان کو اس وقت دق کرے ؛

باقی تمام خاندان کے لوگ جب اور جہاں چاہیں اپنا کھانا کھا سکتے ہیں۔ ہر ایک کے سامنے چھوٹا سا دسترخوان جس پر ایک چمچہ اور چند روٹیاں ہوتی ہیں بچھا دیا جاتا ہے۔ مگر طبقہ اعلیٰ کے سامنے روٹی کی جگہ لچیاں رکھی جاتی ہیں ؛

تخمیناً ہر روز پلاؤ کے واسطے ایک ٹن چاول۔ چھ سو پونڈ قند اور اسی قدر قہوہ علاوہ دوسرے مسالحوں۔ پھلوں۔ میووں۔ گوشت اور سبز ترکاریوں کے خرچ ہوتا ہے ؛

تقریباً کل ترک چاول۔ گوشت اور روٹی اکثر کھاتے ہیں۔ اور مچھلی۔ شیرینی۔ میٹھائی۔ مغزیات اور خشک اور تازہ پھل اور میوہ جات الگ رہے۔ اس سے تو ظاہر ہی ہے کہ باورچی خانوں میں فضول خرچی اور افراط تو بہت ہی ہوتی ہے۔ اور ہر روز اس قدر کھانا پھینکا جاتا ہے جس پر سو کنبے پرورش پا سکتے ہیں۔ مگر یہ فضول صرف ترکی شاہی محلسرا ہی تک محدود نہیں بلکہ

یورپ کے اکثر شاہی محلوں میں پائی جاتی ہے۔ فالتو اور زائد کھانا فقیر اکٹھا کر لیتے ہیں جو قسطنطنیہ میں بافراط سے ہیں اور جو باقی بچ رہے وہ آوارہ کتوں کے کام آجاتا ہے ؂

سلطان المعظم کے استعمال کے لئے کل پانی اور باقی کنبے کے پینے کے لئے پانی دو خوبصورت چشموں میں سے جو باسفرس میں بحیرہ اسود کی طرف محدود مقاسوں پر واقع ہیں۔ پیپوں میں لایا جاتا ہے۔ قہوجی باشی کا ایک یہ بھی لازمی فرض ہے کہ ایک گھوڑا اردولت پر ہر وقت تیار رکھے اور نیز ایک گاڑی دن رات تیار رہے۔ کیونکہ شہنشاہ شائد تبدیل مکان کرنا چاہیں۔ جو کہ وہ اکثر صرف ایک لمحے کی اطلاع پر کر دیتے ہیں ؂

باوجود اپنے گرد اس بھاری خرچ کے کارخانے کے ہونے کے خود ان تمام چیزوں کا مالک بڑی سادگی میں اپنی زندگی بسر کرتا ہے۔ امیر المومنین بہت ہی سویرے علی الصباح اُٹھتے ہیں۔ پوشاک پہننے میں زیادہ دیر نہیں لگاتے۔ جس میں یورپین قانون معاشرت کے مطابق اُنہیں شائد بہت زیادہ دیر لگانی پڑے۔ پوشاک زیب تن فرما کر وہ فوراً نماز میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ جس کے بعد وہ ایک پیالی سیاہ قہوے کی نوشجان فرماتے ہیں۔ اور پھر فوراً ہی چُرٹ پینا شروع کر دیتے ہیں۔ جو کہ وہ سارا دن برابر پیتے رہتے ہیں۔ حاضری کے تناول کر لینے کے بعد وہ خانگی معاملات میں اگر اُن کی توجہ کی ضرورت ہو تو درست کرتے ہیں۔ جس کی ایسے خاندان میں جہاں مختلف عمروں اور مختلف احتیاجوں والے اشخاص ہوں اکثر ضرورت رہتی ہے۔ یہ امر طے کر کے وہ حرم کے باہر نکل کر سلام لک (مردانہ مکان) میں رونق افروز ہوتے ہیں۔ یہاں وہ درباری امور کے متعلق کل رپورٹیں سُنتے ہیں۔ دس بجے کے قریب ان کا درباری سکرٹری اور دوسرے بڑے بڑے عہدیدار اُس دن کے مراسلے اور رپورٹیں لے کر حاضر ہوتے ہیں۔ اِن سب کو لے کر خلیفۃ المسلمین ایک سوفا پر بیٹھ جاتے ہیں۔ کل مراسلے اُن کے دائیں ہاتھ پر ہوتے ہیں اور بائیں ہاتھ پر ٹرکی اخباروں اور یورپین اخباروں کے اقتباسوں کا ڈھیر ہوتا ہے۔ جن کو ملاحظہ سلطانی کے لئے مترجموں کا محکمہ جو صرف اسی لئے مقرر ہیں ٹرکی میں ترجمہ کرتے ہیں ؂

یہ کام ختم کر کے وہ نہایت ہی سادہ ناشتہ تناول فرماتے ہیں۔ یعنی تھوڑا سا گوشت جس میں سبز ترکاری بہت سی پڑی ہوئی ہو۔ ناشتے کے بعد وہ باغ میں چہل قدمی کرتے ہیں۔ یا ان میلوں میں سے کسی ایک میں جو پارک میں موجود ہیں کشتی پر سوار ہو کر سیر

کرتے ہیں۔ اس وقت چیمبرلین یا اور کوئی بڑا عہدہ دار ضرور ہمرکاب ہوتا ہے۔ اس طرح دو گھنٹے کے گشت کے بعد وہ نشستگاہ میں تشریف آور ہوتے ہیں جس جگہ یا تو دربار عام کرتے ہیں یا کسی کمیٹی کے اجلاس میں شامل ہوتے ہیں۔ غروب آفتاب سے ایک یا دو گھنٹے پہلے وہ پھر ہوا خوری کو جاتے ہیں۔ ان کا شام کا کھانا بھی ناشتے کی طرح بالکل سادہ ہوتا ہے۔ ان کی مرغوب غذا پلاؤ شیرینی اور قدرے گوشت ہے محرمات کو اپنے احکام مذہبی کی مطابقت میں ہاتھ تک نہیں لگاتے۔ مگر شربت بہت پیتے ہیں اور برفانی بالائی کی قلفی اکثر کھاتے ہیں۔ کھانا ہضم ہونے کے بعد وہ یا تو سلاملک میں آتے ہیں یا حرم میں داخل ہو جاتے ہیں۔ جہاں ان کی بیٹیاں ان کو گانا سناتی ہیں یا کوئی باجہ بجاتی ہیں۔ ایسے موقعوں پر وہ بذات خود اکثر پیانو بجاتے ہیں جس میں اُن کو کمال حاصل ہے ؂

رات کو لکھنے پڑھنے کا بہت کام رہتا ہے۔ کاغذات سنتے ہیں۔ جو بارہ صیغوں سے آتے ہیں جن سے رات کے دو بجے تک فارغ ہوتے ہیں۔ آرام چوکی پر بہت تھوڑا وقت سوتے ہیں۔ شیخ ابوحسن شاذلی کے طریقے پر ہیں وظائف بھی کرتے ہیں ؂

مصوری وغیرہ سے اُن کو کچھ ایسا شوق نہیں۔ نہ ہی اُن کو حرموں کی طرف کچھ خیال ہے مگر اپنی اولاد پر حد سے زیادہ نثار ہیں۔ اور اپنے خاندان کے افراد سے نہایت ہی الفت رکھتے ہیں ؂

قد اعلیٰ حضرت کا میانہ ہے اور کل اعضا میں بہت عمدہ تناسب ہے۔ اور اپنی ثقیل الوزن ذمہ داریوں اور فرائض کے بوجھ کو بڑی بہادری سے اٹھائے ہوئے ہیں۔ مگر بعض اوقات چہرۂ مبارک پر بڑھاپے اور تکان کی علامات پائی جاتی ہیں۔ ریش مبارک سیاہ ہے اور بال اور آنکھیں بھی سیاہ ہیں۔ چشمہائے مبارک سے نرمی اور ملاطفت برستی ہے مگر ساتھ ہی زیرک اور تیز فہم ہیں۔ وہ اُن کو جو شرف ملازمت حاصل کرتے ہیں خوب آنکھ بھر کر اس طرح غور سے دیکھتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ اُن کے ضمیر کے کل حالات معلوم کر لینگے۔ مگر وہ دلفریب اور خوشنما جلوہ جو اوّل اوّل اُن آنکھوں سے دلوں پر پڑتا ہے اُس بے آرامی اور بے اعتباری کی حالت کو جو آنکھوں میں بستی ہے دیکھ کر دور ہو جاتا ہے۔ سلطان المعظم اپنے محل میں بھی اپنے آپ کو محفوظ خیال نہیں فرماتے۔ اور گو کسی خاص شخص پر اُن کو شبہ نہیں مگر وہ ہر ایک سے بچتے رہتے ہیں۔ وہ اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ مشرقی بادشاہوں کی زندگی میں درباری سازشیں اکثر واقع ہوتی ہیں۔ اور وہ اُن عبرت بخش سانحوں کو بھول نہیں گئے جو اُن کے تاج و تخت حاصل

کرنے کے باعث ہوئے تھے۔ کیا اُن کو درحقیقت ہی ایسا چوکنا رہنا چاہیے؟ یہ ایک جواب طلب امر ہے ؀

الغرض تھوڑے ہی بادشاہ ایسے گزرے ہیں جو ہمارے امیر المسلمین کی طرح اپنی رعایا میں ایسے ہر دلعزیز ہوئے ہوں۔ وہ اپنی رعایا میں نئی ہی طرح کے سلطان ہیں وہ اِس ندرت کی قدر کرنے میں کوتاہی نہیں کرتے۔ وہ ایسے سلطان نہیں کہ دن رات حرم سرا میں پڑے رہیں اور اپنے غلاموں کے ساتھ عیش و آرام میں رہیں۔ بلکہ وہ اپنی رعایا کی بہتری میں سچا اور واقعی ذوق لیتے ہیں۔ اور اپنے متقدمین کی طرح کل کاروبار سلطنت کو بعض چالاک وزیروں کے ہاتھ میں دے دینے کے بجائے خود ہر ایک امر میں حتّےٰ کہ نہائت ہی چھوٹے چھوٹے معاملات کو بھی خود دیکھنے اور اُنپر آپ فیصلہ کرنے میں از حد تاکید کرتے رہتے ہیں۔ بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ اِس عادت میں بہت ہی بڑھ گئے ہیں جس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ پبلک امور کے اجرا میں اکثر بہت توقف سے حائز ہوتے ہیں۔ کیونکہ سلطان المعظم اِتنا وقت کہاں سے لائیں کہ ہر ایک چیز کو ایک دفعہ ہی ملاحظہ فرمالیں ؀

سلطان المعظم بذات خاص نہائت ہی فیاض اور بدرجہ اتم نرم دل ہیں مشکل سے کوئی مہینہ گزرتا ہے جس میں وہ جیب خاص یعنی اپنی گرہ سے بڑی بڑی رقمیں اپنی رعایا میں سے سختی اور تکالیف دور کرنے کے لئے مذہب و ملت کا لحاظ کئے بغیر چندے میں نہ عطا فرماتے ہوں۔ تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے کہ اُنہوں نے خود بخود دو لاکھ پیاسٹر جزیرہ کریٹ میں ابتدائی مدارس کے قیام کے لئے عنائت فرمائے تھے۔ ایک دفعہ اُنہوں نے جواہرات اور ظروف نقرئی اور طلائی کا بہت بڑا حصہ خزانہ عامرہ کی مدد کے لئے نقدی سے تبدیل کر دیا۔ اور دوسرے موقعے پر اُنہوں نے اپنے ذاتی نوکروں کی بہت بڑی جماعت موقوف کر دی کہ یہ بجٹ مناسب خیراتی امور پر خرچ کیا جاوے۔ وہ اپنی رعایا پر نہائت ہی کم خرچ کا بوجھ ڈالنے کی حالت میں گزارہ کرتے ہیں اور اُن کی سول لسٹ ایک بڑی شہنشاہ کے لئے نہائت ہی کم ہے ؀

اُن کے کیریکٹر کا لب لباب بدرجہ غائت احتیاط پر مبنی شدہ کہا سکتا ہے اور یہی شائد اُن کی متواتر بے اعتباری اور عام تذبذب کا باعث قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور یہی لئے شائد وہ کل کاروبار سلطنت خود انجام کرتے ہیں۔ مگر شکر کا مقام ہے کہ اِس تخت

احتیاط کے ساتھ واقعی علم و واقفیت اور ذہانت بھی شامل ہے۔ اور بایں وجہ اندرونی اور بیرونی پالیسی کے تمام مسائل اور مذاہب اور تعلیم کے متعلقہ سوشل عقدوں اور کل باقی چیزوں کے مقابلہ کرنے اور ان کو سرانجام دینے کے لئے جو ان کے ہاتھوں میں سے گزرتے ہیں نہایت ہی قابل ہیں۔ یہ ایک اور خوش قسمتی کی بات ہے کہ قدرت قادر نے اُن کو کام کرنے کی غیر معمولی استعداد اور قوت بخشی ہوئی ہے۔ اوضاع و اطوار میں وہ حد سے بڑھ کر خلیق اور متواضع ہیں۔ خاصکر یورپین لیڈیوں کے ساتھ سلوک کرنے میں۔ بالتحقیق اُن کو ایسا ہنر معلوم ہے۔ کہ جو کوئی ایک دفعہ شرف اندوز ملازمت ہوتا ہے بقیہ عمر کے واسطے اُن کا گرویدہ احسان ہو جاتا ہے۔ اور اُن کو جان سے زیادہ عزیز سمجھتا ہے۔ وہ سوچ سمجھ کر بڑی احتیاط اور سلیقے سے گفتگو کرتے ہیں۔ مگر جب کوئی ایسا مضمون آجاوے جس سے اُن کا جوش موجزن ہو جاوے تو کمال رعب و داب سے تکلم کرتے ہیں۔ مذہبی معاملات میں وہ متعصب نہیں مگر اپنے مذہب کے پکے معتقد ہیں اور ہر ایک امر میں احکام شرعی کی پابندی کرتے ہیں۔ علماء۔ درویش اور فقرا کی اکثر مجالست رکھتے ہیں۔ اور بڑی فراخ دلی سے اُن کو انعام و اکرام عطا فرماتے ہیں۔ اور سچ پوچھو تو اُن کا ہاتھ دینے کے لئے ہر وقت کھلا رہتا ہے۔ اپنی سخاوتوں سے انہوں نے حاتم اور معقیناس کے ناموں کو گرد کر دیا ہے۔ اور تمام یورپین ملاقاتیوں کو اور عموماً صاحبان علم و ہنر کو خصوصاً بیش بہا تحفہ تحائف نوازش کرتے ہیں ؛

اگر ہم اُن کی گورنمنٹ کی ماہیت کو بیان کریں تو کہ سکتے ہیں کہ وہ ایک لبرل شہنشاہ ہیں۔ مگر مغربی خیالات کی آزادی روم میں مفقود ہے۔ مگر اعلیٰ حضرت امیر المومنین یہ امر اچھی طرح سے جانتے ہیں۔ کہ بینی فی الحقیقت بنیادی آزاد خیالات کو کس طرح اپنے ممالک محروسہ کے مقامی۔ پولیٹیکل اور قومی حالات کے موافق عمل میں لاویں بظاہر تو وہ ایک جابر مطلق العنان معلوم ہوتے ہیں مگر اصل میں اپنی رعایا کے ساتھ پدرانہ سلوک کرتے ہیں اور اس کی بہتری کے خالص نیک ارادے رکھتے ہیں۔ روم کی کتنی ہی خطائیں کیوں نہ ہوں مگر اس کے موجودہ فرمان فرما اعلیٰ حضرت سلطان المعظم خلیفۃ المسلمین عبد الحمید خان ثانی الغازی ایک مخیر اور فیاض حکمران ہیں اور جن کی خواہش عظمیٰ اپنی رعایا کی خوشحالی اور بہتری ہے سلطان المعظم کی لائق حکومت میں روم نے درستی اور صحت یابی کے راستے میں بہت بڑی سرعت کے ساتھ اور اطمینان بخش ترقی کی ہے۔ اب جس چیز کی اس کو سب سے بڑھ کر ضرورت ہے۔ اُن کا

قسطنطینیه - قصر چراغان

زمانہ ہے۔ کہ وہ اپنی مالی حالت۔ قوت اور طاقت کو بخوبی سنبھال لے"

سلطنت عثمانیہ کی نازک حالت کو سلطان المعظم سے بڑھ کر کوئی شخص نہیں سمجھتا اِسی لئے وہ تمام یورپین تنازعوں سے الگ رہنا چاہتے ہیں۔ اندرونی بغاوتوں سے اُنہیں بے کھٹکے رہنا چاہئے۔ اُن کا تخت محفوظ ہے۔ اور تمام کہانیاں جو یورپ میں خانگی سازشوں کے متعلق پہنچی ہیں۔ اور یہ روائتیں کہ لوگ اُن کو معزول کر کے اُن کے بھائی مراد کو تخت نشین کرنا چاہتے ہیں بالکل بنا وٹی اور افترا پردازیاں ہیں۔ اِس امر کو الگ ہی رہنے دیجئے کہ مراد فی الحقیقت ہی دماغ میں سخت کمزور ہیں۔ اور کل خاندان کا ہر ایک فرد بشر اپنے خلیفۃ المسلمین پر جان نثار کرنے کو تیار ہے ؟

(ضمیمہ نمبر دوم)

حضرت سلطان المعظم اور دنیائے اسلام

(منقول از رسالہ قمر۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء)

یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کی معرفت ہر ایک شخص کو حاصل نہیں ہو سکتی۔ غیر قومیں خیال کرتی ہونگی کہ حضرت سلطان المعظم مثل اَور مسلمان سلطانوں کے ایک باعزت و با وقعت فرمانروا ہیں۔ اور اُن کی وہ عزت و وقعت اُنہیں کی صرف حدود سلطنت سے جیسا کہ اَور سلطانوں کی ہوتی ہے محدود ہے۔ مگر نہیں۔ حضرت سلطان المعظم کی عزت۔ محبت وحمائت کا جوش تمام دنیا کے پُرجوش اہل اسلام میں موجود ہے۔ میں اُن قوموں کا تذکرہ نہیں کرتا جن کو دنیائے اسلام کی کچھ خبر ہی نہیں۔ میں اُن قوموں کا نام نہیں لیتا جن میں فخر نسبت کا خراب کُن جوش باقی ہے۔ لیکن اِس امر کو میں یقینی طور سے کہہ سکتا ہوں کہ دنیا کی کوئی قوم اسلام ایسی نہوگی جسے سلطان المعظم سے تعلق نہو۔ آخر اس کا سبب۔ اِس کی وجہ میرے نزدیک وہ جائز تعلق اِسلامی جوش کا ہے جو اسلامی محبت کے ساتھ ساتھ ہمیشہ باقی رہیگا۔ اور کیونکر نہ باقی رہے۔ تمام دائرہ اسلام کے مرکز مسلمانوں کے قبلہ ایمان کی جان حرمین شریفین زاد اللہ تعظیماً وتشریفاً کی حمائت آج سلطان المعظم ہی کی

ذات بابرکات پر منحصر ہے۔ اُن مقدس اور مبارک مقامات کا شرف خادمیت جو تمام شرفوں اور اعزازوں سے اُسی قدر بالا ہے جس قدر مخدوم کا شرف خادم پر بالا ہو سکتا ہے۔ سلطان المعظم ہی کو حاصل ہے۔ اور علاوہ ازیں بیت المقدس جو عیسائیوں اور مسلمانوں کا ایک مشترک معبد ہے۔ اور جس کو دولت عَلیہ عثمانیہ کی بہادرانہ اور شجاعانہ تدبیر و قوت نے ایسے پر خطر اور خوفناک زمانے میں بھی اپنے ظلِ عاطفت میں لے رکھا ہے جس کے لے لینے کی ہر متعصب عیسائی سلطنت کو خواہش بیجا گھیرے ہوئے ہے۔ سلاطین عیسائیہ کی قوت متفقہ سے بڑے بڑے شیروں کے زہرے آب ہوتے ہیں تمام عیسائی فرقوں کو بیت المقدس کی ندامت بے شبہ متفق بنا دینے کے لئے ایک پر تاثیر قوت ہے۔ اگر اہل یورپ علمی انسانیت اور فلسفی تہذیب کے برقعے سے اپنے ناجائز مذہبی جوش کو نہ چھپائے ہوئے ہوتے تو تمام دنیا پر ظاہر ہو جاتا کہ عیسائیوں کو بیت المقدس کا مسلمانوں کے قبضے میں ہونا کس قدر ناگوار ہے۔ لیکن علوم فلاسفہ کی روشنی اور تہذیب انسانی کی چاندنی نے اپنے تمام ملک عیسائیہ کی ظلمت تعصب کو بالکل ہی دور نہیں کر دیا ہے بلکہ بہت سی متعصب خوفناک صورتیں وحشت کی تاریکی میں اب تک موجود ہیں کیا دنیائے اسلام اُن یہودیوں کو جن پر بزدلانہ حملے ہو رہے ہیں بھلا دیگی؟ میری رائے میں صرف ایک انگلستان تعصب مذہبی پر تہذیب انسانی کو غالب رکھنے کی قوت اپنی پوری پوری ہمت سے ظاہر کر سکتا ہے۔ باقی تمام سلطنتیں مذہبی جوش سے ایسے خطرناک وقت میں بدمست ہو کر ٹوٹ پڑنا معیوب نہ سمجھیں گی۔

مسلمانوں کے مقدس رہبر کامل نے اُن کو بیت المقدس کا حرمین شریفین سے صرف ایک ہی درجہ کم ہونے کا سبق دیا ہے۔ تمام دنیائے اسلام بیت المقدس کو عزت بھری نگاہوں سے ہمیشہ اور ہر وقت دیکھتی چلی آئی ہے اور یوں ہی اُس وقت تک دیکھتی چلی جائیگی جب تک اُس کا پاک ایمان باقی ہے۔ مورخین کے لئے صلیبی خونخوار لڑائیاں جو اسی پاک سرزمین کے قبضہ حاصل کرنے کے لئے نہایت سخت مدت سے ہو چکی ہیں اسلام اور بیت المقدس کے تعلقات ظاہر کرنے کو کافی ہیں۔ تمام دنیائے اسلام پر بیشک لازم ہے کہ وہ اپنے مقدس مقامات کی حفاظت کے لئے سب کاموں سے زیادہ سرگرمی دکھلائے گو اس حفاظت کا بار زیادہ تر اُسی گروہ اور اُسی

سُلطان پر رکھا جا سکتا ہے۔ جو اطراف خطہ مذکور میں فرمانروائی اعلیٰ قوموں سے کر رہا
ہو۔ اسلام کے مذہبی مقامات ہر متنفس سے برابر تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن اہل اسلام
صرف اسی امر سے مخوّف نہیں ہیں کہ متعصب عیسائی و ولتیں جن کو فی زمانہ روز افزوں
ترقی حاصل ہے ہمارے مذہبی سُلطان کے مقابلے کے لئے بیت المقدس
کے قبضہ حاصل کرنے کی خواہش میں موقع پا کر ضرور آمادہ ہو جائینگی بلکہ اُن کی دوراندیش
طبائع اپنی چشم بصیرت سے کام لے کر بالیقین اس امر کو سمجھ رہی ہیں کہ کرسچین ڈم
(کرسٹانی تلیث) اپنی ندامت مٹانے اور عوض لینے کے لئے صرف اپنے ہی قبلہ پر اکتفا
نہیں کر سکتی بلکہ وہ اسلام کے محفوظ اور مقدس قبلہ تک بڑھنے کی جرأت اور کوشش
کریگی اور کوئی دقیقہ ہاتھ آئے ہوئے موقعے پر اُٹھا نرکھے گی۔ اگرچہ اُس مقدس سرزمین کا
سچا نگہبان ہمیشہ کے لئے اُس کو محفوظ رکھنے کا وعدہ کر چکا ہے ع دشمن اگر قوی است
نگہبان قوی تراست ؎ لیکن اہل اسلام کا سخت گشت وخون۔ اطراف وجوانب کا
مسیحی قبضہ۔ مسلمانوں کا تنگ مقام محدود میں مقید ہو جانا۔ آجکل کے یہودیوں کی مثل
ذلیل وخوار ہونا۔ اور بڑے بڑے عزت کے مقدس مقامات پر صلیبی پھریروں کا اُڑنا ہی
کیا کم ہے۔ ہر وہ مسلمان جس کی رگوں میں حمیت کا جوش ہے۔ اِس خوفناک سماں کے
دیکھنے کے لئے زندہ رہنا پسند نہ کریگا۔ اور ایسی بے حیائی اور بے حُرمتی کی زندگی بسر
کرنے پر راضی نہ ہوگا۔ بیشک یہی وہ خیال ہے جو تمام دُنیا کے اسلام کو ہر وقت سُلطان
المعظم کی جانب متوجہ کرتا رہتا ہے۔ کیونکہ یہ امر اظہرمن الشمس ہے کہ سُلطان المعظم ہی
کی ذات بابرکات تمام اسلامی فرمانرواؤں کے طبقے میں ایسی نکل سکتی ہے جو اسلامی
خدمتوں۔ مذہبی جماعتوں اور مقدس مقاموں کی حفاظتوں کو قائم رکھ سکے اور رکھتی ہے
ہر سال لاکھوں حاجیوں کا دُنیا کے ہر حصے سے حرمین شریفین کا جانا اور بیت اللہ
اور بیت الرسول میں سُلطان اسلام کا خطبہ سُننا اور اُن فیاضیوں اور
جماعتوں کو دیکھ کر اپنے اپنے ممالک کو واپس آنا تمام دُنیا کے اہل اسلام میں ایک عجیب
جوش محبت پیدا کرتا ہے۔ تمام سچے اور پکے اہل اسلام ہر وقت اپنے دینی محافظ اور
اسلامی نگہبان کے لئے سچے دلوں سے حضور مقدس باری تعالےٰ میں
ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر یوں دُعا کرتے میں مصروف رہتے ہیں ؎ اندر بقائے عمر تو خیر جہانیاں

باقی مبادہ ہر کہ نخواہد بقائے تو ۔ وہ پرلے خیال کے سچے اہل اسلام ہیں کو اخباروں سے کوئی ایسی دلچسپی حاصل نہیں ہو سکتی اخباروں کے دیکھتے ہی اپنے مذہبی سلطان کی خبریں دریافت کرتے ہیں۔ اور نہایت ہی اشتیاق سے اگر اُن کی خوش قسمتی سے کوئی ایسی خبر ہو سنتے ہیں۔ ہندوستان کے اکثر شہروں میں سلطان اسلام کے بقاے سلطنت کے لئے نمازوں میں دعائیں مانگتے ہیں۔ شائد کوئی ناواقف۔ اسلامی عزتوں کا ناقدردان اعلیٰ حضرت کے لئے نصرت۔ عزت کا طلب کرنا ناجائز سمجھتا ہو۔ والاّ بالاتفاق حضرت سلطان المعظم کی محبت سے تمام دل بھرے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کو بیشک تسلی دیتے ہیں کہ اُن کا موجودہ مذہبی سلطان بڑے بڑے اوصاف سلطانی کا منبع ہے جو اپنی خوش تدبیروں اور مدبرانہ کارروائیوں سے نہ صرف اپنے دوستوں کا ممدوح ہے بلکہ وہ قومیں اس کے اوصاف کی معترف اور اس کی لیاقت کی قائل ہیں جو ہمیشہ سلطان عثمانیہ کو ایک معمولی ایشیائی فرمانروا سمجھتی ہیں۔ چند فقرے مصنف کتاب فیوچر آف اسلام کے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ منصف مزاج اور عدل پسند اشخاص معلوم کرینگے کہ حضرت سلطان المعظم کس دل ودماغ اور عقل وقوت کے فرمانروا ہیں ۔

عبارت فیوچر آف اسلام

دو نئی نسلِ حنفیہ نے یہ عزم راسخ کر لیا تھا کہ سلطان کو اس بات پر مجبور کریں کہ وہ علانیہ مذہبی اور انتظام مذہبی کے متعلق کارروائیوں کے پیشوا بن جاویں پس جب انہوں نے دیکھا کہ سلطان عبدالعزیز طریق خلافت پر ٹھیک ٹھیک نہیں چلتے تو انہوں نے اُن کو تخت سے اُتار دیا اور عبدالحمید سلطان حال کے لئے جو اُن کے خیال کے مطابق مسیحی دلاور اسلام میں راہ کھولی۔ مذہبی سلسلہ جانشینی پیغمبر میں خاندان عثمانیہ کی شاخوں کا یہ پچھلا پیوند جو لگا یعنے سلطان عبدالحمید تخت خلافت پر متمکن ہوئے تو دیندار مسلمانوں کو یہ ایک نعمت غیبی معلوم ہوئی۔ یہ بات قابل یقین کے ہے۔ کہ اگر عبدالمجید یا عبدالعزیز کا جانشین کوئی ویسے ہی نافہم اور بے خبر لوگوں میں سے ہوتا جو اکثر تخت سلطنت پر پچھلے زمانے میں بیٹھتے آئے ہیں تو خلافت عثمانیہ اس وقت تک زمانہ گذشتہ کی بات ہو چکی ہوتی۔ لیکن سلطان عبدالحمید نہ تو نفس پرست اور آرام

طلب تھے اور نہ جسم یا طبیعت کے کمزور تھے۔ اُنھوں نے بیساختہ خیال سے جسپر ہر
ایک شخص خواہ مخواہ آفرین کریگا اُس حبل متین کو پکڑ لیا۔ اور مذہب کے اعلے درجے کے
خیر خواہ۔ گروہ کے پیشوا اور سردار بن گئے۔ میری دانست میں یہ بات بلاشبہ کہی جا سکتی
ہے کہ باعتبار مذہبی رائیوں کے وہ ایک پکے حنفی ہیں۔ لڑکپن میں باوجود شہزادگی کے
وہ ایک متین شخص تھے۔ اور علمی مذاق خصوصاً جغرافیہ و تاریخ کا شوق رکھتے تھے۔
مذہب میں اگرچہ عالم نہیں ہیں تاہم مذہبی علم اُن کو حاصل ہے۔ لہذا یہ بات تسلیم کرنی
چاہئے کہ اپنی مذہبی اور روحانی افسری یعنی منصب **خلافت** کی حالت پر اُن کو خلوص
کے ساتھ عقیدہ ہے۔ ایک شخص نے اپنا چشم دید واقعہ مجھ سے بیان کیا ہے کہ تخت
نشینی سے چند روز بعد جب حسب دستور مسجد ایوب میں اُن کو تلوار خلافت بندھوائی گئی۔ تو
اُنھوں نے اپنے طرز و طریقے میں ایک دفعتاً تبدیلی سے اہل بارگاہ سلطانی کو متعجب کر دیا۔
اُسی روز بعد دوپہر سلطان **عبد الحمید** تمام دن اُن لوگوں سے اپنے درجۂ مذہبی و منصب
خلافت کا ذکر ایسی زبان میں کرتے رہے جو کئی صدیوں سے محلسرائے سلطانی کی حدود کے
اندر سُنائی نہ دی تھی۔ یہ بھی تحقیق ہے کہ روسیوں کے حملے کے تردداتے سے نجات پا کر
اُن کا پہلا کام یہ تھا کہ روسی اعلان اور وعظ کو جو شروع ہو چکا تھا از سر نو نظم و نسق کے
پیرایہ میں لائیں اور ہندوستان اور ممالک بار بری میں نئے واعظ اس لئے بھیجیں
کہ اُن مسلمانوں پر جو غیر مذہب والوں کی زمین میں رہتے ہیں خاص سلطان کی خلافت کا
وعظ کہیں۔ غیر ممالک کے اجنبی مسلمانوں سے بھی سلطان کی تقریر ابتدا ہی سے بہ نسبت
دُنیاوی بادشاہ کے زیادہ تر بطور حاکم مذہبی کے رہی۔ اور سفیران یورپ کے ساتھ سلطان نے
اپنی یہ حالت برابر اور مستقل طور پر اور نہایت اثر کے ساتھ قائم رکھی۔ سلطان عبد الحمید
کی لیاقت کا یہ کچھ کم اور ادنیٰ ثبوت نہیں ہے کہ اُنھوں نے اپنی حکمت سے ہمارے اثر
سفارت کو درہم برہم کر دیا۔ وہ نماز کے نہایت پابند ہیں۔ اور درویشوں۔ اہل کرامات اور
مقدس لوگوں کے بڑے قدرداں بھی ہیں۔ ایسے لوگوں کی بڑی تلاش میں رہتے ہیں۔
اور اُن کی بڑی عزت کرتے ہیں۔ امور سلطنت اور عدل گستری میں جب وہ خود عمل کرتے
ہیں تو سخت پابندی شریعت کرتے ہیں۔ اور مسائل مشتبہ میں ہمیشہ مفتی یا شیخ الاسلام
سے مشورہ کرتے ہیں۔ جب کوئی یورپ کی فرمائشیں خلاف قانون شریعت کے ہوتی ہیں

تو سلطان نے اُن کے روکنے میں کچھ کم اور ناقابل وقعت قوت اور استقلال ظاہر نہیں کیا۔

دو سلطان عبد الحمید نے نہ صرف علمائے ترک کو اپنا مؤید بنایا بلکہ اپنی عملداری سے باہر بھی رایوں کے ایک بڑے اور قابل وقعت ذخیرے کو اپنا طرفدار بنالیا ہے۔ باتو مذہب کے حق میں یہ لوگ دغابازی کرنے والے سمجھے گئے تھے یا اب اُن سے خاندان عثمانیہ کے سلطان پر پھر ایک مرتبہ بطور دلاور اسلام کے نظر پڑنے لگی۔ اور پرانے فیشن کے علماء جو اسلام کی بازگشت ابتدائی حالت پر چاہتے ہیں سلطان عبد الحمید کو شیر اسلامی سمجھتے ہیں۔ ایک سال گزرا جب میں جدے میں تھا تو اُس وقت یہ بات نہ تھی۔ لیکن اب یہی حالت دکھائی دیتی ہے۔ اُس وقت تک خود انہیں کے فریق کے لوگ اُن کی نسبت شبہ کے ساتھ گفتگو کرتے تھے۔ اور بلاشبہ سلطان نے اُن میں کوئی جوش پیدا نہیں کیا تھا۔ وہ لوگ اُن کے بادشاہ کو نہ سمجھتے تھے اور یہ خیال کرتے تھے کہ سلطان ایک چال چل رہے ہیں۔ اُن کے سچے مسلمان ہونے پر شبہ تھا۔ یہ بات ناممکن معلوم ہوتی تھی کہ سلطان عبد المجید کا لڑکا متدین اور باوقار نکلے گا۔ علاوہ بریں سلطان عبد الحمید نے اُس وقت تک اپنی قوت نہیں دکھائی تھی۔ اور قوی ہونا ایسی چیز ہے کہ جس سے ہر ملک میں آدمی دلاوری کا لقب پاجاتا ہے۔ اور اُس کی ستائش ہوتی ہے۔ لیکن پچھلے آٹھ ماہ میں بہت جلد جلد واقعات وقوع میں آئے۔ یونان۔ البانیا اور کردستان میں عبد الحمید نے اپنی تدبیر کی بازی کو جیت لیا۔ انگلستان سے وہ کچھ نہیں ڈرے۔ اور اصلاح مجوزۂ غیر مسلم کا سامنا دلیری سے کیا۔ یورپ کی آنکھوں کے سامنے اُنہوں نے یہ جرأت کی۔ کہ مدحت پاشا کو جو یورپ کی حمایت میں تھا گرفتار کرلیا اور بہ الزام قتل اُس کی تحقیقات کی۔ بالآخر ٹیونس میں اہل فرانس سے بھی سلطان نے گویا اپنا ہی کام کرالیا۔ یعنی اس وجہ اُن کو شمالی افریقہ کے مسلمانوں سے ہمدردی کے اظہار کا موقع ملا۔ حالانکہ یہ وہ خلافت تھی کہ صدیوں سے سلطان کے دعوے کے برخلاف تھی۔ بیس سال پہلے سلطان عثمانیہ کے لئے یہ بات قطعاً ناممکن تھی کہ ایک عرب کے سینے میں اپنی خیرخواہی اور وفاداری کے خیالات پیدا کرے۔ اُس زمانے میں ٹیونس کو بالخصوص اس بات پر ناز تھا کہ ہم ٹرکی کی حکومت سے آزاد ہیں۔ اور باستثنائے حنفی فرمانروایان ممالک ساحل افریقہ کے اور سب

لوگ ترکوں کی طرف سے لڑنے کے خیال کو لغو اور بیہودہ سمجھتے تھے۔ لیکن اب خود ملکی لوگ جو تیرواں میں متنفذ اور گرامی قدر ہیں سلطان عبد الحمید کے اشاروں پر حرکت کرتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہے کہ مصر میں بھی سلطان کس قدر کامیابی کے ساتھ تحریک کر رہے ہیں۔ ہندوستان کے مسلمان مساجد میں اُن کے لئے دُعا مانگتے ہیں۔ ہر جگہ وہ فرقہ جو اسلام کی بازگشت چاہتا ہے مُسلّح کھڑا ہے۔ اور اُس خلیفہ کو جو اُن کی مرضی کے موافق کام کر رہا ہے اور یورپ کو بے اصل سمجھتا ہے اور بشرط ضرورت اِس بات پر مستعد معلوم ہوتا ہے کہ کسی دن اُن لوگوں کے ساتھ اُن لوگوں کا پیشوا بن کے علم جہاد بلند کرے۔ اپنا پیشوا تسلیم کر چلا ہے۔ سلطان عبد الحمید پاکیزگی کے ساتھ شریعت سے رجوع لاتے ہیں"؛

فقرات مندرجۂ بالا سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت سلطان المعظم اُن تمام اوصاف سلطانی سے موصوف ہیں جو ایک عالی ہمت۔ بلند خیال۔ پاکباز۔ مُدبّر و منتظم۔ ہونہار و متشرع خلیفہ میں ہونی چاہئیں۔ اور حضرت امیر المومنین اپنی اسلامی پالیسی میں ہمیشہ کامیاب و مظفر و منصور کے لقب سے ملقب ہونے کے مستحق ہیں۔ دگو مندرجہ بالا اقتباس کے کل خیالات سے ہمیں اتفاق نہیں)۔ علاوہ بریں عقلائے فرنگ اور مدبران یورپ کی رائے اِس وقت بھی حضرت سلطان المعظم کی نسبت نہایت ہی عمدہ اور قابل وقعت ہے۔ لارڈ مارکوئس آف سالسبری وزیر اعظم انگلستان کے وہ تمام بیانات جو ٹرکی کی نسبت فرمائے ہیں قابل لحاظ ہیں۔ صاحب ممدوح فرماتے ہیں کہ ”ٹرکی کی حالت بہتر ہے۔ سلطان نہایت ہی قوی الرائے حکمران ہیں۔ اور ابتری کے دور گذر گئے ہیں جو اُن کے سابق حکمرانوں نے سلطنت میں پیدا کی تھی نہایت سخت محنت و جفاکشی ظاہر فرما رہے ہیں۔ کل سلطنت عثمانیہ میں ترقی کی جانب کوشش ہو رہی ہے۔ مجھ کو یقین کامل ہے کہ اگر وہ ترقی برابر قائم رہی تو بالآخر اِس سے امن و امان قائم ہوگا اور یورپ کو اس سلطنت کے تنزل اور تباہی کا خوف نہ باقی رہیگا"؛

پروفیسر ویمبری نے دربار ہالس سٹریٹ منچسٹر میں ۳۰ مئی ۱۸۹۱ء کو انبوہ کثیر کے سامنے جو لکچر دیا ہے اُس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت سلطان المعظم اس پالیسی میں کہ ع آہن با آہن تواں کرد نرم ؛ کسی سے دب کے نہیں رہے ہے۔ لائق پروفیسر کا بیان ہے کہ "ٹرک دیگر ایشیائی اقوام میں نہایت سر برآوردہ و ترقی یافتہ ہیں۔ الخ"۔ داس

کچھ کا ضروری حصّہ کی جگہ۔ اِس سے پیشتر حاشیہ میں درج ہو چکا ہے۔ لہٰذا اعادہ بے سود ہے۔ مترجم کتاب) ؁

حضرت سُلطان المعظّم نے اپنی تدابیر اور حُسن انتظام سے سال گزشتہ میں بلوۂ کریٹ کو نہایت ہی مُستقل مزاجی کسے فرو کیا۔ اور امسال سیسر یا واقع یمن کا بلوہ بھی جو ایک حد تک زور پکڑ گیا تھا نہایت ہی شدّ و مدّ سے فرو کیا گیا۔ فوجی طاقت کے قوّت دیئے۔ اور مالی حالت کے درست کرنے میں بھی باب عالی نے کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ چنانچہ اکثر محققین کی رائے ہے کہ سُلطان نے اپنی مالی حالت کو درست کر لیا ہے۔ اب گورنمنٹ ٹرکی کا اعتبار پہلے سے بہت بڑھ گیا ہے۔ ٹرکی نوٹ مثل آذر یورپین نوٹوں کے اعتماد کے ساتھ جاری ہیں۔ سُلطان نے ٹرکی کو اُن آفتوں سے بہت کچھ چھڑا لیا ہے جس میں اُس کو آخری زمانہ مُبتلا کر چکا تھا۔ فوجی قوّت بڑھانے کا عمدہ ثبوت وہ کُردی رسالے ہیں جو ابھی بکثرت بھرتی ہوئے ہیں اور رؤسائے عرب نے بھی امدادی فوج دینے کا منشاء اور ارادہ ظاہر کیا ہے[*] رباعی

الٰہی بخت تو بیدار بادا تُرا دولت ہمیشہ یار بادا
گُلِ اقبالِ تو دائم شگفتہ بچشم دُشمنانت خار بادا ؁

حضرت سُلطان المعظّم کے مذہبی جوش کا پُورا ثبوت اُس بیان سے مِل سکتا ہے جو لیونٹ ہیرلڈ نے قسطنطنیہ کے رمضان المبارک کے بارے میں لکھا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ رب جُمعے کے روز پو پھٹنے کے پہلے سُلطانی توپخانوں سے فیر ہونا شروع ہوئے جس نے تمام مومنین کو مُطلع کر دیا کہ رمضان المبارک کا مہینہ اور دینی گرمجوشی دکھلانے کا وقت آ گیا۔ قسطنطنیہ میں جُمعے کے روز سے رمضان شروع ہوا۔ جمعرات کی شب سے تمام مساجد دارالخلافت خوب آراستہ و پیراستہ کیجانے لگیں۔ ہر محلّے کی مسجدوں میں قرآن سُنانے اور سُننے کی تیاریاں ہونے لگیں۔ تمام مقامات میں خصوصاً تُرکوں کے محلّوں میں بڑا ہی جوش و خروش اور زیب و زینت نظر آنے لگی۔ تمام مساجد کے دروازے شب بھر کُھلے رہنے لگے۔ بڑی بڑی مسجدوں میں عجیب صناعیوں سے آراستگی اور روشنی کی گئی۔ قرآن پاک کی آیات اونچے اونچے میناروں پر ایسے جلی حروفوں میں لکھی گئیں کہ دور سے پڑھ لیجاتی

---

[*] یہ ارادہ قوہ سے فعل میں آچکا ہے جیسا کہ کتاب کے کسی حاشیئے میں اِن کُردی رسالوں کا مفصّل ذکر درج ہو چکا ہے۔ مُترجم ؁

تھیں۔ اکثر یوں بھی کیا گیا تھا کہ دونوں میناروں کے درمیان ایک تار باندھا گیا جسکے بیچ میں قرآنی جملے روشنی کے ذریعے سے نورانی حرفوں میں چمکا کے دکھائے گئے تھے۔ پھر ہر طرف تار ودڑا کر ایسی خوبصورتی سے شیشہ آلات لٹکائے گئے تھے کہ اُنھیں دیکھکر دلوں میں ایک ولولہ جوش کا پیدا ہوتا تھا۔ اور اُن کے حُسن وخوبی پر غور کرنے سے تُرکوں کے ذوق آراستگی اور نفاست کا اندازہ ہوسکتا تھا۔ محکمہ اوقاف نے بحکم سُلطانی تمام مساجد کی آراستگی کے لئے وہ سامان دیا تھا جو مساجد کے اندر ہر جگہ شاہی جلال اور عظمت کے نمونے دکھاتا تھا۔ پہلی تاریخ میں وزیر اعظم۔ شیخ الاسلام تمام ممبران محکمہ وزارت۔ رضا پاشا حسن فہمی پاشا۔ یوسف رضا پاشا۔ عُلماء میں سے رضا آفندی۔ توفیق بے۔ رشید بے الغرض تمام عُہدے داران دولت اِس لئے مدعو کئے گئے تھے کہ سُلطان المعظم کے ساتھ پہلا روزہ افطار کریں۔ سُلطان المعظم نے قصر یلدیز میں روزہ افطار فرمایا۔ اور قبل افطار چیمبرلین حاجی علی کو اِن سب مذکورہ عُہدے داروں کے پاس بھیجا کہ سُلطان کی طرف سے اُن کو سلام کہ آئیں۔ خاص دار السلطنت کے کُل افسر رمضان بھر محل سُلطانی ہی میں روزہ افطار کیا کئے۔ پہلی تاریخ شاہی گارڈ کے ایک گروہ نے بھی قصر یلدیز میں روزہ افطار کیا اور کھانا کھایا۔ اور تمام سپاہی خاص سُلطان کے عطا کئے ہوئے تحائف لے کر بعد افطار رخصت ہوئے۔ علاوہ معمولی روزانہ فیاضیوں کے سُلطان نے حافظ آفندی کو حکم دیا کہ جیب خاص سے دو ہزار پیاسٹر اور کھانا اطراف یلدیز کے غربا میں تقسیم کرائیں۔ بیشک اِن اعلیٰ درجوں کی فیاضیوں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ خود سُلطان میں ذاتی طور پر نہایت ہی دینی جوش ہے۔ اور وہ اسلام کی تمام رسوم مفروضہ کو بڑی شائستگی سے انجام دینا چاہتے ہیں۔ قرینے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بہ نسبت گزشتہ شہنشاہی طریقوں کے اب سُلطان نے اپنی حالت بہت کچھ بدل دی ہے۔ وہ مسلمان فرمانرواؤں کے لئے ریفارمیشن کی ایک عمدہ نظیر ہیں۔ فی الحال سُلطان نے اپنی سالگرہ کے دن کُل عساکر عثمانیہ کے سرداروں اور تمام ادنیٰ اور اعلیٰ سپاہیوں کو سلام کہلا بھیجا تھا۔ خاص قسطنطنیہ میں تو سُلطان کا سلام ہر سپاہی کو اُسی وقت معلوم ہو گیا اور اُس نے بجائے خود مسرت حاصل کی۔ مگر دیگر بلاد کے سپاہیوں میں جو جوش وخروش پیدا ہوا وہ ثابت کرتا ہے کہ تُرک سپاہی تاج وتخت کے کیسے وفادار وجان نثار ہیں۔ آبزرور یا انڈیا لولین

ہیں جیسے ہی یہ تار پہنچا کہ سلطان کل سپاہیوں کو سلام کہتے ہیں۔ ہر سپاہی کے دل میں مسرت وجان نثاری کا جوش پیدا ہوا۔ اور عاطف پاشا نے جو وہاں کے جنگی کمان افسر ہیں کل موروں پر جاکر تار کو سنایا۔ جس مقام پر اور جس مجمعے میں وہ خاص سلطانی الفاظ دُہرائے گئے تین تین دفعہ نعرۂ خوشی بلند ہوئے۔ اور کل افسروں نے مل کر ایک شکریہ کا ایڈریس روانہ کیا۔"

ان سب واقعات سے بخوبی ثابت ہو گیا۔ کہ حضرت امیر المومنین سلطان المعظم ایک اعلےٰ درجے کے فرمانروا ہیں۔ اور محض اس رب کریم کا فضل واحسان ہے جس نے چودھویں صدی کے ایسے نازک زمانے میں ایسا پرجوش منتظم اور مدبر سلطان حمایت اسلام کے لئے پیدا کیا۔ بیشک ہم مسلمانوں پر واجب ہے کہ ہم اس امر کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ ہماری دینی ودنیاوی سرسبزی اس امر پر منحصر ہے کہ اپنے دینی ودنیوی سلطانوں کو اپنے محبتی دلوں سے خوش ومسرور رکھیں۔ کیونکہ ہم اہل اسلام کے باغ زندگانی کے اشجار مسرت کا سرسبز وشاداب رہنا رطوبت معاشی وحرارت معادی پر منحصر ہے حصول حرارت معادی اس امر پر موقوف ہے کہ ہم اپنے وجود خاکستری میں آلات محبت سے استعداد قبولیت حرارت آفتاب شفقت۔ سلطان السلاطین۔ خاقان الخواقین۔ مالک البرین والبحرین۔ خادم الحرمین الشریفین۔ خلیفۃ الرسول رب العالمین۔ امیر المومنین عبد الحمید خاں ثانی الغازی خلد اللہ ملکہ وزاد اللہ سلطنتہٗ پیدا کریں۔ جس کی پرتاثیر صورت یہی ہے کہ ہم اُن کی نصرت و عظمت۔ حشمت و دولت کے لئے بارگاہ رب العزت سے ہمیشہ دست بدعا رہیں۔ علیٰ ہٰذا القیاس حصول رطوبت معاشی کا وجود اس امر پر منحصر ہو رہا ہے کہ ہم اپنے خاکی ظروف کو آلات اطاعت وفرمانبرداری سے اس طرح نرم کردیں کہ استعداد سرایت باران شفقت۔ منبع الاحسان۔ ابر کرم۔ علیا جناب۔ مادر مہربان۔ ملکہ معظمہ کوئین وکٹوریا قیصرۂ ہند ادام اللہ اقبالہا واجلالہا حاصل ہو۔

بے شبہ ان دونوں شفقتوں کے اتصال سے ایسی مفید قوتیں پیدا ہوں گی جو بار آوری اشجار کے لئے لازم ہیں۔ ہماری ملکہ معظمہ ادام اللہ اقبالہا واجلالہا کا ابر کرم مادرانہ شفقت کے ساتھ ہمارے سروں پر سایہ کئے ہوئے ہے۔ بموجب تعلیم اسلام کے

حقوق عباد کے متعلق اس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں ہو سکتا کہ انسان جس سلطنت کے زیر سایۂ امن و عافیت کے ساتھ زندگی بسر کر رہا ہو۔ اور جس کی حمایت میں اپنے دینی و دنیاوی اصول کو آزادی سے برت رہا ہو اسی کا بدخواہ و بد اندیش ہو جائے۔ بلکہ جب تک ایسی گورنمنٹ کا شکر گزار نہ ہو گا تب تک خدا کا بھی شکر گزار نہیں ہو سکتا✝ بیشک مسلمانوں پر جن کو اخلاقی اور مذہبی قوتوں کا دعویٰ ہے واجب ہے کہ وہ اپنی ایسی شفیق و رحیم گورنمنٹ کے ہر وقت مطیع و فرمانبردار۔ اور اُس کے ہر کام میں معین و مددگار۔ اور اُس کے دشمنوں اور باغیوں کے مقابلے میں جان نثار ثابت ہو کر وہ فکر کریں کہ جس سے اُن کے دونوں سلطانوں میں اتحاد کامل پیدا ہو۔ اور یہ کام بیشک ہم سے ممکن ہے۔ اگر ہماری گورنمنٹ ہم سے کام لے ؛

راقم نہال احمد صاحب علوی درد قمر

(ضمیمہ نمبر سوم)

خلیفۃ المومنین سلطان عبد الحمید خان ثانی الغازی

(منقول از پیسہ اخبار مورخہ ۲۴ جنوری سنہ ۱۸ء)

دولت عثمانیہ جو کہ تاریخ عالم کے زمانہ وسطیٰ میں دنیا بھر میں زبردست طاقت رہ چکی ہے کچھ عرصے سے نامساعدت روزگار نا ہنجار سے کمزور ہوتی چلی آئی ہے۔ ایسے نازک وقت میں یورپ کی تمام عیسائی سلطنتوں نے اس اسلامی طاقت کو کمزور کرنے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ اور روس نے پہلے پچھتر کے قریب لڑائیاں ترکوں سے لڑی ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ اگر یہ طاقت جو کہ روس نے سلطنت ترکی کی تخریب میں صرف کی ہے یورپ کی کسی دوسری طاقت کے مقابلے میں صرف کرتا تو اب تک روس اور اُس کے مقابل کا نام تک صفحہ ہستی سے اُٹھ گیا ہوتا۔ روس کا تو اس لئے۔ کہ جو طاقت وہ ترکی کے مقابلے میں ہر متواتر جنگ میں صرف کرتا رہا ہے اُس میں بہت کچھ حریف اقوام کی امداد ہوتی تھی۔

✝ من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ مترجم کتاب ؛

اور مدمقابل اس وجہ سے غارت ہوجاتی کہ اس بلا کے مقابلے کے لئے یورپ میں کوئی دوسری طاقت نظر۔ شائد بعض لوگوں کا خیال ہوگا کہ انگریز تو روس کے مدمقابل ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ انگریزوں سے الجھنے میں وہ جھجکتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر انگریزوں کو یورپ اور ایشیا میں ایسے باموقع مقبوضات ہاتھ نہ آتے اور سلاطین یورپ میں اس قسم کا پولیٹیکل تعہد ہوتا۔ تو جیسا کہ آجکل ہے تو یہ بھی اس سے بمشکل لگا کھا سکتے خلاصہ یہ کہ اگر قوم ترک میں اسلامی جوش اور ایشیائی بسالت کا بقیہ اب تک نہ ہوتا تو آج ترکی یورپ کی کئی سلطنتوں میں قرعہ اندازی سے تقسیم ہوچکی ہوتی۔ علاوہ اس کے ترکی کی خوش قسمتی سے جیسا کہ گزشتہ جنگ روم وروس کے وقت انگلستان کے ایک معتبر اخبار نے لکھا تھا اگر سلاطین یورپ آپس میں اس امر پر متفق ہوجاتے کہ فلاں حصہ ملک کا فلاں سلطنت کو ملیگا اور دوسرا دوسری کو۔ اور کہ انگلستان بھی اس تقسیم پر راضی ہوجاتا تو ترکی کے فتح ہوجانے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا گیا تھا۔ مگر انگلستان ممکن نہیں کبھی اس امر پر راضی ہو کہ دول اتحاد ثلاثہ میں سے کوئی طاقت ترکی پر متصرف ہوجاوے۔ کیونکہ اس طرح بحیرۂ روم پر اس طاقت کو اس قدر اختیار ہوجاویگا کہ انگلستان کے قبضہ ہندوستان کو سخت نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ خیر یہ ایک پولیٹیکل معما ہے کہ جس کی بحث کی اس وقت ضرورت نہیں ؛

سلطنت ترکی جبکہ اس طرح کمزور ہوگئی اور روز بدن ہوتی گئی اور براعظم یورپ میں اس کا نام مرد بیمار مشہور ہوگیا تو خداوند کریم نے اپنی حکمت بالغہ سے عصائے سلطنت ہمارے ہردلعزیز سلطان المعظم عبدالحمید خان ثانی خلد اللہ ملکہ وسلطانہ کے ہاتھ میں سونپا۔ چنانچہ اس صاحب تدبیر روشن ضمیر سلطان کی مسیحائی سے آج وہ مرد بیمار بالکل شفایاب ہوگیا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ ابھی نقاہت باقی ہے لیکن وہ بھی یقین ہے کہ عنقریب رفع ہوجاویگی ؛

سلطان عبدالحمید خان ثانی ۲۲ ستمبر ۱۸۴۲ء مطابق ۱۵ شعبان ۱۲۵۸ھ کو پیدا ہوئے آپ سلطان عبدالمجید خان کے دوسرے صاحبزادے ہیں۔ روم میں تخت نشینی کے لئے قانون یہ ہے کہ جو شہزادہ حرم سلطانی میں خاندان میں سب سے بڑا ہو عام اس سے کہ حرم سلطانی سے ہو یا کنیز سے مستحق تخت و تاج عثمانی قرار دیا جاتا ہے۔ اور سلطان کا جانشین اس کا فرزند اکبر ہوتا ہے۔ بشرطیکہ کوئی چچا یا چچازاد بڑا بھائی باقی نہ ہو۔ ان کے والد ماجد کی وفات کے بعد تخت ان کے چچا سلطان عبدالعزیز کے ہاتھ آیا۔ مگر ۳۰ مئی ۱۸۷۶ء کو ان کی معزولی پر

تخت و تاج اِن کے برادر معظم محمد مراد آفندی کو ملا - اور جبکہ مجلس وزرا نے بوجہ فتور دماغی سکّان کو بھی سلطنت کے قابل نہ پایا - تو ۱۲۔ اگست ۱۸۷۶ء کو تخت اِن کے حصے میں آیا جس وقت سے آپ نے عنان حکومت کو سنبھالا ہے۔ سلطنت روم کے اقبال کا ستارہ پھر طلوع ہونا شروع ہو گیا ہے - اِن کے حُسن تدبیر سے قومی قرضہ دن بدن کم ہوتا جاتا ہے - تمام مالی اور ملکی بدنظمیوں اور ہر نوع کی فضول خرچیوں کی اصلاح ہو رہی ہے۔ سلطان اپنے اوقات گرامی زیادہ مہام سلطنت کے نظم و نسق میں صرف کرتے ہیں۔ فوجی اصلاح کی جانب آجکل توجہ زیادہ مصروف ہے۔ بخلاف سلاطین ماضیہ کے نہ تو آپ کے حرم میں سینکڑوں خاتونیں اور کنیزیں ہیں اور نہ آپ کے دستر خوان پر اس قدر اسراف ہوتا ہے جیسا کہ سلطان عبدالعزیز کے وقت میں تھا اور جس کو کہ برٹش پارلیمنٹ میں ایک مرتبہ نہایت تعجب کی نگاہ سے دیکھا گیا تھا۔ غرضیکہ آپ بڑے سادہ مزاج عارف اور دیندار بادشاہ ہیں - پرہیزگار اس قدر کہ آپ نے حال ہی میں دَوَل یورپ سے معاہدہ کیا ہے کہ ترکی سپاہیوں کے ہاتھ جہازوں میں شراب فروخت نہ ہو - اسی طرح حال میں ایک ارادہ جاری کیا ہے کہ ملک میں قرآن شریف کے صحیح چھاپنے کی طرف حد درجہ کی کوشش کی جاوے - اور اس کام پر خزانہ عامرہ سے روپیہ خرچ کیا جاوے۔ بحیثیت خلیفۃ المومنین آپ جمعے کے روز ظہر کی نماز کے لئے مسجد میں بھی تشریف لیجاتے ہیں - یہ نظارہ واقعی قابل دید ہوتا ہے چنانچہ ایک امریکن سیاح اُس کی بابت کسی قدر تفصیل سے لکھتا ہے - ناظرین اس طویل حوالے سے حظ اُٹھاویں۔

در قسطنطنیہ میں جمعے کی نماز بڑی دھوم دھام سے ہوتی ہے - اگر سلطان اس معمول کو چھوڑ دیں تو لوگوں میں بڑی ہلچل پڑ جاوے - لیکن جب سلطان برآمد ہوتے ہیں تو سات ہزار فوج حفاظت کے لئے محل سرا سے عبادتگاہ تک راستے میں صف بستہ کھڑی رہتی ہے - سلطان کو حمیدیہ مسجد بہت پسند ہے جو نہایت خوبصورت سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے اس کے مینار بہت بلند ہیں اور اُن پر ہوا دار گنبد ہیں - وہاں سے باسفرس، قسطنطنیہ اور دریا مارمورا کا منظر صاف دکھائی دیتا ہے - یہ سلطان کے اُس بڑے محلسرا کے متصل ہے کہ جس کا نام یلدز کوشک ہے - یہ مسجد قسطنطنیہ کے انگلش کوارٹر میں ہے جو پیرا کے نام سے مشہور ہے - یلدز کوشک سے پیرا تک ایک چوڑی سڑک ہے اور اُس کے ایک طرف غیر ممالک کے معزز مہمانوں کے لئے سلطان نے ایک مکان بنوا دیا ہے۔ سلطان کی تشریف آوری سے

دو گھنٹے پہلے تیاریاں شروع ہوتی ہیں۔ پہلے کچھ گاڑیاں جن کے ہمراہ دستار بند لوگ ہمراہ ہوتے ہیں صاف اور زرد ریت سے بھری ہوئی آتی ہیں اور یہ ریت کئی انچ موٹی سڑک پر بچھا دیجاتی ہے۔ چونکہ سلطان کا قدم نہایت مقدس خیال کیا جاتا ہے۔ اِس لئے جب کبھی سلطان المعظم برآمد ہوتے ہیں تو سڑک پر بھی ریت بچھا دیجاتی ہے۔ پھر پانی کے چھکڑے چھڑکاؤ کرتے ہیں اور فوجوں کی آمد شروع ہو جاتی ہے۔ یہ قطار قطار ایک ہی رنگ کے عربی گھوڑوں پر دو رویہ صف باندھ دیتی ہیں۔ سرکیشین فوج کی ٹوپیاں چھ انچ لمبی ہیں جنپر سفید آڑی لکیر ہے اور اُس کی وردی بالکل یورپین ہے۔ اُن کے بعد ایشیائی کوچک کا رسالہ ہے۔ اِن کو کے پیچھے کچھ فاصلے پر بکے بعد دیگرے آٹھ رسالے پرا جمائے کھڑے ہیں جن کے چہروں سے ایک شان اور سطوت ظاہر ہوتی ہے۔ اِن سواروں کی وردی میں ترکی ٹوپی اور پگڑی شامل ہے۔ سوار اچھے کڑیل جوان ہیں۔ اُن کے سینے خوب چوڑے اور تنے ہوئے ہیں۔ دوسری سڑک پر پیادہ پلٹنیں ہیں۔ جن میں کچھ کی وردیاں سبز ہیں اور کچھ کا لباس سُرخی مائل نیلگون ہے۔ جب سلطان المعظم کی آمد کا وقت قریب آجاتا ہے تو سڑکیں رنگین دریا بن جاتی ہیں۔ سڑک کے کنارے کنارے مسلمانوں کا ایک عجیب وغریب قسم کا مجمع نظر آتا ہے۔ اِس مجمع کی دہنی طرف کچھ سفید سفید نظر آویگا۔ جو تم کو غبارہ نما سفید روئی یا ریشم کے پھیلے معلوم ہونگے جو زمین پر سیدھے قائم ہیں۔ لیکن جب عینک لگا کر دیکھو گے تو معلوم ہوگا کہ ہر پھیلے کے بالائی حصّے سے دو دو سیاہ آنکھیں چشمک زن ہیں۔ اب تم سمجھے یہ مسلمان لیڈیاں ہیں جو سلطان کی زیارت کے لئے یہاں آئی ہیں۔ اب سرکاری افسروں کی آمد شروع ہوئی۔ گھوڑوں اور بگھیوں پر سوار ہیں جن میں عمدہ عمدہ گھوڑے جُتے ہوئے ہیں۔ اِن افسروں کے سینے تمغوں میں غرق ہیں۔ اِن کا لباس بھی یورپین وضع کا ہے اور اُن میں سُنہری لیس ٹکی ہے۔ ٹوپیاں سُرخ ہیں اِن لال ٹوپیوں سے جو افسروں اور سپاہیوں کے سروں پر ہیں معلوم ہوتا ہے گویا انسانی پھولوں کا فرش بچھا ہوا ہے۔ اب دس ہزار آدمیوں کے مُنہ سے چیئرز کی صدا بلند ہے اور دور سے باجے کی سُریلی آواز بھی معلوم ہوتی ہے۔ سلطان کی آمد کا غلغلہ ہے۔ غرض تھوڑی دیر کے بعد سلطان کی سواری بھی نمودار ہوئی۔ گاڑی میں سیاہ مُشکی رنگ کی عمدہ جوڑی ہے۔ آگے آگے باڈی گارڈ کے سپاہی ننگی تلواریں لئے چلے آتے ہیں۔ کوچمین مخملی وردی پہنے ہے اور اُسپر زری کا کام ہے سر پر لال ٹوپی ہے اور راس ہاتھ میں ہے۔ تمام زیبائشی سامان مُطلا ہے۔ لالٹینیں بھی طلاکار ہیں۔

اور گھوڑوں کا ساز و یراق بھی سنہری ہے۔ اِس گاڑی میں تین آدمی سوار ہیں۔ سامنے ایک بوڑھا آدمی جس کے بال سفید ہیں بیٹھا ہوا ہے جو سلطان کا منظور نظر ہے۔ سلطان المعظم گاڑی کے صدر میں متمکن ہیں۔ لباس نہایت سادہ ہے۔ متقیانہ کوٹ زیب تن ہے۔ اُس پر لال گوٹ لگی ہوئی ہے۔ قمیص اور کالر بھی اسی قسم کا ہے۔ فرق مبارک پر لال ٹوپی ہے جو ایک ڈالر کو ملتی ہے۔ آنکھیں بڑی بڑی اور چہرہ گورا ہے۔ قد لمبا اور چھریرہ۔ شاید میرے خیال میں ۵ فیٹ اور ۹ انچ سے کم نہ ہوگا۔ پیشانی اونچی ہے اور سیاہ مچھے ہیں۔ جب مکان کے قریب سواری پہنچی تو سلطان المعظم نے حاضرین کے سلام کے جواب میں اپنا سر اٹھایا۔ اس کے بعد سواری باوبہاری مسجد کی طرف بڑھی اور جب وہ مسجد میں داخل ہوئے تو سپاہیوں نے اپنا منہ سلطان المعظم کی طرف کرلیا۔ اور جب آدھے گھنٹے کے بعد سلطان المعظم پھر سوار ہوئے تو سپاہی پھر اپنی اصلی حالت پر آگئے"۔

وہی امریکن سیاح آگے چل کر سلطان المعظم کی تعریف میں حسب ذیل لکھتا ہے:-

"یہ ایک ایسی سلطنت پر خود مختار فرمانروا ہیں جو متحدہ البلاد امریکہ کے نصف کے قریب ہے۔ ان کی ایک زبان میں ۲۳ ملین سے زیادہ آدمیوں کی حیات اور موت ہے۔ یہ مذہب اعظم اسلام کے دینی سرغنہ ہیں۔ دو سو ملین آدمی ہر روز نماز کے وقت ان کا نام لیتے ہیں۔ ہندوستان۔ شمالی افریقہ اور چین۔ اور جنوبی یورپ کے مسلمان اُن کو ظل اللہ کہتے ہیں۔ اور ایشیائے کوچک کے ترکوں کی طرح خلیفۃ الرسول مانتے ہیں۔ سلطان المعظم کے ممالک محروسہ کی سالانہ آمدنی ایک کروڑ ڈالر ہے۔ خزانے جواہرات سے مملو ہیں۔ بیسیوں شاہی مکانات اور منازل اور ہزاروں عربی گھوڑے ہیں۔ لونڈی غلاموں کا کوئی شمار نہیں۔ ہر سال سلطان المعظم کا حرم جس کو مشرقی حسن و جمال کا مخزن کہنا چاہیئے۔ جارجیا اور سرکیشیا کی نہایت حسین اور نوخیز کنیزوں سے معمور کیا جاتا ہے۔ اگر جسمانی آرام و آسائش۔ روحانی کامرانی اور دنیوی جاہ و حشم منتہائے زندگی ہیں تو اس میں اصلاً شک نہیں کہ سلطان المعظم اپنی افضلیت میں دنیا بھر سے خوش نصیب ہیں"۔

حضرت سُلطان المُعظّم کیسے جفاکش اور سادگی پسند ہیں

گریالٹ کمپنی اوویہ فروشان پیرس (فرانس) کی سال گزشتہ کی جنتری میں حضرت سلطان المعظم کی نسبت ایک مختصر نوٹ چھپا تھا۔ جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:۔

"اُن کا طرز خیال اور طریقہ رہائش قریباً ویسا ہی ہے جیسا کہ یورپ کے دوسرے شہنشاہوں کا ہوا کرتا ہے۔ صبح کے ساڑھے نو بجے وہ اپنے کتب خانے یا اُس کمرے میں جہاں مطالعہ کیا کرتے ہیں داخل ہوتے ہیں۔ اور کاغذوں کے دو پہاڑوں کے درمیان جن میں سے ایک تو ترکی اخباروں اور مختلف امصار و دیار کے ہفتہ وار اور ماہواری پرچوں کا ہوتا ہے اور دوسرا کاغذات سلطنت کا۔ سلطنت کا ہر ایک کاغذ سلطان المعظم بڑے غور سے پڑھتے ہیں۔ جن کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ کبھی اُس تحریر کے نیچے دستخط نہیں کرتے جب تک کہ وہ اُسے اوّل سے اخیر تک پڑھ نہیں لیتے۔ جب وہ دونوں طرح کے کاغذات کا مطالعہ کر چکتے ہیں تو پھر وہ صبح کا ناشتہ بغیر شراب کے تناول کرتے ہیں۔ اِس وقت میز پر جو برتن چُنے جاتے ہیں اگر وہ تنہا کھانا کھائیں تو چینی کے ہوا کرتے ہیں لیکن دوسری حالت میں سونے کے۔ کھانے کے بعد سلطان المعظم کا یہ معمول ہے کہ وہ یا تو بگھی پر سوار ہو جاتے ہیں اور یا کثرت جسمانی میں مصروف ہوتے ہیں۔ جس سے فراغت حاصل کرنے کے بعد وہ پھر اپنے کتب خانے میں چلے جاتے ہیں اور برابر اُس وقت تک کام کرتے رہتے ہیں جب تک کہ اُس دن کا کام ختم نہ ہو جائے۔

سلطان المعظم کی وہ زندگی جو وہ محلات میں بسر کرتے ہیں بہ نسبت اُن خیالات کے جو عوام میں مشہور ہیں بالکل برعکس ہے۔ یہاں حرم سرائے کے معنے ہی کچھ اور ہیں۔ اور اُن کے حرم میں کوئی خصوصیت نہیں۔ کیونکہ وہ صرف ایک ہی بیوی کے ساتھ جو اُن کی پسند خاطر ہے اپنے دن یورپ کے اور بادشاہوں کی طرح امن و چین سے گزارتے ہیں۔ جس کی اُنہیں اتنی محبت ہے کہ اُنہوں نے اُس کی حال کی بیماری کے دنوں میں کھانا پینا چھوڑ دیا تھا۔ اور اپنا تمام فرصت کا وقت اُسی کے پاس بیٹھ کر کاٹ دیا کرتے تھے۔ اُن کی لڑکی نعیمہ سلطانہ کو ٹھیٹھ یورپین وضع کی تعلیم و تدریس دی گئی ہے۔ جو ارغنون اور

پیانو بجاتے ہیں ایسا کمال رکھتی ہے کہ اس کے ساتھ کی اور کوئی کم ہوگی ۔
اعلیٰ حضرت عبد الحمید خان ثانی بڑے پکے مسلمان ہیں لیکن پھر بھی وہ جانتے ہیں کہ میں جس طرح مسلمانوں کا بادشاہ ہوں اسی طرح یونان اور آرمینیا والے بھی میری ہی رعایا ہیں۔ وہ نہ صرف اپنی قوم کے واعظوں اور مجتہدوں ہی کو تحائف ارسال کیا کرتے ہیں۔ بلکہ یونان اور آرمینیا کے پادری بھی اُن سے مستفید ہوتے رہتے ہیں ۔

(ضمیمہ نمبر چہارم)

حضرت سلطان عبد الحمید خان ثانی کی بے تعصبی

اس ضمن میں ایک عیسائی اخبار کیتھولک فار سائٹ نامی لکھتا ہے :-
"سلطانی عملداری میں کیتھولک گرجا کو بخوبی آزادی حاصل ہے اور اس کی وہ عزت ہے جو اُن لوگوں کی سمجھ میں بھی نہ آوے گی جنہوں نے اس عملداری کو نہیں دیکھا ہے۔ سب گرجا۔ خانقاہیں۔ مدرسے اور شفاخانے ٹیکس سے بری ہیں اور بریت کی وجہ یہ قرار دی گئی ہے کہ یہ سب چیزیں رفاہ عام کی ہیں جن سے سلطنت کو بڑا فائدہ پہنچتا ہے۔ جب دیوانی مقدمات میں فریقین کیتھولک ہوتے ہیں تو اُن کا مقدمہ ترکی عدالت نہیں فیصل کرتی بلکہ پادری یا بشپ کے وکلا تجویز کے مجاز ہیں۔ قسطنطنیہ کی سڑکوں پر جو کانسٹبل کھڑے ہوتے ہیں وہ پادری یا کسی نن یا کورپس کرسٹی کو دیکھتے ہی ہتھیار رکھ دیتے ہیں۔ اور اس عیسائی جلوس کے ساتھ ہمیشہ ترکی فوج آگے آگے جلو میں ہوتی ہے اور جب کسی بارک یا فوجی مقام کے پاس سے یہ مذہبی جلوس گزرتا ہے تو گارڈ راستہ کر دیتے ہیں اور ہتھیار ڈال دیتے ہیں۔ اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ترکی عملداری ایشیا میں چھ لاکھ میرونائٹ کیتھولک رہتے ہیں۔ اُن کو پورا پورا امن کوہ لبنان پر حاصل ہے۔ وہاں کا گورنر بھی سلطان المعظم نے عیسائی ہی مقرر کر دیا ہے۔ فلسطین اور وادی نیل کے فرانسسکن کیتھولک کی بھی مسلمان بہت عزت کرتے ہیں۔ حال میں سلطان المعظم نے یروشلیم کے سردار پادری کو اول درجہ کے مجیدی تمغہ کا اعزاز بخشا ہے جو مسلمانوں کو بھی بہت کم میسر ہے"۔
اب اسی قسم کا ایک بیان ہم ایک عیسائی اخبار یورپ سے دیتے ہیں جو ملک انگلستان کے

شہر لورپول میں چھپتا ہے اخبار مذکور لکھتا ہے۔ کہ

"سلطان انگلستان کی دوستی پر فخر کرتے ہیں اور اُن دنوں کو بہت خوشی سے یاد کرتے ہیں جب کبھی کہ گزشتہ زمانے میں انگریزوں نے روم کی مدد کی ہو۔ چنانچہ جنرل کینٹ کی جو اپنے سپاہی بھائیوں کی قبریں کریمیا میں دیکھنے آئے سلطان نے بڑی عزت کی یہ جنرل انکرمین کی لڑائی میں سلطان کی طرف ہو کر روسیوں سے کمال دلیری کے ساتھ لڑے تھے۔ انگریزی ایلچی نے جنرل صاحب کی آمد کی اطلاع سلطان المعظم کو کی۔ سلطان المعظم نے فوراً اُنہیں طلب کیا۔ اور اثنائے گفتگو میں انگریزی فوج کے بڑے احسانات روم کی نسبت بیان فرمائے۔ اور انگریزوں کی تعریف کی۔ اور فرمایا کہ میں اُس زمانے میں اپنے والد ماجد کے ساتھ سفوطرہ گیا تھا اور تمہاری فوج کا معائنہ کیا تھا۔ اور جنرل کینٹ کو مجیدی تمغہ ڈالے ہوئے دیکھ کے جو اُنہیں جنگ کریمیا میں عطا ہوا تھا بہت خوش ہوئے اور اس سے بھی زیادہ مرتبہ دیا یعنی گرینڈ کارڈن کا خطاب بخشا اور اپنے ہی محل میں اُنکی دعوت کی اور بڑی توجہ سے جنگ کریمیا کی باتیں کرتے رہے۔ اور اُن سے کریمیا کی سیر کا حال پوچھتے رہے۔ روم میں فوجی مقامات اور بارکیں دیکھنے کی اجازت کسی کو نہیں ہے۔ مگر اِن جنرل صاحب کو مل گئی۔ سلطان المعظم نے اِن کو اعزاز سے لاد دیا اور فرماتے تھے کہ میں انگلستان کا بہت مداح ہوں جس نے روس کے مقابلے میں انگلستان کی حمایت کی" ؟

(اخبار اسلام آگرہ۔ ۱۵ اگست ۱۸۹۳ء)

(ضمیمہ نمبر ۵)

سلطنت ٹرکی

(منقول از ٹریبیون مورخہ ۱۶ ستمبر ۱۸۹۳ء)

جناب بندہ۔ سلطنت عثمانیہ کو انگریزی مضمون نگار تاریکی اور جہالت میں مبتلا بتلاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ چونکہ اس سلطنت نے مدت سے کوئی ترقی نہیں کی اس لئے آج نہ ڈوبی تو کل ڈوب جائیگی۔ بلکہ یہاں تک بڑھ گئے ہیں کہ باب عالی کو مرد بیمار کہنے لگے ہیں۔ اس بات کا ذکر کرنے کی احتیاج نہیں ہے کہ اس صدی میں بہت موقعوں پر ترکوں نے سب سے قوی جنگی طاقت

یعنی روس سے لڑائیاں کرنے میں نہائت ہی جرأت و بہادری ثابت کردی ہے چنانچہ سلطنت کی ترقی اور زمانہ حال کے فن جنگ میں وہ کسی مشرقی طاقت کے پیچھے نہیں ہیں۔

اب رہا اُس کی اندرونی قومی اور مالی حالت کی بابت۔ سو چند سطور ذیل جو ایک پیرس کے روزانہ اخبار "لا ایپاک" میں درج ہیں دنیا کو اِس بات کا اطمینان دلانے کو کافی ہیں کہ ٹرکی میں سلطان حال کے عہد جلوس سے نہائت ہی ترقی ہوئی ہے۔ اِس امر کا مجھے یقین ہے کہ ہندوستان کے ہر ایک مسلمان کو جو اِس سلطنت عظیم کی خود مختاری کا چاہنے والا ہے خوشی بخشیگا۔ اخبار ممدوح حسب ذیل رقمطراز ہے:۔

"سلطان المعظم عبد الحمید دام اقبالہٗ کے سنہ جلوس کی اٹھارہویں سالگرہ کو بدل چند سطر دل کے اُس زور آور اور دانشمند بادشاہ کی خدمت میں کہ جو نہائت ہی سخت معرکے کے دنوں میں سلطان محمود کی حکومت کے زمانہ سے کر اب تک اپنی سلطنت میں ایک خلیفۃ المسلمین کی روائتی تدبیر حکومت قائم رکھنے میں کامیاب ہوسکا ہے پیش کئے بغیر گزرنے نہیں دے سکتا ہوں۔"

"ہم کو اُس مذہبی آزادگی کی جو اِس عثمانی سلطان نے اجازت دے رکھی ہے اور جس کی کہ تقلید بہت سی مشرقی قوموں پر واجب ہے دل سے عزت کرنی چاہئے۔ حضرت سلطان المعظم نہ صرف ہر ایک شخص کے مذہبی عقائد کی عزت کرتے ہیں بلکہ تمام مذہبوں کے معتقدین کے وجود کی بھی حفاظت کرتے ہیں۔ اور اُن کی دریا دلی اور فیاضی تمام خیراتی اور رفاہ عام کے کاموں اور تعلیمی درسگاہوں پر بلا تمیز قوم اور مذہب کے یکساں مبذول ہوتی ہے۔"

"اگر ہم اُن متفق علیہ نتائج پر کہ جو سلطان المعظم ممدوح نے ملک کی مالی حالت کی ترقی کے متعلق حاصل کئے ہیں وہ ترقی بھی اضافہ کریں کہ جو زراعت کو رونق دینے اور مختلف انواع کی صنعت و حرفت کے جاری کرانے سے پیدا ہوئی ہے تو ہم بآسانی اُس جوش اور سرگرمی کو سمجھ سکیں گے کہ جس سے رعایائے عثمانیہ اپنے سلطان المعظم کے جلوس کی سترہویں سالگرہ کی خوشی منانے میں ظاہر کر رہی ہے جس کی کہ اور کوئی ملک مثال نہیں پیش کرسکتا۔ سلطان المعظم موصوف جن کو ان مختلف قوموں کے درمیان کہ جو اُس کی دوستی کی متلاشی ہیں ہمیشہ سخت نازک حالت میں حکمت عملی اختیار رکھنی پڑتی ہے۔ پھر ایک دفعہ اور بھی اِس بات کو علانیہ ثابت کرینگی کہ اُن میں ملک جرمنی کی نسبت وہ خیالی پاسداری جو بعض پیرس کے اخباروں نے اُن کو منسوب کی ہے ہرگز نہیں ہے۔ اور یہ کہ وہ سب خیالات صرف ہمیشہ اپنی سلطنت کی بہبودی کی

خاطر اُن کے دل میں آیا کرتے تھے۔ لیکن مُلک فرانس کی نسبت بھی اُن کی ہمدردی کبھی مخفی نہیں رہی ؟

روشنسلطان المعظم عبدالحمید خاں وہ سُلطان ہے کہ جس نے اپنے خیالات میں سیکھ تو بہت کچھ لیا ہے اور فراموش کچھ بھی نہیں کیا؟ (راقم نہال چند از پیرس۔ یکم ستمبر ۱۸۹۵ء)

(ضمیمہ نمبر ۶)

رعایا کے دلوں میں سُلطان روم کی وقعت

جناب ایڈیٹر مہر نیمروز دام عنایتکم۔ تسلیم۔ اپنے بادشاہ اور حکمران وقت کی عزت اور محبت رعایا کے دلوں میں ہونی بہت بڑی اور مستحکم دلیل اِس بات کی ہے۔ کہ بادشاہ ہمیشہ اپنے ارادوں اور رعایا اپنی مرادوں میں کامیاب اور سرسبز رہیں گے۔ بادشاہ کے واسطے اِس سے زیادہ اور کوئی مسرت کا باعث نہیں ہو سکتا۔ کہ ماتحتوں اور رعایا کے دلوں میں اُس کی محبت اور وقعت اُس سے بہت زیادہ ہو جس کا وہ مستحق ہے ؟

روئے زمین کی سلطنتوں میں شاہ ایران کی عزت اور عظمت جو ایران کی رعایا کے دلوں میں ہے وہ کسی مُلک کے باشندوں کے دلوں میں اپنے حکمران کی نہیں۔ مہر نیمروز کے معزز ناظرین میں سے اگر کسی نے قسطنطنیہ کی سیر کی ہو گی تو وہ میرے اِس قول کی پوری تصدیق کر سکتے ہیں۔ خاص شہر استنبول میں ساٹھ ہزار کے قریب ایرانی ہیں جو اکثر تجارت پیشہ ہیں اور جن کی تجارت اکثر تونتن (ایک قسم کا باریک تمباکو ہے جو سگار پیا جاتا ہے) یا چائے وغیرہ کی ہے۔ یہ ایک ضروری اور لازمی بات ہے کہ ہر ایک شخص کی دُکان پر ایک تختہ آویزاں ہے جس پر ایک یا دو شعر اپنے بادشاہ حال شاہ ناصرالدین کی تعریف کے جلی قلم سے لکھے ہوئے ہیں ؟

ناظرین اب قیاس کر سکتے ہیں۔ کہ ایرانیوں کے دلوں میں کس درجے اپنے بادشاہ کی محبت اور عزت ہے۔ ایرانیوں کے بعد تُرکوں کا درجہ ہے۔ تُرکوں میں اپنے بادشاہ کو اِس وقت تک ایسا عزیز سمجھتے ہیں کہ اُن کے نزدیک سُلطان کا نام بغیر اشد ضرورت کے لینا ایک اعلیٰ درجے کی بے ادبی اور بدتہذیبی خیال کی جاتی ہے۔ دوران گفتگو میں اگر

سلطان المعظم کے نام لینے کی ضرورت پڑتی ہے تو بجائے اس کے کہ "عبدالحمید خاں" نہیں "آفندمز[1]" یا "شوکت مآب" سے تعبیر کرتے ہیں ؛

دسترخوان شاہی سے جو کھانا لوٹ کر باورچیخانے میں جاتا ہے اس میں سے جو روٹی خاص سلطان المعظم نے کھائی ہو۔ اگر کچھ بچ رہتی ہے تو وہ نہایت احتیاط کے ساتھ جمع کیجاتی ہے ؛

اور جب کوئی شخص امرا یا وزرا میں سے یا اُن کے کوئی شخص بیمار ہوتا ہے اور ڈاکٹری علاج سے مایوسی ہو جاتی ہے تو وہ خشک روٹی اُس مریض کو کھلائی جاتی ہے ؛

ناظرین یہاں سے سلطان المعظم کی نسبت حسن عقیدت بھی سمجھ لیں گے اُن کے تجربے کے موافق بہت کم ایسے مریض ہونگے جو وہ روٹی کھلانے کے بعد مرے ہوں ؛

سلطان محمود اول کا ایک تاریخی قصہ زبان زد خاص وعام ہے جس کا اس وقت بیان کرنا ناظرین کی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا ؛

ایک روز بادشاہ (محمود اول) اپنے محلسرا کو شکار سے واپس آرہے تھے۔ کہ رستے میں گرمی اور پیاس کی شدت بہت زیادہ معلوم ہوئی۔ سامنے گلی میں ایک مختصر مکان معلوم ہوا۔ دریافت کیا تو ایک غریب مسلمان کا مکان تھا۔ بادشاہ نے اُس وقت اس امر کی خواہش ظاہر کی کہ میں کچھ عرصے تک تمہارے مکان پر آرام لینا چاہتا ہوں۔ کہ دھوپ کی گرمی نے مجھے بہت مضطرب کر رکھا ہے۔ بادشاہ ایک گھنٹے کے قریب بیٹھے اور اس کے بعد محلسرا کو مراجعت فرمائی۔ وہ کمرہ جس میں ایک گھنٹے تک بادشاہ کی نشست رہی اُسی روز سے آج تک برابر بند ہے اور مقفل ہونے کی وجہ صرف یہ ہے کہ جس جگہ کو ایک مرتبہ امیر المومنین اپنی تشریف آوری کی عزت بخش چکے ہوں اُس جگہ خود رہنا اور بیٹھنا بہت بڑی بے ادبی اور گستاخی کی بات ہے ؛ (مہر نیمروز ۔ ۷ ستمبر ۹۳ء)

---

[1] ترکی کا ایک مشہور لفظ کلمہ "آفندم" جس کے معنی اُردو میں بہت موزون اور عمدہ ہیں۔ اس کلمے کو ہر عزت اور تعظیم کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے مگر ترکی میں صاحبا لفظ آفندمز خاص سلطان ہی کے واسطے مخصوص ہے دوسرا ایک اور لفظ جو آفندم ہی سے مشتق ہے "آفندینہ" ہے جو خدیو مصر کے لئے موضوع کیا گیا ہے ؛

تصحیح اغلاط

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۵	۱۴	یا شان	باشان
تصویر مقابل صفحہ ۱۸		حسن ہے	چرکس حسن ہے
۱۸	۱۴	قوی	قوت
۲۲	۱	ململ	کمبل
۳۰	۱۶	ہیں وارث	میں بیٹا وارث
۴۳	۲۱	وہ اور مسلسل	وہ مسلسل
۶۱	۳	ہونا تھا	ہونا ممکن تھا
۶۲	۱۹	سنہ ۱۸۷۰ء	سنہ ۱۸۶۸ء
۶۳	۳	وٹرائن	برٹش
۶۵	۱	بہلے	بڑی
۶۶	۱۰	strantagioal	Stratagical
۷۰	۱۶	جزوں	جنبروں
۷۴	۱۴	اگر	مگر
۷۴	۱۷	میں کہا	میں جو کچھ کہا
۷۸	۱۱	پشیمنی	پشتینی
۸۸	۳	سے سوداگروں	سے غلاط کے سوداگروں
۹۲	۱۳	ادائی	ادائیگی
۹۲	۱۳	دیکھنے	دیکھنے سے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹۳	۱۰	ہوناتھا	ہوتاتھا
۹۳	۱۱	زبردست	زبردست
۹۴	۹	۱ پونڈ £	۱ کروڑ پونڈ £
۹۴	۱۳	غلطی	غلاطا
۹۹	۲۰	تہذیب	مذہب
۱۰۷	۳	پرخواہش	پوریا اس کی خواہش
۱۱۵	۱	رنج دہ ہے	اور رنج دہ ہیں
۱۱۸	۱۲	سیع	وسیع
۱۲۳	۴	بادشاہ کے	بادشاہ یعنے روس کے
۱۳۱	۱۲	چیزیں علاوہ	چیزیں
۱۳۱	۱۲	ہیں)	ہیں علاوہ)
۱۳۲	۶	خواہش کا باعث	خواہش کے باعث
۱۳۲	۱۳	مشحکہ	مضحکہ
۱۴۶	۴	فیصل	فیصل کن
۱۴۹	۴	مخاصمتانہ	مُتخاصمانہ
۱۵۶	۴	رعایاکی	رعایاکو
۱۷۲	۱۵	ہیں	نہیں
۲۰۰	۱	ہیں	نہیں
۲۰۰	۲	ممالک دور دراز کما حقہٗ	ممالک کے دور دراز حصے کما حقہ

وہ زمین جو مطابق عہد نامہ سین سٹیفانو دئے جانے کو تھی ہلکی سیاہی کا نشان رکھتی ہے۔
اور جو فی الحقیقت دی گئی اسپر گہرا رنگ ہے

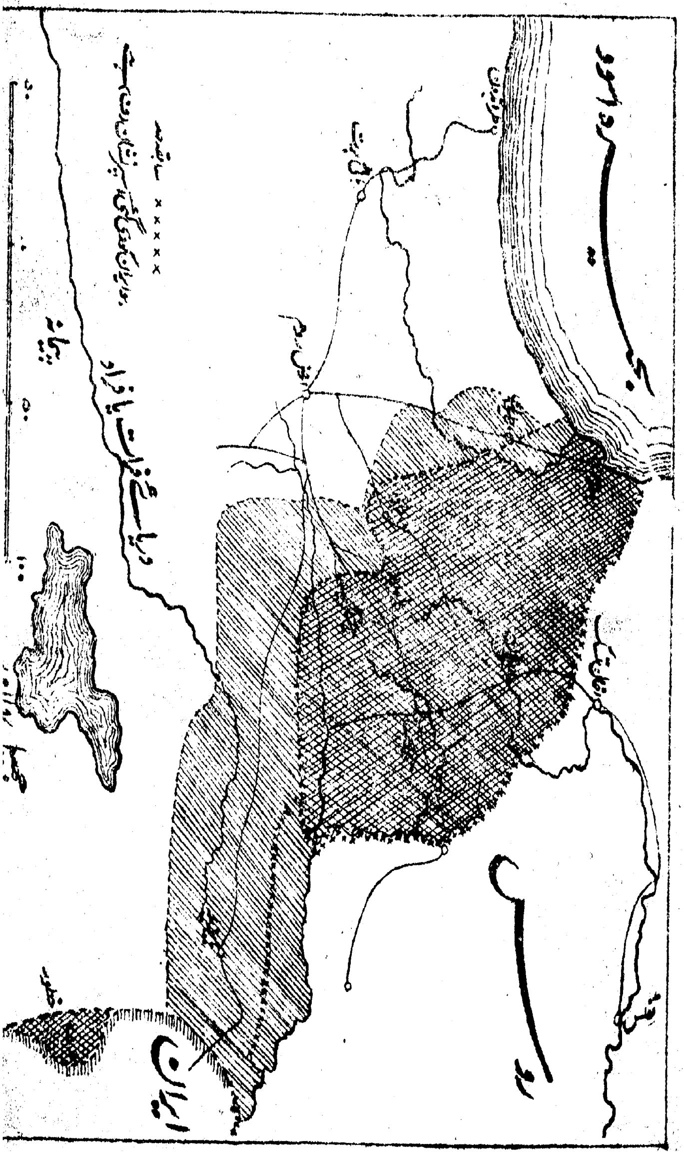

وہ زمین جو مطابق ... سرسبز ... بتائی جاتی ہے کو گہری ہلکی سیاہی کا نشان رکھتی ہے۔
اور جو اصل حقیقت دی گئی ہے اس پر آڑا رنگ ہے

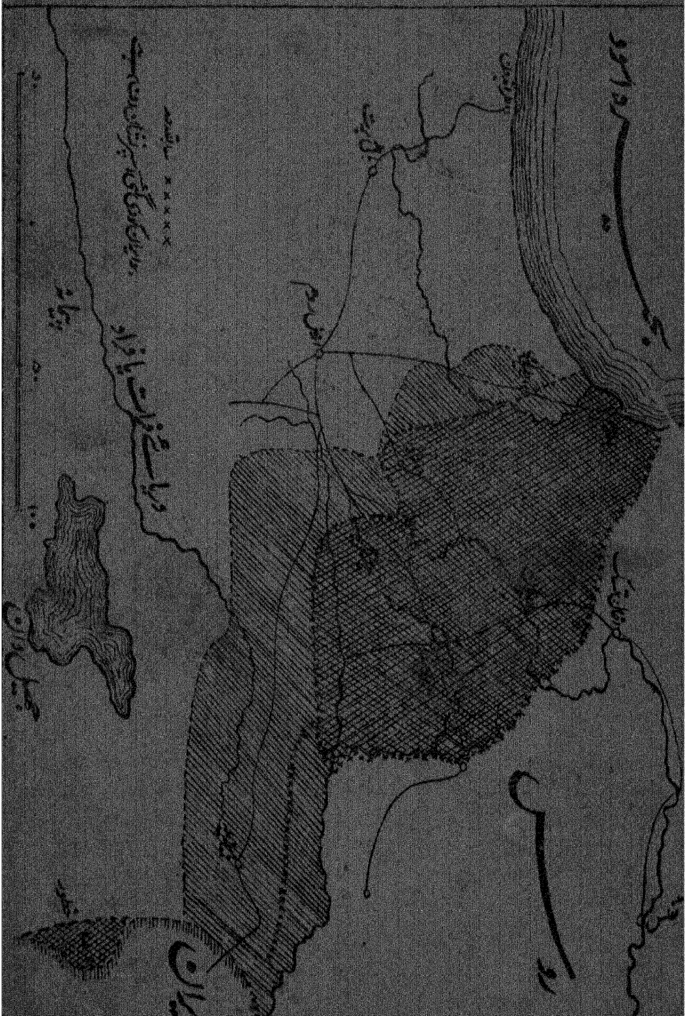

٩٤- ٤٤ ~~٤٩٩~~
٩٤٩ د ٦

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا.

۱۳/۱۱/۲۰

۸/۸

۵-۱۲-۵۷

۲۳/۲ ۵۸

م ع ج

94956

الغازی عبدالحمید خان ثانی

عہد حکومت

۲۱۵

۵-۱۲-۵۷ اول

۱۱۸

۵۸

22 OCT 1951

Hamid 83 BA

[illegible]

كتب خانہ جامعہ عثمانیہ

[illegible]